



مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

مسلم ممالک میں اسلام امیت کی مغربیت کی کشمکش میں

وقت کے سب سے بڑے مسلح مغربی تقریب ککالی بیرونی دہرگہ کا شرط
اور ترقی و طاقت کو حاصل نہ ہے کہ دنیا کے اسلام کے کس طرح قبول کیا،
اور اختلافِ مسلمان ملک کے کیا کیا سوخت اختیار کئے اور عالم اسلام کے لئے
اس بار میں صحیح راہ مل گیا ہے؟

○ جائزہ ○ محاسبہ ○ مشورہ

تالیف

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

(مؤلفین کی طرف سے)

تیسرا ایڈیشن، ہم اضافی نوادہ کے بعد

۱۹۸۱ء — ۱۴۰۱ھ

کتابت	_____	عمریہ کتب خانہ
خدمات	_____	کتب خانہ، کراچی
معلومات	_____	۱۹۸۱ء
قیمت	_____	

ایک نام

محدثات الدین مکتبہ

کراچی

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام آباد

۱۹۸۱ء

فہرست عناوین

مسلم ممالک میں اسلامیّت و مغربیت کی کشمکش

۲۱	عجمہ گریہ نہ کر کہہ کر گناہ گار ہو مفسر ماثرتہ دیانت و عہدہ کلمہ کلمہ	مقدمہ طبع سوم ۸-۷
۲۸	کائنات میں تہذیب کا اعتبار نہیں کیجئے تہذیب و تمدن کا تصور و تصور کا تصور	مقدمہ طبع دوم ۱۰-۹
۲۹	کائنات	حرف آغاز ۱۲-۱۱
۳۸	عالم اسلام میں تہذیب و تمدن کا تصور	مغربی تہذیب کے بارے میں بعض ممالک کا مغربی تہذیب و تمدن کا تصور
۵۱	اسلام کا تصور	۵۲-۱۵
۵۲	عالم اسلام میں تہذیب و مغربیت کی کشمکش	عالم اسلام میں تہذیب کا تصور
	اس کے بعد اس کے بعد	۱۶
۵۳	دوسرا دور	۱۷
	تک کہ اس کے بعد اس کے بعد	۱۸
۵۴	اس کے بعد	۱۹

۱۱۸	۵۵	شرق میں تہذیب کے طریق سرور و پستی کا تہذیب	دشمنانہ اور اگر مرچا
۱۱۹	۵۷	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی کے پستی	قیم و جدید گروہ
۱۲۰	۵۹	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	ضیاء لوگ و پستی کا پستی
۱۲۱	۶۶	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	لوگ کا پستی و پستی کے پستی
۱۲۲	۶۸	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	تاریخ کا پستی
۱۲۳	۶۸	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	لوگ کا پستی و پستی کے پستی
۱۲۴	۷۲	عالم اسلام میں مصر کے کردار کی اہمیت (۱۳۱ - ۱۳۲)	خصوصیات
۱۲۵	۸۰	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	لوگ کا پستی و پستی کے پستی
۱۲۶	۸۵	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	عالم اسلام میں تہذیب کا پستی و پستی کے پستی
۱۲۷	۸۷	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی
۱۲۸	۸۷	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی
۱۲۹	۹۰	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی
۱۳۰	۹۵	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی
۱۳۱	۱۰۰	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی
۱۳۲	۱۰۵	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی
۱۳۳	۱۰۹	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی
۱۳۴	۱۱۰	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی
۱۳۵	۱۱۵	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی
۱۳۶	۱۱۷	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی	تہذیب کا پستی و پستی کے پستی

۱۹۶	۱۵۱	مظلوموں کے ایک مجموعہ
۱۹۷	۱۵۲	مکرمہ پیکر کے لئے دعا
	۱۵۳	پست و منسلک
۱۹۸	۱۵۴	انسان کے لئے
۲۰۱	۱۶۰	مصر کے انقلابی عوام کے لئے
۲۰۹	۱۶۱	مصر کے عوام کے لئے دعا
۲۱۲	۱۶۲	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۱۸	۱۶۳	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۲۵	۱۶۴	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۲۵	۱۶۵	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۲۷	۱۶۶	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۳۰	۱۶۷	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۳۵	۱۶۸	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۳۷	۱۶۹	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۳۸	۱۷۰	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۳۹	۱۷۱	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۴۰	۱۷۲	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۴۱	۱۷۳	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۴۲	۱۷۴	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۴۳	۱۷۵	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۴۴	۱۷۶	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۴۵	۱۷۷	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۴۶	۱۷۸	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۴۷	۱۷۹	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۴۸	۱۸۰	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۴۹	۱۸۱	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا
۲۵۰	۱۸۲	مصر کے انقلابی عوام کے لئے دعا

۲۸۰	فاتحہ دہلی اور سلطان احمد صلیح سلطان	مغربیت کے عالمگیر رجحان کے اسباب	
۲۸۱	زندگی انسانیت کے تاریخی پس منظر پر	اور ان کا علاج	
		۲۷۶-۲۷۹	
۲۸۲	دینی زندگی اور دنیاوی زندگی کے باہمی تعلق	۲۸۲	تجدید مغربی زندگی کے اسباب اور اس کا علاج
۲۸۳	شرعیہ نظام کی تجدید اور جدید دنیاوی نظام کا	۲۸۳	مغربی نظام تعلیم
۲۸۴	دینی اور دنیاوی زندگی کا تعلق	۲۸۴	ادب کا اثر بیان
۲۸۵	فلاح کی اصلاح اور دنیاوی زندگی	۲۸۵	مغربی معاشرہ میں انسانیت کی ترقی کا مسئلہ
۲۸۶	مغربی معاشرہ کی اصلاح اور دنیاوی زندگی	۲۸۶	علوم و فنون اور جدید دنیاوی نظام
۲۸۷	مغربی معاشرہ کی اصلاح اور دنیاوی زندگی	۲۸۷	ثقافت و ادب کی تجدید و ترقی
۲۸۸	عالم اسلام کا مستقبل	۲۸۸	ایسے کہ کوششیں
۲۸۹	عالم اسلام کا مستقبل	عالم اسلام کا مستقبل و مستقبل کے لئے کوششیں	
		۲۸۸-۲۹۰	
۲۹۰	عالم اسلام کا مستقبل	۲۹۰	تیسرا وقت
۲۹۱	عالم اسلام کا مستقبل	۲۹۱	اسلام اور دنیاوی نظام اور اس کا مستقبل
۲۹۲	عالم اسلام کا مستقبل		

۳۷۹-۲۰۲
۲۰۲-۳۷۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ طبع سوم

اگرچہ صنعت کا کتاب مسلم بلکہ یہ اصابت اور غریب کا انگلیش کے طبع سوم کا فہرست
 آگلی ہر صنعت کا طبع اس کتاب کے صنعت کا دل میں کتاب کی صنعت اور فہرست سے قدرتی طور پر
 مسودہ انگلیش کے طبع کے فہرست سے مسودہ ہے ہر صنعت کو شمار کر کے اس کتاب کے فہرست اور جہت
 ہے اس کتاب کے صنعت کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے
 بہت کم طبع کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے
 ہر کار کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے

”یہ صنعت کی ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے
 اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے
 اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے
 اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے
 اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے

صنعت کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے
 اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے
 اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے
 اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے
 اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے مسودہ ہے اس کتاب کے فہرست سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

طبع دوم

الحمد لله والصلوة والسلام علی رسولہ وآلہ

مصنف کتاب الشریعہ کی جو یہی خطبات اللہ کے کتاب مسلم الکتب کی مائیت مغربیت کی گفتگو میں اس کو ضروری اور مفید اضافے کرنے کی توفیق ملی اور اس کے دوسرے ڈیوٹیشن کی نوبت آگئی یہ کتاب عربی میں تصنیف ہوئی اور الفکر والافتاء فی الشریعہ فی الفکر الاسلامیہ کے نام سے پہلی مرتبہ ۱۹۳۵ء (۱۳۵۴ھ) دار الفکر بیروت کی طرف سے اور دوسری مرتبہ ۱۹۴۰ء (۱۳۵۹ھ) کو بیت کی طرف سے جس کا نام سبب دلائل علیہ ہے ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئی مغرب میں اس کا تیسرا ڈیوٹیشن دعوۃ الکریم دارہ کی طرف سے شائع ہونے والا تھا جماعت کی درخواستوں اور دانشمندی کی سمیت دعوۃ الکریم کے حکم سے کم ہجرت مصنف کی تصنیفات کے سلسلہ میں (۱) اردو زبان عربی سے ہمیشہ پیچھے رہتا تھا اور خاص عربی اردو کے بھی متعدد ڈیوٹیشن شائع ہو جانے چاہئے تھے تاہم عربی ڈیوٹیشن میں جو اضافے کیے گئے تھے وہ بعض جدید اضافوں کے ساتھ ایسی نئے اور ڈیوٹیشن میں شامل کئے جا رہے ہیں اس طرح یہ ڈیوٹیشن پہلے اردو ڈیوٹیشن کے مقابل میں جو ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا تھا اب دوبارہ مفید و قیمتی اور تازہ (۱۹۴۰ء) ہے کہ کتاب کی آخر میں صرف آخر کے عنوان کی

لیکن مضمون کا احساں کر لیا گیا ہے جس میں کتاب کی پوری روح اور خلاصہ آ گیا ہے۔

اسی طرح میں کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی [WESTERN CIVILIZATION FROM 1800 TO 1914]

1800-1914ء کے نام سے شائع ہو گیا اور اعلیٰ انگریزی زبان حلقہ میں ذوق و شوق اور قدیم کے ساتھ پڑھا گیا، بہت سے اہل ذوق حالی نگار کا احساس ہے کہ اگر وہ نظریہ مسلمانوں پر احساس فرمائی پیدا کرنے اور ان کی شخصیت کو بھارت کے جس سلسلہ کا آغاز عربی میں سارا خضر اسلام بالقطر طالعہ طبعیہ اور درویش انسانیت دنیا پر مسلمانوں کے عربوں و ذوال کا اثر سے کیا گیا تھا اس کی اس کتاب کے ذریعہ نگار کی لگی دس طرف و دس سلسلہ کی پہلی اور دس کی دوسری کوئی ہے پہلی کتاب کا اختتام انہماک کے اس حصہ پر کیا گیا تھا۔

معارف حرم باز تعمیر جہاں خیز

اب اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ عالم کی تعمیر نو میں آپ کی محنت و وقفات کا سہارا اور کئی پہلوؤں کی حمایت کرنی ہوگی اور یہ کام خود اپنے نگاروں میں جو حرم کا دیوار کے زیر سایہ ہی کشتہ چیدہ ہوا کرتا ضروری ہو گیا ہے اگر اہل حرم کو اس کام کی عظمت ضرورت کا کس دور میں احساس ہو گیا تو مصنف کی کدوہرائی اور اس کی کوشش مانجگاں نہ لگی۔ ورنہ ع

یک حرف کا گلے دست کعبہ النور اسلام

ابوالحسن علی ندوی

دہلی، دارالعلوم دیوبند

۱۹ دسمبر ۱۹۵۷ء

۲۲ مئی ۱۹۵۸ء

حرفِ آغاز

اس وقت تقریباً تمام مسلمان ممالک میں ایک ذہنی کشمکش اور شاید زیادہ صحیح الفاظ میں ایک ذہنی سوکر برپا ہے جس کو ہم اسلامی انکار و اقتصاد و مغربی انکار و اقتصاد کی کشمکش یا سوکر سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ان ملکوں کی قدیم تاریخ، مسلم اقوام کی اسلام سے گہری وابستگی اور محبت اور جس نام پر جنگ آزادی لڑی اور جتنی گویا جس طاقت کے سہارے ان ملکوں کی آزادی کی حفاظت کی گئی سب کا دھڑلہ ہے کہ اس سرزمین پر صرف اسلامی انکار و اقتصاد کا حق ہے اور یہاں صرف اس سگوندنگ کی پیروی جائز ہے جس کی اسلام نے دعوت دی ہے۔ لیکن اس کے برعکس جس طبقہ کے ہاتھ میں اس وقت ان ممالک کی نام کار ہے، اس کا ذہنی ساخت اس کا تسلیم و تربیت اور اس کی ذاتی دنیا میں اصلاح کا تقاضا ہے۔ ان ممالک میں مغربی انکار و اقتصاد کو فروغ دیا جائے اور ان ممالک کو مغربی ممالک کے نقش قدم پر چلایا جائے اور جو ذہنی تصورات قومی عادات و عادات و عادات اور قوانین و دیالیت اس مقصد میں لازم ہوں ان میں قریم و تفسیح کی جائے اور بالاختصار یہ کہ کلکٹا صاحب کو تہذیبی طور پر انیکسپرم و فیصل کے ساتھ؟ مغربیت کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔

اس مسئلہ میں ہر ممالک میں مغرب کی متعدد سڑکیاں کھل چکی ہیں اور اپنی مغربی مقصود پر

یا تو پیچ گئے ہیں یا اس کے قریب ہیں اور بعض ممالک ایجن دور رہے ہیں لیکن آثار و آثار
صاف بتا رہے ہیں کہ۔

دل کا جانا ظہور رہا ہے مچا گیا یا خام گیا

پیرے نزدیک ہیں اس وقت سلم ملک کا سب سے بڑا جتنی مسئلہ ہے مسئلہ فرسٹ
ہے نہ خیالی سلم ملک کی اندرونی کمزوریوں اور مری تہذیب کے نفوذ و امتیاز کی کیفیت کے
(جن کی نظیر تہذیب ہسانی کی تاریخ میں ملتی ہے) ملک کے لوی ویسا ہی انداز نے
سلم ملک کے سامنے اس مسئلہ کو نہایت روشن سواہی نشان دیا کہ جو ملک یہ ہے جس کا
جواب سب کو دینا ہے اور اس مشکل کے بغیر کسی ملک کا کام نہیں چل سکتا، مری تہذیب کے
بائے میں یہ ملک کی رو پر اختیار کرتے ہیں اور اپنے ساتھ کو جو مذہب سے ہم آہنگ بنانے
اور انسان کے قاب پر تقاضوں سے عہدہ برہم کرنے کے لئے کوئی مدد اختیار کرتے ہیں اور اس میں
کس حد تک مذہب و عزت کا ثبوت دیتے ہیں ہر اس سوال کے جواب پر اس بات کا انحصار
ہے کہ دنیا کے تقاضوں میں قوموں کی نوعیت کی قرار پاتی ہے اس میں کوئی حد اسلام کا کیا تقابل ہے
اور وہ اس زمانہ میں اسلام کے عالمگیر ابدی پیام کے لئے کہاں تک مفید ہو سکتے ہیں؟

اس بات کی وجہ سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس مسئلہ کا علمی و تاریخی جائزہ
لیا جائے اس سلسلے میں جتنا کام ہوا ہے اس پر ایک بے ناگ مودعہ اور ایک حقیقت پسند نگار
کی حیثیت سے نظر ڈال جائے اور افراط و تفریط سے بچ کر اس کا تجزیہ کیا جائے اسی کے
ساتھ یہ بتایا جائے کہ اسلامی معاشرہ کے لئے (جن کے لئے نہ صرف اسلام کے عقائد و
اخلاق اور نظریات حیات کی پابندی ضروری ہے بلکہ اپنے منہج کے لحاظ سے دعوت و ملامت
اور احتساب کا ناسات بھی اس کا فریضہ ہے) ترقی کرنے اور زندگی کے وہاں وہاں قیام

کے ساتھ جانے کے لئے صحیح اور معتدل راہ کیا ہے؟ کج تاہم مسلم ملک کو بالخصوص نئے آزاد
ہونے والے اسلامی ملک کو سب سے زیادہ اسی غلط فہمی کی ضرورت ہے اس سلسلہ میں مذکور
غلطی اور تھوڑی سی بے اعتدالی ان کو کہیں سے کہیں بے جا ہو سکتی ہے۔

ایک مختصر غافل بورڈ وحدہ والہ رحمہ اللہ

تاہم سطور نے اسی جذبے کے تحت گزشتہ سال عربی میں ایک سیمینار کا انعقاد کیا
جس نے جلد ایک کتاب کی شکل اختیار کر لی یہ کتاب شبانہ عثمانیہ (فروری ۱۹۹۸ء) میں
”تذکرۃ العلماء والادباء“ قیادہ الحضارة العربیة“ (عربی تہذیب کے بارے میں عالم اسلام)
کا وہ یہ نام سے شائع ہو گئی اور ملک عرب کے علمی و ادبی حلقوں میں توجہ اور دلچسپی سے پڑھی
گئی احمد داہلہ مگر غور نے پیر صفت کی بہت افریقہ کی صفت کہ غلامش و فرانش پر
عربی کی ساری کما حقہ دین الہیہ اسلامی نے (جی) کو اکثر نے ترجمہ و تفسیر کا کچھ سلیقہ ملتا
فرانچہ اور صفت کا کچھ سلیقہ تفسیر و طرز فکر سے لے کر خام نہایت ہے اور دیکھیں اس کا
ترجمہ کیا میں نے جب سے ترجمہ پڑھا تو اس کی شریعت کا دوسری احمد جگہ اضافہ تفصیل کی ضرورت
میں ہوئی اس عرب میں ملک کے لئے پہلے سامنے آئے اور کچھ جدید مواد و معلومات پر سامنے آئے
جا رہا اضافے کے لئے اور کہیں کہیں جدیدی و قدیم بھی اس کا ترجمہ ہو گا کہ کتاب ترجمہ کے بعد تقریباً
دو چند ہو گئی اور اس کی علمی قیمت و افادیت پر ابھی اس کا تناسب سے اضافہ ہوا۔

اس عرب میں سب سے پہلے اس کا سفر ہو گا گیا اور اس تہذیب کو اس کے اصل مرکزوں پر لکھنے
کا موقع ملا جس پر اس کتاب میں بہت کچھ لکھا گیا کہ کیا گیا ہے نیز اس جدید علمی مرکزوں میں
بعض نئی مطبوعات و آئندہ دستیاب ہونے سے استفادہ کیا گیا اور اپنی تمام اصلاحات و
اصلاحات کے ساتھ یہ کتاب ”مسلم ملک میں اسلامیت و غربیت“ کی گفتگو کے نام سے

مغربی تہذیب کے بارے میں بعض

ممالک کا

منفی یا غیر جانبدارانہ رویہ

عالم اسلام مغربی تہذیب کی زد میں

ایسویں صدی عیسوی کے وسط میں عالم اسلام کو ایک ہیبت ہذا رنگ بخپوچھ لیا اور اہم مسئلہ کا سامنا کرنا پڑا اس مسئلہ کے بارے میں اس کے پیچ دیوے اور نقطہ نظر میں ہر ایک مستقل اور آزاد دنیا کی حیثیت سے اس کی شخصیت اور وجود کا انحصار تھا۔

یہ تازہ دم زندگی اور نشاط جو صدیوں کا اور ترقی و دوست کی صلاحیت سے بھرپور مغربی تہذیب کا مسئلہ تھا جس کا شمار تازہ دنیا کی انسانی کائنات و ترقی یافتہ دنیا میں تہذیبوں میں کیا جاتا ہے اور جو درحقیقت (اگر نادر نظر سے دیکھا جائے) اس اسباب و عوامل کا ایک خدائی نتیجہ ہے جو عرصے نامی میں اپنا کام کر رہے تھے اور مناسب وقت پر اس نئی شکل میں ظاہر ہونے کے منتظر تھے۔

عالم اسلام سب سے زیادہ اس فطریہ زندگی میں تھا اس لئے کہ کارگاہ حیات سے قدیم مذاہب کی کنارت کشی کے بعد اسلام دینی و اخلاقی دعوت کا تھا علمبردار و مہر و ماشرکہ انسانی کا جامع نگران و مقرر تھا یہت سے دینی، سیر حاصل اور درخیز مائیکل بھی دینی واقعے تھے چنانچہ اس مادی اور مائیکل تہذیب کے پہلے کار و نہایت کسی دوسری قوم اور مائیکل کے زیادہ تر عالم اسلام کی مائیکل کی طرف رہا۔

ملی جلی تہذیب

یہ تہذیب اپنے وسیع شکل میں عقائد و خیالات انگریزوں کی سیاسی و اقتصادی فطرت اور سماجی طبیعت اور عمرانی علوم نیز ان خصوص تجربوں کا عجیب غریب مجموعہ تھی جو مغربی اقوام کو اپنے ارتقا کے طریق سفر کے مختلف مراحل میں پیش کیے تھے یہ تہذیب عام طور پر علم انسانی اور خاص طور پر سماجی و سیاسی اور طبیعیات کی ترقی کا ایک ناگزیر مرحلہ اور محرک بنی اور اس کی طبیعت کا مسلسل اثر ملا اور تحریکات کا نتیجہ اور خلاصہ تھا اس اعتبار سے وہ مختلف امور جو ہونا سرکاریہ یا مجموعہ تھا جن کے متعلق کوئی کیاں ملنے قائم نہیں کی جاسکتی تھی۔

اس تہذیبی مجموعہ میں ناقص امور ابھی تھے اور مکمل بھی ابھی نہ تھے اور مفید بھی ابھی نہیں اور خطہ بھی اس میں علم کے ان بدیہیات کے ساتھ جو تجربے سے باہر تھے یا ایسے خطہ قیادت و انکاد اور در علم خود ایسے فیصلے بھی مثال تھے جن میں بہت دباؤ اور غور و خوض کی پوری گنجائش موجود ہے ان میں ایسے علمی نتائج بھی تھے جو بڑے غور و خوض اور مطالعہ و تجربہ کا پائے تھے جو ایسے بھی تھے جن کے متعلق کچھ کہنا قبل از وقت تھا وہ اب اور دور نامر بھی تھے جو کسی خاص ملک اور قوم کے ساتھ مخصوص نہیں مثلاً تجربہ علوم اور وہ بھی ابھی میں مغربی تہذیب کے سماجی و روحانی طور و نمایاں تھے اور مغربی ماحول اور ماحول کا ان پر گہرا اثر تھا اور وہ ان تاریخی و اشکالات اور حدت کا تجربہ تھے جن سے مغربی اقوام کو اپنے ماحول اور مرکز میں گہرا اثر ابھی تھے جن کا وہی تھا اور سے گہرا متعلق تھا اور وہ ابھی تھے جن کو سرے سے غائب سے کٹا سرور کا رہ تھا۔

اس تہذیب پر کرکے اس ملک کی سیدگی اور اسیت کو بہت بڑھا دیا ہے اور عالم اسلام کو ایک ناکہ اور غور و خوض پیش میں بکھڑا کر دیا ہے جو اس کے تاروں اور ٹکڑیوں کا ذہنیت کے لئے ایک

امتحان ہو گیا ہے۔

منشی رَوَیَہ

اس نئی اور جدید صورت حال سے نمٹنے کے لئے خود آلودہ طریقہ تو قیامت کا ہی ہو سکتا ہے۔
 یہاں موقع یاد دہانی کے لئے (reminder) ہے اس کا مطلب ہے کہ عالم اسلام اس
 تہذیب کے سامنے کھڑا اور غلام کا کسر کا کرکٹ اور اس کی کوئی اور بھی برائی بات سنے گا حاداد
 نہ ہو یا غیر جانبداری اختیار کر کے کٹہر کش ہو جائے نہ اس سے کٹا تھم کا فائدہ اٹھائے نہ ان
 علوم کو اچھٹا لگانے پر تیار ہو جس میں اپنی غریب کائنات کا تھما حاصل ہے طبعیات پر امتیاز
 اور تکنالوجی جیسے علوم میں بھی وہ غریب استفادہ عقلی کو حرام سمجھنے لے شیعوں کو مذہب کے
 اور جدید اذیت کشی میں سارے مسلمان اور ضروریات زندگی کے قبول کرنے سے بھی گریز کرے۔

اس موقع کی طبعی اور شرعی حیثیت اور اس کے نتائج!

اس موقع کا خود ہی قیام عالم اسلام کی پانچ گنا حسد نگاہ کے بدلے بدلے فائدے سے
 بھر پور ہے کہ سب کچھ نہیں ہو سکتا اس سے عالم اسلام کا دشتِ اقیانوس سے قطع ہو جائے گا اور
 وہ ایک محدود ذخیرہ پر رہ جائے گا جس کا گورنر ایک ذیابے کوئی بیوقوف نہیں ہو گا اور
 میں ایسے پانچ سو برس ہو سکتے ہیں لیکن نگاہیں اس طرح کے جزیرہ کی گنجائش نہیں اور غریب
 انسانی سے چاہئے احوال سے کہوش متاثر نہ سفید موت ہے ہر جگہ کھجکا کا یہ نہیں ہوتی۔
 ان سب خدائوں کے علاوہ یہ دیکھ کر کہ غریب کی گنجائش ہے اس کے غریب تو تو اور مسلمان
 میں تعلق پیدا ہوتا ہے اور اس پر باطلت کا بھی ترجمانی اور ترجیح نہیں ہے جس نے کائنات میں

حاصل و تدبیر کے استعمال پر ڈال دیا ہے اور مفید علوم میں استقامت کی ترغیب دی ہے جس نے
 دینی کی مخالفت و مذاہن کے لئے اور بد مذہبوں اور فریقوں کو اپنے حق چکر کرنے سے متاثر رکھنے کے
 لئے اپنی بیرونی کو پر رکھ کر تباہی کا حکم دیا ہے قرآن مجید میں اکثر آیتیں فرماتی ہیں ۔

إِنَّمَا تَحٰلِفُونَ الشُّعُوْبَ وَتَقَاتِلُونَ ۖ

فَاَنْتُمْ كَذٰبٌۭ قٰتِلُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا يَسْتَا

وَقَاوِلُا اَنْفُسَكُمْ اَنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ

اِنَّكُمْ تَقَاتِلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَقَاتِلُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ تَقَاتِلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَقَاتِلُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ تَقَاتِلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَقَاتِلُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ تَقَاتِلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَقَاتِلُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ تَقَاتِلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَقَاتِلُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ تَقَاتِلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَقَاتِلُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ تَقَاتِلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَقَاتِلُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ تَقَاتِلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَقَاتِلُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ تَقَاتِلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَقَاتِلُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ تَقَاتِلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَقَاتِلُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ تَقَاتِلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَقَاتِلُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ تَقَاتِلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَقَاتِلُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ تَقَاتِلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَقَاتِلُوْنَ

(سورۃ انفک ۶)

حدیث شریف میں آتا ہے۔

الکلمۃ النکحۃ لکلمۃ اللہ فی فہمے نکتہ کلمات اللہ کا کلمہ اللہ ہے

و بعد ما تھوافت بہا (ترجمہ جلد اول) بعد اس کے کہ وہ اس کا حق چلا

اسلام نے دنیا کو اس سرزمین پر بشارت دے کا غلیظ قرار دیا ہے جس کے لئے جوڑ بچس اور
لڑائی و جہاد کو سحر کر دیا ہے انسان نے زبانِ قہار یا زبانِ حال کے جس مروت کا بھی اظہار کیا،
وہ اس کو مٹا لگ گئی ہے، خدا کے اپنے بندوں پر اپنا یہ سماں جتا یا ہے کہ اس نے ان کے لئے فوری پیدا
کیا جس میں بڑا مخصوصی ہے اور انسانوں کے لئے بہت سے فوائد ہیں، جنگی تیار ہو رہا ہے جنگ کے
ظن و گمان کے سلسلہ عیادت سے ملے کہ لے اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود اپنی کائنات پیش کیا،
غزوہ اتراب میں اہل دیار کو کفر و کفر پرانے عقیدے کوئی آپ کے بعد سے مثال پر اہل علم اور فقہاء
کار بند چاہوں اور حالات میں خدا کے ساتھ چلتے تھے اور جنگی تیاریوں اور آلات حرب کے استعمال اپنے
اسلحہ اور فنیہ و علم کے حصول کے لئے وہ سرسری تمام کے مشابہ بناد بلکہ ان سے بڑے چرمہ اور صحیح
تھے اور جن باتوں انھوں نے بیان کیا اور میں اپنے تفوق اور راست کا نقش قائم کر دیا۔

اگر دنیا کا کوئی ملک شہم و گرش جنگ کے تہذیب جدید کے مذہب سے پہلے کو خود بخود کرنے کی
کوشش کرتا ہے اس کی کیا تم ستر کہ جس کی چند سو پانچ ہوتا ہے اور اپنی خود دنیا سے اہر کھنے
پر کھانے کا وہ نہیں ہوتا تو لگ بھگ اور دونوں کے متعلق وہ کون حالت پر قائم نہیں رہ سکا اگر
مسلحہ بناد توں اور انقلابات کا سامنا کرنا اور اس کے مختلف گوشوں میں بغیر ان کے حالت

لغات و اصطلاحات و غیرہ، (۱) اصطلاحات و غیرہ، (۲) اصطلاحات و غیرہ، (۳) اصطلاحات و غیرہ

فہرست (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰)

مکتبہ دارالافتاء دارالحدیث دارالعلوم دارالکتاب دارالمدینہ دارالمنار دارالمنیر دارالمنیر دارالمنیر دارالمنیر

کی شدید تر کھینچاؤ میں مبتلا ہو گئی اس لئے کہ یہ دور اور وقت اس فطرتِ انسانی کے باطن
 غفلت ہے جو ہینڈ آگے کی طرف دیکھتی ہے جو ہر نئی چیز کی طلب گار ہوتی ہے اور کسی حال میں بھی
 اس کی سرکھانیں بھرتی عورت و سرچند ہی قوت و طاقت اور تجدید و امید کا بحبت اس کی
 رنگ پر ہیں ہے یہ ہر لحظہ ایک نئی منزل کی تلاش میں ہوتا دکھائی دیتی ہے اس میں نظر آتا ہے ایک نہ
 ٹھکنے والی لگند و انداز اس نیا آشا امید و حوصلہ بندی۔

اسی کے ساتھ یہ وقت قانونِ مگرین اور اس کائنات کے حوالے کے بھی اس سر غفلت ہے
 اگر کوئی ملک نہ بدلتی اس غلابِ فطرت و وقت کا اختیار نہ کرنا پڑے گا تو یہ تبدیلیاں گاہروں میں
 اور اس کے خاندانوں میں اس طرح داخل ہو جائے گی کہ ہر لمحہ ایک نئے گھر پر ہے کہ گاہاں ہا شہر
 میں پائی ہوئی کسی اطلاع اور آگاہی کے داخل ہو جاتا ہے اور ہر طرف سے اس کو گھیر جاتا ہے۔

عظیم دگرپسندی اور کسادہ کشی کا نتیجہ!

اگر جس عالمِ اسلام کو کوئی ملک (پہنڈنگا کے کسی دور میں) تہذیبِ جدید سے غور و خیر اور
 اس کا واسطہ اس کے غیور و شرمسار سے اکوڑ نہ ہو سکا اور وہ اس تہذیب کے مفید علوم اور مسائل
 تک سے دست کش ہو گا تو یہ عرصہ دنیا میں اصولی و ترویجی تعلیم و تربیت اور علم و فن کا
 اور اس تہذیب کے تمدن کی اہم ترین اہم ترین گاہروں اور ماحولوں کا جزو نہ کہیں یہ سب کچھ جاتی
 رہا اور اس سے اختلافی اصول اور تہذیب اپنے ساتھ رہا ہے جاتی رہی) بلکہ اس سے لگائی گئی
 اور اس کے سکون اور خواہجہ راحت کو پریم کرتا رہا۔

ہر روز اس شکلِ شخص جس میں غریب تہذیب کا تاثر و تغیر اور قوت و وسعت سے واقف ہے
 اسی کے ساتھ ہی بھی جانتا ہے کہ مشرقی ممالک و ممالک اور ان کی حیثیت سے کہنے کو روہم کی

رومانی جزا اور سر قتل سے بھی (اتحاد صحافتی کا)۔

نحوہ اس صاحب کا اندیشہ صحیح ثابت ہوا یہ واقعہ عجیباً طویل نہ ہو سکا کچھ ہی دنوں میں عالم اسلام کے اس مقدس مرکز میں مغربی تہذیب کا تھانہ داخل ہو گئی سبید یہ مصنوعات اور مغربی اسلوب کی طرح اسٹیل پٹا مسابجی تعیش اور غیر ضروری اشیاء (unnecessary) سے بازار پرش گئے اور گھر گھر گئے زندگی کی وہ مسابجی وجہ کشی مروجہ نگاہ سوار کی بلند ہوتی اور صلاحیت کی وہ ملکی صفات نہ پید ہو گئیں جو قدیم زمانہ سے عربوں کی خصوصیات تھیں۔

جزیرہ العرب اور عرب کا یہ بنیاتی تعلق اور رفتہ رفتہ ان تھانے سیاست اور مٹول کے رستے سے ہوا یہ اعتماد اور خوش بینی (رسم کا نگار تہذیبی ٹکٹ) اور تجاوت کے پیدائشی ہوا (بالکل ماحول نامور جزیرہ) اور جزیرہ عربی کی اس کی پشت پر کیا استوائی ٹکڑیاں کوئی سوچی سمجھا شعور دنیا پرانے مغرب کے مقابلہ میں وہ پیرنگنگ گئیں کلاسنگ کا کوئی تھا ایک اور اقرب کر ملنے آگیا اصطلاحات و معادلات اور نگاہیں شکلوں کے بدلے اس ملک کے روحانی جرمیں بھی اس طرح کا گذریں آجکل ہیں۔

اس تہذیب و انقلاب بربرہ العرب کے پرکھتے عناصر میں مغربی مغرب اور مصنوعات مغربی سیاست اور ملکی تعیش کی فراوانی میانہ زندگی کے اہلک بلند ہو جانے اور مدینوں کی سادہ و علی زندگی کے سیدھے ہو جانے کو غور دلایں مغرب سوسائٹی کرتے ہیں اور اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں اور کہیں کہیں کہیں (from perverts) (پری کنکاپ (the perverts east today)) میں کہتا ہے۔

مورسری جنگی فلم کے بعد عہدیت سے رواج افراط تہذیب کے نوری حاصل ہونے والی

دولت (میں) کہتا ہے مغربی طاقتوں کے افراط بھی مثال میں (اگرچہ یہ ضمیمہ ہو گئی ہے)

جدید طرز کے اسلامی ریاست و تہذیب کی تشکیل دینا ایک عظیم تاریخی اور اخلاقی مسئلہ ہے۔

جو قوم کے ادیب و شاعر اس کا دست در پست ہیں۔

آگے چل کر وہ مزید لکھتا ہے :-

”ہم جو عربی و فارسی کے ساتھ گھونڈا میں رہا اب قبائل نے اسلام کے قدوسی اصول کا

دھار لیا تھا اور اس مسئلہ میں انھوں نے ہم مانگ پر زور دیا تھا۔ ادیب بالکل غائب ہے

اب غیر لکھی زبان کے شعور کی تجدید و تازہ کاری نہیں رہی تھی۔ آج کل سب کو صرف

تسلیم کر دیا گیا ہے۔ بلکہ وہاں کے سب ہی جھگڑا کر حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور

تعلیم پر پورا دل دینے کو سادہ دیکھتے ہیں۔ اگر اچھے ادیب و محقق کا قیام نہ کر کے ترقی

کے لئے لڑنا کہ اس لئے نہیں ہیں ان سکولر اختیار کرنے کے بعد وہ ان ضروریات پر غور

کے خوب طریق اور طرز پر گئے ہیں جن میں دھار لیا گیا ہے۔ ان کے طریق نے حالہ عربی

تجزا اور بے فائدہ بن دیتے ہیں۔“

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر عرب کا ادیب کو فخر کیلئے بنائے کی بنیاد کو خشن کی جاتی

منصوبہ بندی، تعلیم اور ملک کو تعمیری و ترقی دینے اور حکم کرنے کا مخصوص کام کی جاتی تو

ملک میں بری حالتی غریب کا دست گزند نہ تھا۔ اس طرح اگر مغربی تہذیب پر ناقدانہ و عقائد نظر

ثالی جاتی اور غنما مسلمانوں کے ساتھ کہ تعلیم اسلامی و عربی اصول پر کیا جاتا تو اس طرح

وہ ایک عظیم کام کی طرف مڑتا اور صرف اس کا علمی اور تاریخی پہلو اس کے

مجھے میں نہ آتا لیکن اس کے لئے جس دور میں ہم رہتے ہیں اور خود ملک کی ضرورت ہے اس کا

اس طبقہ میں کی تھی جس کو یہ تا کہ فرما نہ انجام دینا تھا۔

ہم کو مرکز اسلام اور دعوت اسلام کے اولین گہوارے میں تمدنی یا ثقافتی خصوصیتوں کی بات کرتے ہوئے یہ نہ بھولنا چاہئے کہ اس کی ایک بڑی اور متنازعہ مشیت و شخصیت بھی ہے جسے اولین مقام عطا چاہئے اور تمام پروگراموں اور منصوبوں اصلاح و ترقی کی ساری خوشنوا اور ذہان و مکان کی تمام صلاحیتوں کو اس کے تاج اور تخت پر ناچا جائے اور وہ قبول اور مغرباً تہذیب اور عصری سہولتوں سے استفادہ کے ہر موقع پر اس کی اصلیت ہی کہ اساس و اصول بنا چاہئے، اور اس ثقافتی و ترقیتی قلبی و تہذیبی منصوبہ سازی کا ایسا مناسب لباس تیار کرنا چاہئے جو اس کی قاست و معزوں پر دست لگے اور اس کی سحر و قدر و قیمت اور اس کے اس پیغام سے مطابقت و مناسبت رکھتا ہو جسے وہ ساری انسانیت نگہ ہر زمانے میں پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔

اس طرح یہ بات اصول موضوعہ کی طرح طے شدہ رہنی چاہئے کہ جو ریزہ العربیہ و اسلامیہ طے الشریعہ و سلم کا نگایا ہو بلاغ اور آپ کی دعوت و ملت کا شروع ہے اس نے اس پر صرف ان کلمات کے اصحاب اور ان کی دعوت پر ایمان رکھنے والوں ہی کا حق ہے اس بنا پر اس جزیرے میں جو اصول اور طرز عمل پروگرام اور منصوبہ اختیار کیا جائے اس کی اس حقیقت کا آئینہ دار اور اس کے مطابق ہونا چاہئے اس سرزمین کے لئے معزوری ہے کہ وہ پہلی چیز سے بالکل دور ہو جو اس کی نگرانی و یابی و سالیات کی مخالفت ہو اور اس کی شخصیت کو گروہ کر کے ہزاروں شریعہ طے الشریعہ و سلم کہ وہ میں نگاہوں کے مستقبل کے اس طے کے کہ کچھ ہوئے جو ریزہ العربیہ و اسلامیہ و نصاریٰ کو باہر کر دینے کی وصیت فرمائی تھی اور اس سے منع فرمایا تھا کہ وہ اسلام کے سوا کسی دوسرے دین و مذہب کا وجود نہ کرے کوئی شک نہیں کہ آپ کی یہ میرا ندے و حریف صحیح مسلم حدیث کا گواہ ہیں۔

تکلیف از وصیت معرفت جہانی طور پر ہی خیر مسلمانوں کے اخراج پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ اس کے
 قہر کم کے اثر و سوز اور اس کی عظمت و شرافت کے افکار پر ختم ہوتا ہے جسے ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے۔
 اس کے علاوہ اس جزیرے میں عربی شریفین اتنے ہیں جیسے وہ بلوچین ہے جہاں بڑے لاکھوں
 صلہ اشر علیہم السلام پیدا و زمانے سے سرفراز ہوئے اور جہاں حق کا فریضہ اور اس کے
 مناسک ادا کئے جاتے ہیں ایسی سرزمین میں وہ محبوب شہر (مدینہ) ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی جہاں آپ کی سجدہ میں گواہی اور پیغمبر شانی اسلامی ماثور و باہما
 اور جہاں سے اسلامی دعوت اور اس کی فتوحات کا آغاز ہوا یہ ایک عظیم اور بڑی ذمہ داری کا
 ہے اس لئے اس ماحول کو اسلامی زندگی کا صحیح گہوارہ اور اس کا شفا کا مرکز بنانا چاہئے
 جہاں بچے کر شخص کو محسوس ہونا چاہئے کہ وہ اسلام کے گہوارہ میں ہے جہاں اس کے اصل
 مذاق و مزاج کا جھلک دیکھی جاسکتی ہے کیونکہ اشر قہار نے اس سرزمین کو پیش کے لئے
 مرکز رکھا اور مسلمانوں کا سالانہ مرجع و مآب بنادیا ہے اس لئے انھیں یہ یقین رکھنے کا ہوا
 حق ہے کہ وہ ایک ایسے شہر کا قصد کر رہے ہیں جو پاکیزگی کا سدھن دین کا گہوارہ اور اسلام کا
 اخلاقی و روحانی دارالسلطنت ہے اور تقدیر طوری اسلام دشمن رجحانات اور اس کی تعلیم
 کے مخالف اثرات سے احتراز دے جس کا مہم و حاضر یہ تصور کیا جاسکتا ہے اور اس نے غری
 تہذیب کے آگے عالم اسلام سے دور افتادہ کسی ملک کا طرف اختیار نہیں ڈالے جو اس اقیانوس
 زبرداری کا حامل نہیں۔

اس خصوصیت جہانی میں سالار کی مصلحت اور کی تقدیر بد و تحشت کی ہدایت بھی رہتی
 چاہئے جس سے وہ دنیا و مقامات سے آنے والے اس ماحول اور فضا کو محسوس کر سکیں جس میں
 اعلیٰ مسرت پناہ اور اگر نہ تھے اور ان میں ان جیسا شعور پیدا ہے اسے اسے نہ کہ کرم خیرات ہی

عبادت و سکینت کا ایک مخصوص جزیرہ ہیں کر رہ جائے جس کے ارد گرد اوی تہذیب کا
سندھ و چین اور ہندو اور اس کے سرکش لہریں بات کی دیوانہ گئی تھیں اور یہی ہوں اور جو بھی پہلی
آئی ہوں۔

محض معاشرتی ڈھانچہ اور ملکی رزم و راج کی تازہ دم تہذیب کا مقابلہ نہیں کر سکتے

غیر مادی اور اقتصاد حقیقت کسی مشرقی ملک میں زیادہ دنوں کا عالم نہیں رہ سکتا اس کے
وسائلیات اور کم و زیادہ معاشرتی اور نفسی ڈھانچے ہیں کے پیچھے نیم و بصیرت پہنچائی کا اثر
مستندہ نہ ہو نیز اس کے ساتھ ہندو مت اور اس بدلتا ہوا دنیا کے مخالف پراسرار
ادبی اصولوں کے مطبق کرنے کی قابلیت اور تہذیب جدید کے ساتھ اور مفید اور اعلیٰ درجہ
اور غیر مفید اور اس چیز کی مکمل ملائمت نہ ہو اس کے تہذیب کے مقابلہ میں زیادہ دیر تک
ٹھہر نہیں سکتا اور اس سے قوم کی مخالفت نہیں ہو سکتی اور وہ ملک جو اپنی قدیم روایات کو جو
دکھتا ہے ان کی کو برقرار رکھنے اور ان کی تائید کی ملائمت سے محروم اور وسط تہذیب یاں اور پچھلے
معتدل سے مادی ہے اس کی قسمت نہیں ہو سکتی حالانکہ اس کے ساتھ کچھ نہیں۔

اس لیے اگر مغربی تہذیب اور اس کے وسائل و اثرات سے استفادہ یا ناقص ہو جائے گی
بصیرت و تہذیب اور خوش چیز کی بنیاد پر نہ ہو تو یہ تہذیب ملک کے خاندان اور باطنی و خلیفہ
مادی کے کوثر اور خوش چیز کے خلعت اس ملک یا سوسائٹی پر چڑھنا یا بعض وجوہات کی بنا پر
کے ساتھ اس کا غیر مستقیم کریں اور اعلیٰ درجہ کے لئے راستہ صاف کریں گے اور غیر مستقیم
مستندہ عنصر میں تہذیب کے عنصر میں ملک کے باطن سے فائدہ نہیں لے سکتے اس پر لٹ پڑ گیا اس کے خلاف
دنیا تہذیب کے ساتھ اور باطنی گانگہارہ کا اور دنیا کی مادی سے مستحق حال کے لئے

بہت دست و پاؤں مٹھوں غلڑائیں لگے وہاں کے احمد سے مذاق قیادت ہمیشہ کے لئے ٹھیک چکی ہوگی۔

تہذیبی و تعلیمی منصوبہ بندی اور دانشمندانہ اقدام کی ضرورت

بڑے کھانے والے ملک کے تقریباً اسی خرقہ ممالک کے ساتھ جو یوگیا ایک ایک کے مغرب تہذیب کا
تقریباً چھوٹے چھوٹے اور کسی ماحولیت کے پیچھے باغیر ان کو یہاں لگاتے ہیں کہ وہ بھی ان کی
قیادت غیر معمولی اور توانائی مند اور انتخاب دہیز کی ضروری صلاحیت سے موزون تھی اور تصویر کے مدنی
یعنی اس کی فکر کے سامنے ہادی طرح نہیں آئے تھے نظام تعلیم اور ملک کی تنظیم کو کیا زیادہ حکیمانہ
منصوبہ بندی (planning) اور جدید تجربوں پر نہیں آتی۔

اس کے علاوہ اور سب سے بڑھ کر صحیح اسلامی تعلیمات سے انھوں کی جڑ سے لگ کر ہی ایسے
حالات اور ایسے تضاد پیدا ہو گئے تھے کہ جس کو عقل اور انصاف کی بنیاد سے بھی جاننا نہیں چاہیے
جاسکتا اور ان کی کہنا نہ نہیں لگائی جاتی ہے کہ صلاحیت نہیں تھی نہ کہ اس نے بھی اپنے آپ کو تہذیب و تمدن
انسانیت کے ساتھ اور اپنے خرقہ میں اپنے کہہ سناج کہ اپنا جدید تمدن انسانی ذالیات
پر اور ان میں شہر ہے یہی تہذیبی و تمدنی اثرات کا ایک جوت تک وہ مغربی تہذیب کے اثرات اور اثرات کا بھی
برائی تہذیبوں کے مفروضات اور تہذیبی و تمدنی اثرات اور اثرات کے ساتھ اور انھوں سے بچنے کے ساتھ
جدید تہذیب کے عناصر اور ضمیمہ اور انھیں قبول کرنے کا اور ادارہ تھا۔

روس اور چند دستان و جاس وقت مملکت برطانیہ کا ایک کام پر تھا کہ وہ یہاں واقع
ہوئے اور ان کا تعلیم و سرکاری اور ان کی سرکاری اور غفلت کے باوجود وہ اس کے اہم جانے وقوع اور وقت
کی نزاکت کے دور سے اس کو درپیش تھے وہ تعلیمی و تمدنی اور فنی نقطہ نظر سے ایک نہایت پہلے
ملک تھا یہی وہی تہذیب کی ابتدا میں پہلی جنگ عظیم شروع ہو جانے کے بعد تک وہ علوم جدید کی ابتدا

کے ہر نامزد ہونے اور تھامے اس کے لیے کہ ان کو تہذیب و تمدن پر تعلیم کا کام ہو رہا تھا
 کاہن کے واسطے اور شہر میں سے اصول کے دور سے اور دھرم کے لوگ پہلے اصول پر
 سمجھنے والے تھے ان کے خیال میں جو خدا کے لیے تھے وہ خدوں کی کام کرنے والے لوگ تھے جو کہ
 ان کے انعام پر اور نیکو کارانہ سے اپنا کرم حاصل کرتے تھے۔ لیکن ان کے خیال میں ان کے لیے بہت
 سے اور قیصر کے لوگ تعلیم پر توجہ دیتے تھے کہ یہ اس کے لیے بہت سے لوگ تھے جو کہ ان کے لیے
 تعلیم کے لیے تھے اور ان کے لیے تھے۔

ہم نے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے
 ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے
 ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے

ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے
 ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے
 ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے

ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے
 ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے
 ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے
 ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے
 ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے
 ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے
 ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے

ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے

انسان کا یہی دامن رحمت اور مہربانی کا سرسبز آب و ہوا ہے جس پر یہ انسان کے علاوہ
اس دنیا میں ہر جاندار کا حیات قائم ہے۔ ہر جاندار کو اپنی ضرورت کے اندر اس کے گھر پر
اس کا اپنا جھانڈا اور مکان کا اپنی انچوائی اور اپنی مسرور کا اور لگاؤ کا خانہ دار ہے۔ یہ جان
کا شکاریہ و شکاریہ میں خود اپنی ہنگامی ضرورت کا گھر بنا کر یہ جاندار بھی رہتا ہے
اور کچھ چند دن ضرورت کے اندر اس کے رہنے میں اس کا خواب بھی بگاڑتے ہیں کہ ان کو
ہر اس قدر شریعت اور گھڑی کو اپنا بھی شہر ہے اور ان کے گھر میں بھی ہر جاندار کا
خواب راحت پر نہیں بلکہ کچھ شہر ہے اور ان کے گھر کا اس صورت میں کہ ان کا انسان بننا تو
ان کے گھر میں نہ ہو کہ ان کا جانی ان کی نفس کو تو پر سوار کی اور اور دنیا کے نام پر
گھومتے پھر رہتا اور ان کی کام میں نہ جاتے تھے۔ ان کی دنیا ان کے کاروبار میں
کاہل و اجالہ کیا ہے تھا اور ان کی تو صورت عجیب البشر خان کا سودا کے لئے نہیں بلکہ
اسرا و بندہ اور جام غریب گھومتے کہ سودا کا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے واسطیلوں میں
ابھی گھر گھومتے ہی رہتے۔

[illegible]

تکڑی ہاتھوں پر موجود رہا۔

عین جنگ عظیم کے زمانہ میں جب انسان دو طاقتوں کے درمیان گھرا ہوا تھا تو یہی قوت جنگی تیاری اور جدید اسلحہ کے گمان سے اس کا کیا رویہ تھا اور اس کا اندازہ ایک مسافر کے اس بیان سے ہو گا، وہ کھٹے ہیں۔

”میں زاد میں اتالیقوں کے بنیاد بہت ابتدائی تھے، صوبہ کا ہونے کی وجہ سے یہی رہتے تھے۔
 انہیں تو تم کہ بندہ تھے، تھیں ہی تے کہ اندازہ (man) راحت جو تھا تھیں ان کو
 انسان جنگ میں خود را کہ کر تھے اور کچھ انگریزی لڑائی (man) بندہ تھے
 چھ ایک تھیں گھوڑے (machine gun) اور کچھ کچھ آتشیں اسلحہ (space gun)
 پہاڑی اور سرکاری اور تھیں، ان کے میں پہاڑی اور کچھ تھیں، ان کا وہاں غلام گھوڑے
 وہاں بات نہ اٹھا تو یہی پائیدار کہ سرکار میں کس طرح سے کھانا نہیں تھا۔ بلکہ
 ایسے کہ وہی جان تھیں، ان کے ہاتھ کی نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ
 سرکار کے ہاتھ تھے اور ان کے ہاتھ میں ہاتھ تھے کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ
 غریب اور عورتوں کے ہاتھ تھے کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ
 لڑتے تھے کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ
 تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ
 بے سرو سامانی کا اندازہ اس سے ہو گا۔“

”میں نے کچھ ہی عرصہ کا لی میں ایک ہول خوار کی طرح رہا تھا اور وہی تھا کہ کچھ نہ تھیں کہ
 کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ کچھ نہ تھیں کہ

[illegible]

ہر ایک کے لیے ایک مخصوص مقام ہے۔

تھکر جات کے افسروں اور مزدور جمہوریوں کی قابلیت کا میڈیا بھی بہت مست تھا اور عام حالات میں معمولی نوشتہ و خواندہ سے سالانہ آگے نہیں بڑھتا تھا۔ اس وقت افغانستان کا امن و امانات یعنی (د. ا. ج.) کا ریڈ فارسی کے عربی و نحو سے واقف نہیں تھا اور ابتدائی انگریزی کے سبق غفر مس ایک سے لیتا تھا۔ غفر حسن صاحب لکھتے ہیں۔

۲۳۔ جس میں کتاب اور اس زمانہ میں افغانستان کے باشندے وین کا حکمران تھا اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ وہ اپنے چچا کو پانچ سال سے اس وقت تک زندہ رکھتا تھا کہ وہ بڑھ کر مر جائے۔ اس حکمت میں ان کی بھی داخل تھی کہ ان کی پچھلے حکمرانوں کی رعایت کی بنیاد پر ان کے جیسے جیسے پوتے لگے یہ سب جو افغانستان میں آئے اگر کسی نے (The Government of the State) یا ان کے انصران کے تحت کچھ نہ کیا

لیکن آخر میں یہ حجاب اٹھا اور اس نے بھی خرابی تہذیب اور طرز زندگی کو اپنی گردن پر
اور دے ساتھ کے ساتھ قبول کرنے کا تہیہ کر لیا اور اس وقت وہ انکو جن کے تیزی کے
ساتھ مغربی تہذیب و معاشرت کو اپنا رہا ہے اس ۳۲ سال کے عرصے میں وہ ان کا یہ انتخاب ہو گیا
ہے کہ جن طریقوں کو اخلاقی معاشرہ بداشت نہیں کہہ سکا تھا اور اس کی پاداش میری زبان سے نہ نکلا
کہ اپنے سوشل نمٹ و مای سے دست بردار ہونا چاہتا ہے اخلاقی انسان ان کو خوشی و تھوہ کے
باجوئے قبول کرنا ہے اس انتخاب غلطیہ کا اندازہ ایک نئی شاہد کی روایت سے ہو سکتا ہے۔

پاکستان کے لیے (CROSS OF CHIVALRY) کا پرچم اور انگلینڈ کے لیے (WHITE CROSS) کا پرچم

۱۹۳۷ء کے افغانانہ مشن پر استقلال پر حرکت کی تھی اور انہوں نے اس کے نتیجے میں افغانستان کی مستقبل پر

اوجھڑا کر دیا تھا۔ لیکن ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 کہو تو ان کے ساتھ ان کے نہیں کیا تھا۔ لیکن ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 اس طرح ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 نے اوجھڑا کر دیا تھا۔ لیکن ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 جھڑپ کی تھی کہ ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 اپنے اپنے مسائل پر ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔

یہ نے جواب دیا۔ لیکن ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 پر جو اس سے پہلے تھا۔ لیکن ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 کہ ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔

یہ اس سے پہلے تھا۔ لیکن ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 کہ ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 کہ ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 کہ ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 کہ ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔

اب یہ سب نہ تھا۔ لیکن ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 کہ ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 کہ ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 کہ ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔
 کہ ان کے خیالوں میں اس سے قبل اس نے افغانستان میں نہیں کیا تھا۔

افغانستان میں جو تبدیلیاں گشتِ عمر کے بعد متعارف ہوئیں، ان کے ایک خاص فرقہ
کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے نام پر ایک نیا دور شروع ہوا ہے۔

[illegible]

آج افغانستان کا پرچم لڑائی میں غرور اٹھیں گا یہ ہے جہاں پہلے طالبات اور دانشگر
آئے اور طالب علموں کے علموں پر چمکے تھے کہ ماریا حقیر بنی ہوئی تھی کہ ماریا تعلیم اور لڑکیوں کے
برقی ہے حکومت پر فیکٹری پر ایک پورے اور کھانا کھا کھات کرتا ہے بہت ہی فکری
حقیر ہو گئی ہے کہ لڑکیوں پر لڑائی میں غرور ہو جائیں گے اور وہ تعلیم پر اور دانش پر
کی ضرورت ہے کہ لڑکیوں پر تعلیم ہو جس سے انھیں لڑکیوں کے اندر ہے
۱۹۷۳ء میں جب صنعت کی افغانستان جانے اور وہاں کے حالات کو قریب سے
دیکھنے کا موقع ملا تو اس نے اپنے سفر نامے میں لکھا کہ میں کچھ تجویز ہے
افغانستان کو اس کی سنگتوں کے ذریعہ اس سے اثرات رکھے تھے۔

ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر ایک ہی فرقہ واریت پر عمل کر کے جو کچھ ہمارے ملک کے
خوشحال ہو رہا ہے اس کے لئے کوشش کر کے وہاں پر بھی غلبہ حاصل کر کے چاہئے اور اس کے

علما اور دین داروں جو انہوں کو گرفتار کر لیا گیا اور قتل و غارت گری کا نشانہ بنایا گیا، ان مظالم کے نتیجے میں نیز افغانی عوام کے مذہبی مزاج اور دنیا حیت کی وجہ سے کیونٹس نظام کے خلاف سخت مزاحمت شروع ہو گئی اور روس کو دو مرتبہ مداخلت کر کے نئے حاکم بنانے پڑے اور جب اس بھی کام نہ چلا تو کھلی فوج کشی کر کے براہ راست ملک پر قبضہ اور اس کو اپنے انتظام میں لے لیا گیا، جس پر اقدام کی دنیا کے اکثر ممالک نے مذمت کی اور اس کو عریاں جا رہیت اور اس تاریخ کا اناؤد بھجا گیا، جب ایک بڑا ملک دوسرے چھوٹے ملک پر فوج کشی اور طاقت کا استعمال کر کے قبضہ کر لیا اور اس کو غلام بنایا کرتا تھا۔

اس اقدام نے جس کی نظیر پچھلے برسوں میں دیکھنے میں نہیں آئی تھی، روس کے خلاف انسانی احتجاج کی عالم گیر فضا پیدا کر دی اور کیونٹس کے مساوات انسانی اور مظلوموں کی حمایت کے بلند بانگ دعوئی کو سخت دھکا پہنچایا اور چھوٹے اس پس خدا اور خوددار ملکوں کو حین کو اپنے حق ادا اور مسلک زندگی عزیز ہے، خوف زدہ اور مشکوک بنا دیا، یہ دوسل منٹھ بھدہ۔
بھدہ خالطہ امراتہ

قریب قریب ہی بین اور ان تمام ممالک کا حشر ہوتا نظر آ رہا ہے جنہوں نے عرصت تک برائی چیز کا انکار کیا اور مفید علوم، بے ضرر وسائل، نئے تعلیمی تجربوں، رفاہی تدابیر اور فوجی دستکلات کو بھی اپنے حدود میں قدم رکھنے کی مہارت نہیں دی تھی۔

کم سے کم ششہائے تکمیلیں کا جو نقشہ اللہ تعالیٰ ترقی و تعظیم ہر روحی ذریعہ کے رابطہ اور
 زمانہ کے رفتار کے ساتھ اس کے سفر کا جو حال تھا اس کا کچھ اندازہ خود بخود ان معلومات کے ہر سنگ کا
 جو صحرے کے کثیر الاشاعت ہفتہ دان و ذوالیست کے عربیوں کے دیر سواروں و خاصا صاحبیوں کے
 نائچے زیر غار جہتیت و عہد عبد العزیز کے لیکل ٹرواویک کے در بیان اخذ کئے گئے ہیں اور
 ان فروری ششہائے تکمیلیں میں ایک ہزار کی شکل میں شائع ہونے والی معلومات کے حسبِ اہل
 مقالین کا علم ہوتا ہے۔

۱۔ ششہائے تکمیلیں میں کوئی بات خاصہ مرموزہ یا خاصہ نہیں ہے بلکہ تخلیقِ خداوندی و مولا کے
 ہاتھ سے کئے گئے کام کا کوئی نسخہ نہ معلوم کچھ پہلے ہی کے کاغذ میں سائن تھا یا تخلیقِ
 صورت و تقدیر ان کا پہلا اور کوئی ساہزادہ صورت و طرح کو دیکھ کر ڈپاؤ ڈال تھا ایک کا
 صفحہ سرائے نام میں کہ لائقِ دولت (دیکھ کر ڈپاؤ) کے سوا اور کچھ نہیں۔

تکلیفِ عام طرح پر مگر کسی نہیں تھیں صورت و شموس و قمار و ترقی کے در بیان کچھ اور
 پہلے کا کچھ لکھا ہے مگر ان کا کوئی نسخہ نہ معلوم کچھ پہلے نہیں ہوا تھا۔

پہلے تکلیفِ صورت و تقدیر کو کتاب تھے ان کے علاوہ نام شہر و دیہات و مکرر سکول
 تھے مگر جو تھے مکتبہ میں ان کی سکول (سکول) بھی تھے اور کچھ کوئی اور تھے
 تھیں جو تھے اس وقت کام کر رہی تھیں اس میں چھ بریگیٹ تھے اور دوسری تھیں جسے
 ٹریڈنگ تھے کہ وقت صورت کے تھے چھٹا دیکھا تھا دوسری ۱۱ بریگیٹ تھے ان کے علاوہ
 ۱۰ چھوٹے نمونے تھے ان کے نام تھے جو اس وقت کا زمانہ تھے تکلیف
 صورت و تقدیر تکلیف تھیں کوئی اور نہیں تھا اور نہیں تھا صورت و تقدیر تھے جو میں
 تھے کہ تھے تکلیف کوئی اور نہیں تھا کہ تھے کا زمانہ جس تھا کہ تھے میں تھے

چیز نہ ہو سکتی تھی (کافی ہے) وہ میں یہاں ہی رہتا تھا اور اخلاقی انکسار اور اشتراکیت کی ذیلی
انجمن کے اندر غیر ملکی اس کی زندگی کا نیا سانچہ بنائیں۔

باقی طور پر میں نے اس انقلاب کے جو میں کے حالات میں درج کیا ہوا وہ سال قبل میں ہی
کے ایک ذرا دلدادہ نائب وزیر خارجہ سید عبدالرشید اعظمی (جس کا سزاویہ اوپر مذکور ہے)
اپنے اس اندیشہ کا اظہار کیا تھا، اور ان کو اس مسئلہ و مسائل کی طرف توجہ دلائی
تھی جس میں اپنی شخصیت کو برقرار رکھ کر رہی کر سکتا ہے اور احمدیہ وحدۃ انقلابات
سے محفوظ رہ سکتا ہے، رشید کے روزنامہ کی کاروباری سمجرت کے لئے پیش ہے۔

(درج ذیل اداروں کے مندرجہ مطابقت میں سرکردہ اداروں کے)

آج ہم لوگ اپنے مذاہن کا حلقہ کے سرکردہ نامی سید عبدالرشید اعظمی سے ملنے
تقریر کر رہے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ اس وقت میں غریب ملک کی زبان کا وہ
بات سے سمجھتے ہیں، ہر طور پر اپنے آپ کو تیز و تندہی کے ہی اندر کچھ ہی ہوتے
یہ کہ اس سے پہلے کو دور رہا سکتا ہے، اس کا بھی اپنے آپ کو جو ماحول ہے
امید ہے کہ وہ سزا کی تہذیب اور اس کے تھیں نظام و فلسفہ حیات سے خوش رہیں
جس قدر کہ اور ماحولیت کے اندر تھیں سے کام نہیں لے گا، اور اس پر اس طرح دنگے کا
جس طرح یہاں اپنی پادری داتے تھیں پرگ تھیں اور اس تہذیب کے سرور میں
رہے گا، جو اس کے طرف سے اس کے تہذیب اس کے خزانہ اور اس کے پختہ اور اس کے
کے ساتھ ماحولیت رکھتے ہیں اور اس کا نام ہے ضرورت چیزیں اور اس کے
مطابق اور ان کے دست کش رہے گا، میں ایک طریقہ عرض ہے جیسا ہے جس کو
زندگی گزار رہا ہے اس کو اس کا اس سے کہ وہ تعلق سے پہنچ کر گیا ہے

اندیشہ ہے کہ اس تعلقات کو دوستی کی طرف لانے اور اپنی زبان اور سخن پر ذکر و تذکرہ کا ایک
 فنکاروں پر مشتمل ہونے لگے تھیں۔ یہاں سے ہی سے جنگ جانشین اور پھر وہ بدستور بن جائے
 جس کی طرف انھوں نے دیکھا۔

یہ نئے ان سے کہا کہ میرے نزدیک اس کی شکل بھی بھی زندگی کا بنیاد و اساس ہے۔ صحیح
 اور طاعت و عبادت میں شمول کا رجحان ہے اور وہ صورت کوئی صورت تمام سے بڑھ کر انسان کا
 دینی تربیت اور اس کے تعلقات و جتنوں میں اس کا خود شمول پیدا کرنے سے دھڑکیا کرتا ہے۔
 دوسری ضرورت بنیاد میں نظام تعلیم اور اس کی صورت کے تحت ہی جانشین کے اس کام
 پر ہرگز دشمنیت سے بڑھ کر اس کے اندر ہرگز اس کا علم اور اس کی تہذیب و معاشرت کی
 بنیاد اس میں ہے اس میں ہی علم و معرکہ و طوالت و ان تجویزوں اور ان بات و گفتاروں
 کے ساتھ ہی کہنا ہے کہ اس میں اس کی تربیت کے لیے ہے اور اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 ہے کہ اس میں اس کے ساتھ ہی کہنا ہے کہ اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 تمام ہرگز اس میں اس کے ساتھ ہی کہنا ہے کہ اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے

اسی سے ملنے جلتے ہرگز اور اس میں اس کا علم اور اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے

نے اپنی کتاب (THE THRESHOLD) میں کیا ہے مصنف نے (۱۹۲۹ء) میں
 میں کیا ہے اس کی جہاں اس میں اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 بننے کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے

۱۰۔ ہرگز اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے

مرد و عورت کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے

پے در پے تبدیلیوں سے ڈارونز اور پورے تھے انھوں نے بعد ازاں بعد ازاں کا جذبہ پر سب انقلابات
 شخصی اخلاقی اور اجتماعی تحریکات اور مفادات کا نتیجہ تھے جس کے تسلسل کوئی رستہ نہیں
 نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اس کا نتیجہ ہے کہ میں ابھی تک ایک عجیب سی
 دور سے گزر رہا ہوں اس کی سمت سفر مبہم اور اس کی منزل غیر یقین ہے۔

سفرِ حجاز میں اس کے حکمران امام احمد کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے
 امام بدیع کے ہاتھ میں تمام مملکت آئی وہ اپنے والد کے زمانہ میں وزیر خارجہ کی حیثیت سے
 دنیا کے مختلف مملکتوں میں گئے تھے پورے سفر میں بار بار گئے تھے اور دنیا کی نئی تبدیلیوں کو
 قریب سے دیکھا تھا ان کو بدلتے ہوئے حالات کا بے شمار زیادہ علم و اندازہ ہو سکتا تھا لیکن ان کا
 اتنا ایک ہفتے سے زیادہ نہ رہ سکا اور تاجک کو ان کی کارکردگی دیکھنے کا موقع نہ مل سکا
 مخالفین دست کے سربراہ عبدالرشید شاہ نے سرکاری انقلابی حکومت کے اشارے پر بغاوت کر دی ہر
 انقلابی حکومت کے سربراہ جہاں جہاں امر کی سرپرستی ان کو حاصل تھی اپنا پیچھے کر کے سربراہ
 نے جہاں جہاں امر کی قیادت پسند اور کیونست توڑ پھاڑی کو اختیار کیا اور یہی پیچھے
 تبدیلی لانے کی کوشش شروع کر دی تاہم تبدیلی مذہبی اصولوں پر تھا اپنا پیچھے حکومت کے
 اثرات یعنی زندگی کے جس گوشے پر اور جہتوں پر تھے وہیں جدید یا مذہبی اصول کا رنگ
 پھری سے بڑھنے لگا یہ عمل شہری زندگی میں زیادہ ظاہر ہوا یہ لگتا ابھی اپنے قدیم رنگوں کا
 اثرات میں تھیں اور اس نئی حکومت کے سامنے پریشانیوں اور داخلی زندگی میں تبدیلیاں
 قبول کیا اس کی وجہ سے یہیں دوری میں گئے تھے لیکن انقلابی عناصر کی باگ ڈور جدید اور
 پرستانہ زندگی کے لئے قائمین کے ہاتھ میں تھی اور ان کی سرپرستی امر کے جہاں جہاں امر کی حرکت
 تھی اور سرکاری طور پر تیار نہ تھے بلکہ وہ لوگ تھے جن کی سرپرستی ان کے لئے نہ تھی

مسوری حکمرانوں کی طرف سے تھی۔ دونوں محاذوں کی کشمکش زمینی اور مکی یہ دونوں میں بڑھتی جا رہی تھی۔

اس کشمکش میں ملک میں تباہی پائی، انقلابی حکومت کا محل دخل جہاں تک تھا وہاں اسلامی قدروں کو نقصان پہنچا، ایسے ملک میں تمدنی سہولتوں میں اضافہ ہوا، شہری زندگی میں اصلاح و ترقی ہوئی، البتہ قدیم و جدید کے درمیان کوئی مستقل رابطہ بن سکی، جدید پسند طبقہ جو نہ طاقت و اقتدار رکھتا تھا اس لئے اس کے اثرات زیادہ پڑے یہ طبقہ ملک کی زندگی کو خاصہ نامزدی بلکہ لحدانہ رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتا رہا، دوسری طرف جہاں عوام اور ان کے مذہبی اور قدیم سرکاروں پیشواؤں کا طبقہ تھا، جس کی تعلیم و تربیت قدیم مدرسوں اور کتبوں میں ہوئی تھی جہاں مصرعہ جدید کے خطروں اور اس کے مسائل سے نہ تو بحث کی جاتی تھی اور ان کے مقابلہ کے لئے ضرورت اور وقت کے مطابق مناسب تدابیر اختیار کرنے کی فکر کی جاتی تھی جہاں کا نصاب و نظام ایسے لوگوں کو تیار کرنے سے بالکل قاصر تھا جو وقت کے فتنوں کو بروقت شناخت کے لئے ان کے مقابلہ کے لئے مؤثر تدابیر اختیار کر سکیں، چنانچہ یہ لوگ جن قدروں اور افکار کے طرہ دار تھے، وہ تیزی کے ساتھ ملک کی زندگی میں اپنا اثر و مقام کھو رہے تھے۔

یہاں کے جنوب میں عدن اور حضرموت کا علاقہ واقع ہے یہ ایک عربی ملک انگریزوں کے زیر اقتدار رہا ہے چنانچہ یہاں انگریزوں ہی کے ہاتھ سے دو طبقے بن چکے تھے ان کو ایسے پر یہاں کی چھوٹی چھوٹی سرکار حکومتیں ایک وفاق میں جنوبی یمن کے نام سے منسلک ہو گئیں اور اس علاقے نے انگریزوں کے اثر سے نئے نمونے اور

ترقی پسندی کی طرف پیش قدمی شروع کی گئی۔ لاکھوں بڑے بڑے کے درمیان
 انتخابت کی کوششوں کے اختتام تک یہ اپنا چہرہ کی سرگردانی میں اس پارے علاقہ
 میں قدیم روایات و زندگی کے حکومات جنگ شروع کر دی گئی اس طرح یہ اسلامی علاقہ نئی
 کارروائیوں کے تیور میں جلد اس مقام پر پہنچ گیا جہاں صرف چند رسول کے فرق
 سے بر ملا اتحاد افکار کی ترویج، شاعریوں کا اشتہار اور صلاح مذہبی قدموں کو چھوٹے
 اکھڑا چھینکے کا عمل جاری ہو گیا، اسلامی زندگی کو مٹانے کے لئے وہ باتیں جو نئے نہیں
 جو دنیا کے کافر ملکوں میں بھی عام طور پر نہیں ہوتیں اور یہ عمل کیونسٹ ذہن رکھنے والے
 رہنماؤں کی سرگردانی میں دور ہوا ہے جن کی تعداد ملک میں زیادہ نہیں ہے لیکن فوج و
 طاقت پر ان کی گرفت ہونے کے باعث ان کے اثرات دور رس ہیں۔

اصل میں جواب جمہوریہ میں کہلاتا ہے اس میں مذکورہ بالا کیفیت عموماً عرب کے
 مابین دیہاتی اثرات کی وجہ سے ایک حد تک کم ہے لیکن جنوب کا علاقہ جو عدل و حسن و
 پرستی ہے، جنوبی میں اور ڈیبا کرچک میں کہلاتا ہے وہاں یہ مذکورہ بالا حالت پوری طرح
 کا فرما رہا ہے وہاں کی حکومت و رعایا روس اور دیگر کیونسٹ ممالک سے بلوائی
 وابستہ ہیں اور وہیں سے رہنمائی اور مدد حاصل کرتے ہیں۔

عالم اسلام میں انقلابات اور بغاوتوں کا اصل سبب !

مسیح دینی شعور اور اسلامی تعلیم و تربیت کا لازمی نتیجہ ہے، ان حالات کی اصلاح
 اور غلط فہمیوں کے لئے بالکل کافی اور اس کا خاص تھا، لیکن جہت سے وہ خود اپنی جگہ
 کھو چکا تھا، دوسری طرف مغرب کی آمد پرست تہذیب بہا تھا اور جلد آگے کے ساتھ

صورت و مساحات کا تصور بلند کر رہی تھی اور تدبیر طرز زندگی اور اصول کو کبھی پرکھنے کے لیے تھی (خواہ وہ کسی شکل میں بھی ہو) اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سوائی میں ایک عالم ہے جوئی اور بدلتا پھرتا ہے، اعلان حالات کے خلاف، دل و دماغی بغیرت، کراہت اور بغاوت کا اعلان، چڑا اور انجام اور نتائج کے قطع نظر، آگ بھڑک رہی تھی، اسلامی ممالک میں جو کچھ مذہبی اختلافت اور بغاوتیں ہو رہی تھیں، اس کا راز اور اصل سبب یہی ہے جوئی اور بدلتا ہے۔

شاید عالم اسلام میں ایسی اختلافت کی مساحیت دوسرے ممالک کے مقابل میں اس لئے بھی زیادہ ہے کہ عالم اسلام میں ہزاروں کروڑوں کے باوجود دینی شعور اور دینی جذبہ میں بحال موجود ہے، جو اتحاد و جماعت اور اسلام پر ممالک کی ایک جہد و جدوجہد پر کسی نہ کسی وقت آنا کر دیتا ہے اور لوگ غلط اور صحیح طریقہ پر موجودہ صورت حال سے چھٹکارا حاصل کر چیتے ہیں۔

بہر حال جب تک عالم اسلام کے کسی حصہ میں عام پیمانہ زندگی اور مرکز دینی پائی جاتی ہے، جب تک کسی کے بعض طبقوں کی غریب و افلاس کا یہ عالم ہے کہ اس کے دکھوں، فساد کو ایک وقت کا کھانا اور بدن و ٹھنکے کے لئے کچر اور سرخس، جب تک ایک مظلوم پر اپنے اظہار و ادھر اور براہ انداز داری اور عدم کام کو دولت کا یہ حیاتی کے ساتھ استعمال ہے، مظلوم اور جہنم کی حالت جاری ہے، جب تک کہ اور اسلامی شہرت کے تمیز اور فرق و فوارہ کا تصور، جب تک کہ اسلامی شعور، محض چند طبقوں کی جب تک جوالت و افواج کی عام ہے اور تمام کا بڑا حصہ تسلیم سے محروم ہے اور عالم اسلام میں کا بڑا حصہ مشرق میں واقع ہے، یہاں اس کے کسی حصہ کی دیکھ سوجھ سالی عالم کو، جسے جس کی تصویریں صدی کا بدلتا ہے، تک کے شہر و اسلامی دھڑکنا اور دیرینہ محنت نے جگمگا سوجھنے کے کھینچنے ہے تو سراسر عیسویوں کا اس دور کا، وہ حال کے نکات جنگ کرنے کے لئے آنا کر دیتا ہے، اور طرح طرحی قیاس ہے، خود ممالک میں ایک نظم میں کہتے ہیں:-

”لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے مشرق کی کون سی عرصہ تک یہاں صحت کا علاج کیا کیا؟
 میں کیا بتاؤں کیا دیکھ میں نے اس سرے سے اس سرے تک یہاں بسنے لیا ہے مگر یہ تو میرا
 فرائض ہیں جنہیں یہ مسلمان ہو گئے دیکھ میں نے مجھ کو اپنے پیچھے چھوڑ کر گریا
 غلام خانہ کے زمانہ میں اسی قلعہ میں دیکھ میں نے عظیم ہی خستہ حال کیا اور اس کا بی بی غزلت
 برائیاں اسی قلعہ کی دیواروں پر لکھ رہے ہیں ٹھنڈے پورے جو کہیں سے یہاں سے لائے گئے
 اتوار اور دیکھ میں نے یہاں صحت کے نام کے ہمارے جوانوں کو مرنے دیکھا دیکھ
 میں کا کوئی قصہ نہیں دیتا دیکھ میں نے کہا کوئی مسیح نہیں ہے“

جب تک کہ ملک کے علماء دین اور دنیاوی اہل علم اپنے دینی فریضے کی ادائیگی اور امور
 انصاف کے سامنے کھڑے نہ ہوں گے کی برأت سے محروم ہیں اور نامہ رسالہ دہ ہڈوں کے لئے کشمکش
 غیر اہم اختلافی مسائل چنگ نہال اور دکاندار اور کشتیوں کی روایت بن رہی ہے۔
 جب تک کہ نئی تربیت نہ ہو تو قومی حریف نفس اور اخلاقی و دینی برأت کا عمل شاہی تقریباً سقوط
 ہوا جب تک مخالفت پر روگ نہ لائے اور مخالفت نہ کریں اور اخلاقیات اسلامی سازشوں میں چور نہ بنے
 سے (اور حسن اور حسن علی الاطلاق) برابر داخل ہوتے رہتے ہیں اور ان کو عالم اسلام کی اس
 آبادی میں کام کرنے کا پروانہ مل سکتا ہے اور ان کے اجتماعی اقتصادی و اخلاقی معاملات کی
 سہارا بنے ہیں اور ان کے تعلقہ تقویت میں نہ جانے کا باعث بنتے ہیں جب تک غیر فطری اور
 غیر اسلامی صورت حال ہی اسلامی ملک میں برقرار ہے کہ اس وقت تک یہ ملک خلاق و
 سیاسی اختیار سے دوچار اور سیاسی و فوجی اختلالات کے لئے ہر وقت تیار رہی گئے یہ ملک آتش
 فشاں جہان کے دہانہ پر کھڑے ہوئے ہیں جو کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے۔

لئے ترک میں مشرق و مغرب کا کشمکش مستحق

اس صورت حال کا علاج

اس صورت حال کو کوئی فوجی طاقت کوئی تفریق اور سزا اور کوئی احتساب نگولی نہ کر
 نہیں سکتی اور شاخساری اور ریڈیائی پروپیگنڈا سال در سال کے ذریعہ ملکِ منیر کی خیریت کا
 سفارتوں کی ترغیبت اور شاعرانہ تقریبات اہل دیہی کو خوش کرنے کے لئے کچھ منصوبے ہیں الا قرآن
 اسلامی کا تفرغ نہیں اور یہ سنا رہیں سے ان ملکوں کی اسلام سے کچھ کاوشا توڑا اعلان کیا جاتا
 رہتا ہے محض دالہے اور دینی مظاہر اس انقلاب اور جدوجہد کا راستہ روک سکتے ہیں۔

اس کا واحد راستہ یہ ہے کہ خائفان اور واقعات کا جرأت و دودا ٹھیکہ اور صحیح دینی روح
 اور دنیا بصیرت کے ساتھ سامنا کیا جائے اور ملک میں دین کی صحیح تعلیم کے مطابق ہمہ گیر اصلاح
 اور ضروری تبدیلی کے لئے صدقِ دل اور اخلاص کے ساتھ کوشش شروع کی جائے جس میں چھٹکا
 ازالہ اور سدباب ضروری ہوا ہے کاستر باب کیا جائے جس سے اصلاحات کا فقدان نہ ہو ایکسپوز کا
 آغاز ضروری ہو اس کے آغاز میں دیر نہ کی جائے اسلام قرآن اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی روشنی میں اور اسلامی حدود کے مطابق معاشرہ میں مساوات اور انصاف قائم کیا
 جائے اہل ملک کی خوش حالی اور غارتگی اہل اللہ کے لئے ضروری قدم اٹھائے جائیں حکم از کم
 جمہور کے ہر فرد کے لئے انسانی حد تک ضروری زندگی کا بندوبست ہو اس بے جا اسراف اور
 حد سے بڑھی ہوئی فضول خرچی کو ختم کیا جائے جو حکام کی اتنی ضروریات ہیں جیسا کہ ہمارے لئے حتماً
 انجیا والی شہرت میں ایسا رکامہ اور ضروریات سے ناجائز مال کے خرچ کا بڑا پورا غلطی ہے
 ناکاذ لٹریچر، غفلت، تشدد، ہر مل کرنے کا شوق ہوا اور تقریریں، استفسار، غلطاری اور اپنے
 گاڑھے پسینہ اور محنت و کلاہیت سے اپنی ضروریات زندگی کے بندوبست کا جذبہ جو نظام

تعلیم کو نئے سرے سے اس طرح ڈھکا جائے کہ وہ اسلام کے عقائد و اصول اور عہد جدید کے
تغییرات اور علوم و مسائل دونوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو اور دونوں کے تقاضے پسند کیا جاوے اور ان مسائل
میں ایک طرف ایسا بدقیس اخلاقی قوت و استقامت خود اعتمادی و خود مادی پائے دیں پھر غیر اصول
یقین اور اس کے لئے قربانی کا جذبہ اور دوسری طرف قوت و ایمان و تکرر و استقلال و بلند ہمتی اور
اولاد پر پیارے اور عزت و ذہانت کے ساتھ مغرب کا مقابلہ کر کے کامیاب ہو اور دنیا پر یکسر کرے۔
اس کا اختراع نہایت سے بچنے کے لئے عوام میں بدین شرح طاقت دیا جائے اخلاقی میں
اور اسلامی شعور پر یکساں ناچو گھاس نہ کوئی شکار اور بے ملنا اور نہ جہالت کے جو غم کا نشانہ کرنے
کے لئے ان کے اسباب و محرکات کا مکمل اور اصلاحات کی عمومی اصلاح اور سیرت و کردار میں بد
کی ضرورت ہے مغرب کا وہ اپنے نام کا ہوا اسلامی ملک اور ماحول کے لئے مفید اور اس کے عقیدہ
سے ہم آہنگ ہے اور کیا اسے خود کوئی عمل اور بالبالا ندرت دکھتا ہے اور قوم کو ایک دھڑلے کا مرکز
ہے اور زندگی کی جدید سرفروشی اور دولت الٰہیہ کے مقصد میں مفید ہو سکتا ہے۔

واحد راہ

اسلامی مشرق میں پیام اس کے لئے اور اس اقوام کو اپنے عقیدہ و اسلامی زندگی قائم
رکھنے کے لئے کچھ کوئی اور دو سوا راستہ نہیں ہے زیادہ بظہور علی تعمیر میں عالم اسلام کو
وہ اصل ایک ایسی ترقی پذیر علامہ و اسلامی سوسائٹی کی تشکیل کی ضرورت ہے جس میں
اسلامی طریقہ زندگی کو اپنے عملی و شعاعی رنگ و رو بہ کا ہمراہ ترقی مل سکے۔

عَالَمِ اِسْلَامِ مِیں تجدد و مغربیت کی تحریک اس کے حامی اور اس کے ناقد

دوسرا موقف

دوسرا موقف شکست خوردگی کی کل پہرہ لگی اور ایک حقیقت مند اور سرگرم عقلا اور ایک ایسے ہتھیار و سلاحت مند شاگرد کا ہے جو ابھی اس بلوغت کو نہیں پہنچا اور وہ ہے کہ عالم اسلام کا کوئی حصہ اس بڑی دشمنی اور اپنا مخصوص مزاج و ذہن نہ کہنے والی تہذیب کو جو ان کا قیادہ قبول کرنے اور اس کے سامنے بنیادی عقائد و فکری رجحانات اور انکار و خیانت اور یا سدا آتش لگا نظام پر ایمان لے آئے (جو عالم اسلام کے احوال سے بہت حد تک نہایت مختلف حالات میں پیدا ہوئے) اور ان کی حالات پر ان کا انگلیں اور پودہ نہ ہوا، ابھر اپنے ملک میں اس کی کل شکل کو بچا اور اس کے لئے قہریم کا قراری کر لے اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے پر آمادہ ہو۔

ترکی کو مغرب بنانے کی کوشش اور اس کے اسباب!

اس طرح ٹکڑوں پر یہ حکم اس کے پہلے ترکی میں تجویز کیا گیا، ترک میں یہ رجحان بہت سے طبعی حوا میں اور ایک طویل تاریخ کا نتیجہ تھا۔

ترک نے ایک طویل عرصہ تک کسی بنیادی اور عظمیٰ کے طبعی دشمن کو تیار نہیں کیا، اس کے برعکس، بیزیر ہو پ کا انتخاب کیا، اس نے یورپ کے مفید علوم و ضروری دستوں کو تقویت عظیم کے طریقوں کو

اخذ کرنے اور ملک کو جدید طریقہ پر منظم کرنے کے ضروری کام میں کوٹاہی اور تغافل کے کام یہاں ملے اور اپنی رہنمائیوں نے ملک قوم کی علمی و فکری رہنمائی کے سلسلہ میں اس ذہانت و جرأت اور محنت کا ثبوت نہیں پایا جس کی ان کے منصب کے لحاظ سے اس سے توقع تھی اور وہ ان درجہ اعلیٰ کی نگرانی و نگر کے جو اس ملک میں تیزی سے داخل ہو رہے تھے جن میں سے بعض فطری اور جن پر کھانچے نہ چھے بڑے اور سفید و غیر سفید تھاغصوں میں تیزی و ترقی کے اور علم و فکر کے اسی سرحد پر کھڑے رہ گئے جس پر بعد علم کا ناقلا تھا اور یہ صدی میں گزرا تھا اور ان سب چیزوں پر وہ کہہ کر ترکی کے آخری سلاطین نے مذہب اور اختلاف کو اپنے مخصوص مصالح اور ذاتی مفاد کے لئے استعمال کیا ملک کی پہلے مذکورہ اوصاف و سلسلہ انگشتوں اور ذات انگیزہ کارایوں میں ان سلاطین کا بھی کچھ نہیں دیکھتا تھا، بعض اوقات ان سلاطین اور ان کے وزراء اور کارکنان سلطنت نے دشمن سے بھی ملنا بڑا اور قوم فروشی سے بھی احتراز نہیں کیا، یہ واقعات اگرچہ انفرادی تھے لیکن جیسے بڑھ چکے نہیں تھے اور نہ جو ان طبقہ کی ہر فرد انگلی کا اپنے اندر خاصا ساہاں رکھتے تھے۔

دشوار اور نازک مرحلہ!

فیسویں صدی کے آخر میں ترکی کو جس صدمت حال کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ فطری اور قدرتی ہونے کے باوجود ایک اسلامی ملک کے لئے اپنی نوعیت کا پہلا تجربہ تھا۔ اسلامی مائشرو کو اس پہلے وطن کے تجربے کا گونا گونا گونا گونا تجربہ وہ تھا جو پہلی اصد و سری صدی کے اسلامی مائشرو کو بین الاقوامی اس کی نوعیت پہنچا کہ اسلامی مائشروہ خصوصاً تارہ و کمانہ و گاندہ ترک کی صلاحیتوں سے بھرپور تھا اس کی حیثیت ملک کو غلامیت کی تھی اس کے باقی قابل دنیا کی وہ تعلیم و تعلیم

یہ تعلیم کے لئے خود ہی صنعت گارہا باستانی و دنیا پر سلطانوں کے علوم و فنون کا اثر

تہذیبیں تھیں ایک مغرب کی، دوسری ان کی تہذیب، دوسری مشرق کی ایرانی تہذیب اور تیسری
 قدیم دنیا کے عظیم و فنون شہانت و ادب و فلسفہ و نظاموں کے ذمہ دار اور تمدن و معاشرت
 کے ترقی یافتہ طریقوں سے آگاہ تھیں اسلامی معاشرہ نے جو بڑے کام کئے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں
 خود شناسی اور خود اعتمادی کی دولت سے بھرپور فائدہ اٹھ کر کسی نئی غلطی کا دور غوریت کے اپنی ضرورت
 اور اپنے حالات کے مطابق اس ذمہ داری کو سنبھالا دیا کہ جس پر اگر مناسب سمجھا جائے کہ اپنے فرائض کو یہ
 کہ مناسب سمجھا جائے کہ پہلے اپنے سانچے میں ڈھالا پھر اس کا اپنی بھیج جگہ تک لایا جائے اور غلطی نہ
 کی بنا پر یہ مستحکم اور اعتبار اس میں معاشرہ کی زندگی اور اس کے اخلاق و رجحان پر اثر انداز نہیں ہو سکا
 دوسرا تجربہ وہ تھا کہ اس اسلامی معاشرہ کو ساتویں صدی میں اس وقت میں کیا غلطی سے لایا
 نے عالم اسلام کے مرکز کی حصر پر قبضہ کر لیا اور سلطان یا کسی طور پر اس کے مفتوحہ اور زیر نگین ہو گئے
 اس وقت اسلامی معاشرہ کو اس نتائج سے ساجھ چڑھا کہ تہذیب و تمدن علم و فن و قانون و دستور
 میں بالکل فرومایہ اور تہی دست تھا اس کے پاس نہ کوئی تہذیب تھی نہ زندگی کا کوئی فلسفہ معاشرہ
 اجتماع اور اپنی خود نوئی کے اعتبار سے وہ اس ابتدائی حالت میں تھا جو صحرائی اور گمراہی کا کہہ سکتا
 ہے اس کا تجربہ یہ کہ مفتوح اسلامی معاشرہ کے سامنے فنا کی تہذیب معاشرت فلسفہ و سیاسیات
 اور ہنگامہ و انداز سے متاثرہ مستفید ہونے کا کوئی حقیقی سولہ نہیں تھا اس کے برعکس فنا کی قوم ہونے
 پر اپنی مفتوح اقوام سے متاثر ہوتی چلی باری تھی وہ زندگی اپنی مفتوح اقوام کی تہذیب و معاشرہ
 علم و فنون اس کے ترقی یافتہ نتائج زندگی اور اس کے اخلاقی و عقائد و سیاسیات سے متاثر ہوتی
 چلی گئی پتا چلا کہ اس نے اپنی مفتوح اقوام کا یہی اور ان کی تہذیب و معاشرہ پر قبول کر لی اور اس کے
 سانچے میں وہ عمل کر رہی کہ اس میں اور اسلام کی ہر چیز میں طبعی اور ممانعتی ہو گئی
 لیکن مثالی زندگی کا یہی سولہ صدی کے وسط میں جس صورت حال سے ساجھ چڑھا اور انسانی

مابعد صورتوں سے شکست تھی وہ اگرچہ آزاد اور ایک بڑی سلطنت کے ملک تھے لیکن مہر و بندانہ کے ساتھ خود غناسی اور خود اعتمادی کا جو بہت کچھ چمکے تھے اسی میں تو قوتوں اور کاروبار تھا۔
 ذابہائی و یقین کی وہ طاقت اس کے بالفاظ میں غریب تہذیب کی زندگی کی قوت سے نمودار اور
 نئے جو شہر اور نئی انگلیوں سے نکلتی تھی وہ اپنے ساتھ ایک ایسا صنعتی علمی و فکری انقلاب لائی تھی،
 جس کے حدود و سرحدیں سے پہلے ترقی کرنے والے چلے جا رہے تھے اور جس سے صوبہ افکار پرانی ترکوں
 کے لئے نئے تھے۔ اچانک اس کا مرکز سلطنت اور کچھ قلب میں تھا اس تجربہ کار سیاسی سے گزارنے کے لئے
 اور اس سے نئے سوز و غم کے لئے اس کو پہنائی نگاہیں مل رہی تھیں۔ اس کی ترقی میں
 اس قسم کی کوئی نظیر نہیں پائی جاتی نہ موجودہ عالم اسلام سے جس کے لئے یہ پہلا تجربہ تھا اور نہ خود
 ترکا کے میدان میں ایسا کارآمد تھا۔ اور اسے عالم اسلام کی ترکیبی پر نظر پڑی ہوئی تھی کہ وہ اس مسئلہ
 میں کون سا وقت اختیار کرتا ہے اور نہ کھلے سارے گویا رہتا ہے؟

اس نازک اور دشوار تجربہ سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اعلیٰ درجہ کا ذہانت اسلام اور غریب
 تہذیب کا گہری واقفیت اور بہت بڑی جرأت کی ضرورت تھی یہ درحقیقت ایک تجدید کام تھا
 جس کو ترکا کو چاہیے تھا اور یہاں پر یہ اسلام عالم اسلام کی تخلیق اور ترقی کے لئے
 تھا۔ اسی کام کی تکمیل پر عالم اسلام کے تہذیبی و فکری اور سیاسی حلقے نے یہ کام کا استقبال کیا۔
 انھوں نے اس ضرورت کو تو اس کا جاسکتا تھا نہ سرسری طور پر اس سے گریزا جاسکتا تھا نہ اس
 کے لئے کوئی ہمت لی جاسکتی تھی۔ یہ ایک ناگزیر فیض تھا جس کو جلد سے جلد ادا ہونا چاہئے تھا۔
 اور جس کو ہر سلسلہ پر قدم رکھنا چاہئے تھا۔

قدیم و جدید گروہ

اس فیصلہ کی تکمیل کے لئے ترکا کے وہ گروہ ہیں جن کی نظر پرانی تھی لیکن تعلیم طلبہ کا گروہ جو غریب

جسے کہ جدید افغانوں اور جدید ہندوؤں کی بہت حد تک ناواقف تھا اور اس غلط فہمی کی گنجین سے بہت حد تک بے خبر تھا جو یورپ کی بڑھتی ہوئی طاقت نے ترکہ کے لئے پیدا کر دیا تھا اس گروہ نے سلطان سلیم ثالث (۱۵۶۵ء تا ۱۵۷۴ء) اور اس کے پانچویں سلطان محمود (۱۵۷۴ء تا ۱۵۸۵ء) کی فوجی تنظیمات اور جدید اصطلاحات کی بہن مخالفت کی تھی جو انھوں نے ترکہ کو عسکری و علمی لحاظ سے یورپ کی بھرتی ہوئی طاقتوں کے درخشاں بدوش لے چلنے کے لئے ناکذکی تھیں۔

چنانچہ نئی نسل کا تسلسل ہے (جو سچ میں نہیں اور نہ ہی بدلتا ہے) ملک کی بعض جدید و مغربی طرز کا تعلیم گاہوں میں زیر تعلیم تھی اس کا شور و خروش دینی کی بے وقعتی و بی مستقبل سے بالکل علیحدہ دین کی تفسیر مغربی تمدن کی غیر محدود و تقدیس و عقیدت ناری اور قدر اور مغربی چھٹا و خیالات کے سامنے مکمل سپر آگندگی پر ہوا تھا اس نسل میں دوسروں اور راجہ نظریہ کا فقدان تھا جو مغربی فلسفہ حیات کی تنقید پر قادر ہو گا اور جو کسی کو سکنا ہو کہ اس کے گھر سے جھکے یا ہیں کس جگہ افراد و تقریب سے کام لیا گیا ہے کیا چیزیں ترکہ کے لئے (جو مابہم اسلام کا جائز و حرام تھا) مفید ہیں اور ان سے استفادہ و اقتباس جائز بلکہ ضروری ہے اور کیا چیزیں اس کے مزاج اور تائید یا نوینا میں اس کے مقام اور کردار سے مطابقت نہیں رکھتیں اور اس کے بعد قیاس پر راست نہیں آتیں؟

اس نسل کی قیادت زیادہ تر فاضلین یا فوجی تعلیم حاصل کرنے والوں پر مشتمل تھی جن کا تعلق دوسرے طبقہ نہ گہری سازش اور باوجود لوگ تھے جنھیں بات کا ذہن کے کچھ خاص تجربات علماء اور قدامت پرستوں کی سرپرستی پر تو بھی اور موجودہ تنگ نظریہ کا قدیم نسل اور اس کے بھائیوں نے غلط اور قول و فعل کے تضاد کا تجربہ کرنے اور ملک میں انحطاط و پسماندگی کے عام نتائج کے مشاہدے پر توجہ پھیر کر اور غیر قسم کے موجود نظام سے غم و رنج و ناخوشی بنا دیا تھا اور ترکہ کو جلد سے جلد

نکری وہ بہن تھیں کہ میدان میں ترکا کو خیا انکو لاپ جیسے لوگ نے جنہوں نے بلکہ انہی اور جو خ کے ساتھ ترکا کو اپنے ماضی قریب کی امید کی اور خاص قوی اور مادی بنیادوں پر تعمیر ٹھکانیں جو بد کی دولت دیں۔

ضیاء الملوک آپ کو دعوت دیا اور گریہ و شکایت اختیار نہیں ہوئی اس کا خاندان حکومت کے اعلیٰ مہدوں پر فائز رہا ہے مغربی مسکنوں کا سکول کے بعد دیا وریکے مسکنوں کا سکول ہی داخل ہوا اس کو اور بہ دیا امن کا خاص ذوق تھا تادیات بھی چھٹی واقعیت تھی اس کو ہی میں ضیاء نے فرنگی اور شرقیات کی تعلیم شروع کی اپنے فاضل ہمایوں دوسرے حکمران اسلام غزالی مدنی، ابن عربی ابن رشد ابن سینا اور خدائی وغیرہ کا مطالعہ کیا وہ امام غزالی کے لفظوں میں "مصلحان" تھے مشہور تھے مصلحان اور آپ فاضل ہیں کتاب ان کا میں شرق و غرب کا گفتگو میں غریب خاصہ تھے کہ ان کا یہ حق کہ ان سے کہیں کہیں۔

[illegible]

سے زیادہ متاثر ہو گا۔ اس لئے کہ وہ ہمیں اپنی شکست سے دوچار تھاویہ ورنہ نہ تھا کہ نقاب
 فرائض کے انکار و خیالات ترک کی کہ ہدیہ نسل کے نون میں بڑھ چڑھ کر رہے تھے۔ خیال کے اسکی
 کا ہیڈ اسٹرکچر اور خیالی اور حیرت پسندی کے خیالات دیکھنا تھا اس وقت۔ یاد رکھیں کہ ہنگامہ
 اور حیرت پسندی کا ایک جلا وطن گروہ موجود تھا جس سے خیال نے رو دیا پیدا کئے۔ خیال نے ہی
 سلسلہ میں تاشق کالان کیا۔ پاشا احمد دتہ آنندی وغیرہ کے مضامین پڑھے۔ بعد از موجود
 کی آمد کے بعد اس کا خفیہ تحریک سے ارتقاء ہوا گیا۔ یہ کہ ڈاکٹر محمد تھا۔ اور سیکل (marcell)
 بشر (marcell) پسنر (marcell) اور لی جون (leah) سے بہت متاثر تھا۔ اسی
 زمانہ میں ایک یونانی استاد کے اثر سے اس کے اندر حقیقت اور حقیقت کی کشش پیدا ہوئی
 اس نے اسلامی فلسفہ اور تصوف کے تعلقی حاصل کر لی۔ چاہیے مگر قبول اس کے اس پر اس کی کیا
 نہیں ہوئی اور وہ ارتقاء بہت (marcell) میں گذر کر گیا۔ فلسفہ میں قیاسی
 گیا اس کو صرف و طبعی کی (marcell) میں حقیقتی کا لیکن تعلیم سے
 زیادہ سیاست سے کھپ رہا تھا۔ اس کا بنیاد تھا۔ ترقی کا کارکن ہی بن گیا۔ اور زمانہ میں کی
 خفیہ کام کر رہا تھا۔ اس کا بعض اخبارات تحریروں کا بننا تھا کہ اس کا خزانہ پیدا ہو کر گذر
 کر بن گیا۔ جن سے چھوٹے کے بعد اس کو یاد رکھیں غور نہ کرنا گیا۔ اس عرصہ میں اس کی گہرا
 کیا اس کی توجہ لوہہ پانی کے خاص مضامین پر تھی۔ انھوں میں فرانسیسی فلسفہ ماہیکارہ اور نیچر
 تھے۔ وہ جلد یاد کر کے حیرت پسند فکر کر رہا تھا۔ یہ گہرا حقیقت میں اس نے غور کیا۔ اس
 قیادت میں جاہلانہ نظام اور انتظامی کشمیری کے نظام جہاوت کی ہی انتہا میں سلطان
 بعد از محمد خاں کی سرور کی کے بعد خیال اور اس کے وقت گذرنا تھا کہ کام کرنے کے قابل ہوئے
 اس نے در اخبارات پیغام اور "d" جاری کئے۔

۔ نوکام میں مستقل قیام اختیار کرنے کے بعد خیرا ترک کا ایک قوم پرست فیصلہ ہی گیا، یہاں ترک کے اس غریب مسجدی علاقہ میں وہ کلاس کو روشنی خیال ترک اور غریب انسانوں سے زیادہ قریب ہونے کا موقع ملا اور اس کے اندر ترک قومیت کی بنیاد پر اتحاد و یکجہیم کے فکرنے نشوونما حاصل کی۔ جس میں اسلام بنیادی عامل (factor) کی حیثیت نہیں رکھتا۔ مشنریوں جنگ بھائی کے قیوم ترک کے زیر حکومت متعدد اسلامی مراکز (میشنریوں) ابائی اور مشنریوں میں مجازاً شکل گئے جس سے ترک قومیت و طواریت قدرۃً زیادہ قبول اور حقیقت پسندی پر مبنی نظر آنے لگی۔ ترک کی نئی نسل پر کلاں پہ کاؤسہنی ٹروس وقت بہت سنگم اور پیچیدگی ہو گیا جب وہ مشنریوں (مصلحت پسندی ذاتی قابلیت اور مضامین کی بنا پر جو کسی علمی سند و فراغت کے بغیر قبول ہونے والی) میں علوم غریبہ کا استاد ہوا، مشنریوں دور سے پہلے علم ترکوں کی طرف اس کی بھی استقبال چھوڑنا پڑا۔ مشنریوں میں جب مصطفیٰ کمال نے یونانیوں پر فتح حاصل کی تو وہ اسلام اور مشنریوں دور بہ نسبت قابلیت و ترجمہ کا صدنا مزد ہوا، وہ کمال کا پرورش حاکم تھا اور انقلاب پسندوں نے اس کے لئے جاکام کیا تھا اگرچہ اس سے اس کے ذاتی تعلقات بھی گہرے نہیں تھے۔ مشنریوں میں بہت پرہیزگار فضا ہوئی اس میں وہ دیکھ کر کاناغہ تھا۔ مشنریوں دور میں ہوا، کمال تا ترک نے یہ دیکھا کہ اس کے مصلحت کے حسابات کی ساری ذمہ داری لینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ بہت سے عورتوں کو اس کا اخبار کیا گیا کہ اس کے خاندان کا خیال رکھا جائے اور اس کا اس شخصیت کی رخصت کا انتظام کیا جائے جو ترک تہذیب کے موضوع پر بے جا دھڑکنا پڑے۔ مشنریوں کو ۱۹۰۸ء سال کی عمر میں انتقال کیا اور پھر سلطان محمود میں دفن ہوئے۔

خیرا ترک پہ نے غریب تہذیب کو اختیار کر لیا اور یہ بتائی کہ وہ اصل میں

”مما شرعنا مذہب وکلمات کے احکامات کے باوجود ایک مشترک تہذیب اختیار کی گئی
ہو یا اپنی اصلاح جو نئے مذہب و عقیدہ میں اختلافات کے باوجود اپنی طرف کے ساتھ ان کے
تہذیب میں ہمارے مشترک ہیں۔“

وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مذہب اور تہذیب دو مختلف چیزیں ہیں ”اسلامی تہذیب“
یعنی تہذیب ایک قسم کا ضابطہ ہے مذہب عقیدے اور بعض جمادات و مراسم گہ محدود
ہے جس کا علوم و فنون سے کوئی رشتہ نہیں۔

مگر وہ یہ بھی نہیں ہو سکتا چاہی کہ ہوں کہ دریاں مشترک ہیں مختلف مذاہب کے
تعلق رکھتے ہیں جب واقعہ یہ ہے کہ مذہب مومن ہی مقدس دلوں و عقائد اور ایمان کے
مجموعہ کا نام ہے تو اس سے جو مذہبی عقیدے ہیں یہ کچھ وضاحتاً انہی انکساریات و
اذاذات و جلالیاتی میلہ ایک عقیدہ نظام کی تشکیل کرتے ہیں جو مذہب کے دامن سے خارج ہوتا
ہے ان کی اپنی علوم ہیں یہ امتیازات طبیعیات، کیمیا، حیاتیات، فضا، لسانیات، فنی طریقے
اور ذوقی طبع کا کفار کے کوئی تعلق نہیں ہے تاہم ان کی کسی تہذیب کا بھی مذہب کے تناسب
و دست نہیں ہے نہ ان کی تہذیب کہ جو مذہب کا اسلامی تہذیب کا نتیجہ نہیں بلکہ مذہبی
تہذیب کا کسی تہذیب کہ جس میں اس طرح مشرقی تہذیب کا اسلامی تہذیب کہ جس
دست نہیں ہے۔

اسی انقلاب گیر اقدام کے نتیجہ و روش کی مثال دیتا ہے جس نے قدیم پسند فکر کی
کھینک کی پیروی اور شرقی رنگ کی تہذیب کے تعلق رکھنے کے باوجود ترقی یافتہ مغربی تہذیب کو
اختیار کیا اور مغرب کی آزاد و طاقت ور قوموں کی صف میں گھر اہو گیا وہ لکھتا ہے۔

کی تعلق مطابق اصل شرع کر دی اور مغربی تہذیب کے ان کھوکھلے نظریہ اور علمی اصطلاحات میں
 الجھ کر رہ گیا جس سے قوموں اور تہذیبوں کی زندگی میں کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوا اور دنیا کا
 حقیقی قوت اور سیاسی عظمت سے کوئی اصولی تعلق ہے اس اقدام نے ترک کی کو اپنے اپنے تہذیب کے
 اور اس شاندار علمی ترک کو اور غیور سے بے تعلق اور بھڑک کر دیا جس کی تیسری دنیا میں کثیر التعداد
 ترک مسلمانوں اور انھوں نے شاندار مصداق تھا اس نے اس ترک کی کہ جس کے مضبوط ہاتھوں میں
 کلنگ دنیا کے اسلام کی سیاسی قیادت و ولایت تھی اس کے لئے کھینچا، جیسا اور پہلی بنا دیا اور
 ملک کے سربراہوں اور ان حوام کے درمیان ایک زبردست غلط فہمی قائم کر دی جو اب ان کی رحمت اور
 دینی جذبہ سے محروم نمودار تھے جس کے جذبہ کی قوت و عظمت کے سامنے دنیا کو بار بار استعزاز
 کے ساتھ سر جھکانے پر مجبور ہونا پڑا تھا اور جنھوں نے ملک کی داخلی کمزوریوں اور فوجی حکام کی
 بددیانتی اور خیانت کے باوجود بھی ایروپ کے اتواڑ ملوں اور مسلم ملوں کے سازشوں کا تھا کہ کیا
 تھا اس غیر دانشمند اور عقلمند اقدام نے قوم سے اعتماد و سرخوشی اور خوشامداری کو ہٹا کر وہ
 دو سوچنے پہاڑ چھین لی جس میں عظیم مسلم قوم کا تیار و خصوصیت دیکھنے سے اس نے ترک کی سازشوں
 میں اضطراب و انتشار و خیمہ کی انسو کی اور ایسی پیدا کر دی۔

بعد میں سازشوں کی تشکیل کے لئے ترکوں کے دینی شعور اور اسلامی جذبہ کو کچلنے کے لئے
 اور قوم کا اسلامییت قوم پر تھا اور مغربی تمدن کی مثال کی طرف پھیر دیا اور اس کو ایک محدود
 دائرہ کے اندر محدود کر دینے کے لئے اس سنگ دیوار تشدد سے کام لیا گیا جس کی فیکر کر نے کی
 اس کا شکار زیادہ تر وہ لوگ بنے جن سے ملک قوم کو بے حد نادم ہو چکا تھا ترک کی کے مخالفین
 علیحدہ پس و پیشوں کے درمیان عقلیت اور طرز فکر کا کشمکش کا بھی موجود ہے ان کے چنگل
 والوں میں اب بھی پوشیدہ ہے اور داخلی اشارہ اور عمومی تحریک سے وہ لوگوں کے اندر بکھر گئے

کے لئے تیار ہے۔

سفرِ تہذیب کا استفادہ کے میدان میں ترک کا پارٹ خاص تقلیدی پارٹ تھا جو قہر
کی تخلیقی قوت، جدت، فکر و فکر کا حق، جد و جہد، ال اور جو صلاحیت سے غالی تھا اس نے اس تہذیب
پر اپنی سیادت (dominance) قائم کرنے کے لئے جو آدھ پرست و فریبے کی تعلیم اور تربیت کا حق
منہ لوگوں کو اپنے اپنے گوشہ نشین قرار میں، دیکھا تھا کوئی غم و اندوہ اور غم و اندوہ کو شش و شش کی دھماکا
قیادت پر قبضہ کرنے اور اس پر قابو حاصل کرنے میں اپنی طرح کا کام لیا اس کا پارٹ صرف
"ور آؤ" (war) کرنے، مستعد لینے یا نقل کرنے کا تھا داس سے زیادہ داس سے کم چنانچہ
اس دور میں دوسرا افسانہ علم میں کوئی متنازعہ علم ترک میں پیدا ہوا نہ دوسرے علوم و فنون میں کوئی
اہم شخصیت نمودار ہوئی، نہ کراؤ فلسفہ کے شعبہ میں کسی نئے مددگار و کتب خیال کا اپنی ترک کا نصیب
ہوا نہ کوئی ایسی شخصیت سامنے آئی جو اس تہذیب کے کسی اہل چرخ کا غنا دے کہ اس کی بجائے خود
کوئی طرح قیمت اور قدریت ہو یہی وجہ ہے کہ اسے تمام ایک سرے و وجہ کی قوم کی جیت و جیت کے لئے ایک
کے ذریعہ یا پھر یہ ہے ترک کا وجود و منکوبہ میں اس کی طاقت میں اتنا کم تھا کہ وہ اپنی ہیست اور
گرم جوش و غلاقی اقدام و تحریکات اور عالم اسلام کی قیادت و رہنمائی کی قیمت کسی طرح نہیں
بہ سکتا جس کی قربانی ترک کو دینی چڑی ہے۔

نامق کمال

سفرِ تہذیب علم سے استفادہ کا زیادہ اتھادی دعوت اور ترک کہ مغرب جدید کے
تعلق کی نوعیت کی بدستور خاصیت ترک کے ایک گہرے روٹھن اس کی کمال کے خیالات و دھماکے میں
لے تاں کمال شکستہ میں (downfallen) ہے کہ اس کی کوششیں اس کا یہ حال کہ اس کا گہرے اقلی میں

ملحق ہے جنہوں نے مغرب کے ان شہریوں پر یہ متغایہ کی رحمت دی ہیں کی وجہ سے مغرب کے اقوام کو ترقی

الانصاف کا جوئی غارتہ و بار پائی کی تعلیم پائی استوار ہو کر ان کی حکومت کی خدمت میں داخل ہوا اور ان میں

تو کہ ان شہریوں کو دیکھ کر ملحقین نے ان پر غصہ کیا اور ان کے خلاف کارروائی کی جس کی وجہ سے ان کے خلاف کارروائی ہوئی اور ان کے خلاف کارروائی ہوئی

کی صورت میں ان کی حکومت میں جو یہ شہریوں نے ان کے خلاف کارروائی کی اس کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

لیکے یہ اس کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

میں ان کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

تو ان کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

ان کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

مغربیوں کے بعد ان کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

میں ان کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

یہ ان کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

کھتا ہے۔

میں ان کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

یہ ان کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

یہ ان کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

یہ ان کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

یہ ان کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

یہ ان کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

یہ ان کے خلاف کارروائی کی صورت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں ان کی حکومت میں

مستعدانہ کے خاتمہ تک کر لیا گیا، جبکہ تعلیم حکومت سائنس سماجیات اور مذہب کے
مسلک پر مبنی اور جنوں اور مسلمانوں کو باری نہیں کیا گیا۔

ترک پرست کو ایک جدید و پرست جگہ کے علاوہ خود میں ہی تعلیمات کے علاوہ
کے باقیوں نے باوجود یہ کہ جن قانون کے احکامات سماجیات اور سماجیات ہی
قبول کر کے اس کو خود پرست جگہ کے علاوہ خود میں ہی تعلیمات کو خود میں
انسانی سماجیات میں جدید و پرست جگہ کے احکامات ہی تعلیمات ہی تعلیمات ہی
علاقہ ہی سماجیات اور سماجیات ہی تعلیمات ہی کوئی بات ایسی تھی جو جدید و پرست جگہ کے علاوہ
سائنس سے ہم آہنگ نہ کیا جاسکتا تھا۔

لیکن باوجود اس کمال کی عام مقبولیت اور اس گہرے اثر کے جو اس نے ترک کی
جدید تعلیم اور خود رضا کو لے کر اب لوہاں کے حاضرین پر ڈالا اور جس کا اثر ان خاندانوں پر
نے ان خاندانوں میں کیا ہے کہ اس کمال کی جدید کی محبوب ترین شخصیت تھی ترک کے
انکار و بیاسیات کی تاریخ میں ان سے زیادہ کسی دوسری شخصیت کی پرورش نہیں کی گئی تھی
اس کا متوازن فکر اور نبیسا مستقل و جوت ترک کی جدید تشکیل میں اتنی خوش ثابت نہیں
ہوئی جیسی دنیا کو لے کر لپ کی مغربی تہذیب اور اصولی سیاست کے اختیار کے کی پرورش
جوت امنیہ کے فلسفہ اور فکر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ترک کو ایک بنیادین طاقت و دار
عملی آویں مل گیا جس نے اس کے تصور اور فضا سے بھی آگے بڑھ کر ترک کو مغربیت کے ساتھ
یہ ڈھالنے کا کام کر لیا ہے کمال ترک کی شخصیت تھی۔

کمالِ تاتارک کا فکری نشوونما، ذہن و زان اور طبی خصوصیات

مصطفیٰ کمال کے والد کا نام علی رضا ہے تھا شیخیہ میں ماویہ کا میں پیدا ہوئے۔ کمال اصل خاندانِ انطولیہ کے ایک گاؤں میں آباد تھا پہلے ایک ایسے ابتدائی دور میں انطولیہ میں جو یورپین طرز پر چلا جا رہا تھا پھر ایک انٹیمپل میں رہ کر ایک سال تعلیم حاصل کی پھر اس کو چھوڑ کر فوجی کالج میں داخلہ لیا اس کے بعد استنبول کے فوجی کالج میں داخل ہوئے اور فوجی سرکریٹیک کے فک کے ساتھ اپنے یہ سلطان عبدالحمید ثانی کا بعد تھا ان کے خلاف مصطفیٰ کمال بعض سازشوں میں ملوث ہوئے اور گرفتار ہو کر مشق جلا وطن کر دیئے گئے۔ وہاں سے بغیر طور پر ماویہ کا جھگڑا کر آئے انجس اتحاد و ترقی میں شامل ہو گئے اور کفجہ میں ہجرت ہو گئے اور قصد یہ کی کہ طبعی حالت کی تعمیر اس کے سپرد ہوئی۔ جسکو شیخیہ میں سلطان عبدالحمید سرحدی ہو گئے۔ شیخیہ میں وہاں ہی بن کر فوجی مشق پڑا جس گئے اس سفر نے ان کی زندگی کی ترقیات اور انقلابات کی طرف سے غیر ملکی اور برصغیر کے برہمنے ہوئے اثرات کی طرف سے چھ میں کہ یہ اس وقت ترک چرنا چار آدمیوں کی حکومت تھی اور اعلیٰ آبادیاں اور جہاں مصطفیٰ کمال کا ان سے سخت اختلاف تھا کمال کو بین الاقوامی مقاصد و تارک کے اہل عثمانی سلطنت کی تاریخ سے کوئی تعلق نہ تھا وہ اس پالیسی کو ملک کے لئے مہلک اور تباہی کہتے تھے اور جو انہوں کو تباہ کر تے تھے شیخیہ میں جنگ اچھا شروع ہوئی۔ وہ جہاں شہر ہو گیا باجرہ و دہانہ اگر سنہ کے ہجوم ان کی پالیسی اس وقت بدلتے بدلتے سے بنے تھے اثر ہوئے اچھا ان کی رہا مستوں میں استحکام نہ رہا تھا کہ وہ سب نے ان کے لئے اثرات فوجی و بازرگانی کو دیا۔ انہوں نے جنگ ہوئے اس وقت اپنا ترقی و اعزاز کے آخری واسطے پر پہنچے۔ انہوں کی کوشش تھی کہ تمام مسلمانوں کو غلیظ اسطیع کے جھنڈے کے نیچے لے آئیں اور نہ تو سنوں کو ترک کر

وہی نظم کا کام سپرد کیا۔ مصطفیٰ کمال کو ریاست تخت تابندہ تھی۔ ششدر میں جنگ عظیم شروع ہوئی اور
 انفرادیت کے دفاع کے دباؤ سے ترکہ جرنی کے ساتھ باقاعدہ جنگ عظیم میں شریک ہو گیا۔ کمال کے رٹا
 تھی کہ ترک کو غیر جانبدار بنانا چاہئے اور جرنی کی فتح ہو اس سے قائدہ تھا چاہئے کمال نے اپنی
 مرضی کے خلاف اس جنگ میں دیکھو اور مصر یہاں ششدر میں لگی ہوئی کہ ترکوں نے بہت سے فائدہ اٹھا
 دیا اور اسی سے ان کی شہرت شروع ہوئی۔ ششدر میں وہ قفقاز کے علاقے بھی گئے۔ ششدر کا تار
 یہ کہ تھوڑی کالی سپرد ہوئی۔ لیکن ان کے کمال نے سنبھالنے سے پہلے جرنی کا خیال ہو چکا تھا اس سال
 سے وہ جرنی کے بعد پر فائز ہو کر دوبارہ قائم مقام کا نائب کر بھیجے گئے۔ ششدر میں جرنی اور ترک
 کی شکست کے ساتھ یہ جنگ ختم ہوئی۔ ساتھی وزیر اور ترکہ کے رہنما ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے
 اور کمال کے نئے میدان صاف ہو گیا۔ بھائی اور اس کے اتحادی نئے اختیارات پر قبضہ کر دیا۔ انگریزوں
 جرنی پر مبنی پھیل گئی اس وقت اس قائم کرنے کے لئے مصطفیٰ کمال کا انتخاب ہوا۔ انھوں نے
 یونانیوں کے خلاف جنھوں نے سیر پر قبضہ کر لیا تھا، سلطان جنگ کر دیا اور ششدر میں مقامیہ کے سرکر
 میں کو شکست کا شہرہ دل اور غازی کا لقب حاصل کیا۔ اس کے بعد انگریزوں میں ایک نئے اثر و
 قائم کی غفلت اور عثمانی سلطنت کے خاتمہ کا اعلان کیا اور ایک غیر رسمی جمہوریہ قائم کیا۔ جرنی
 ششدر میں وہ پہلے صدر منتخب ہوئے اور اس حالت میں ششدر میں اٹھالک کھڑے

کمال ان ترک کی قیادت میں ترک نے نام نہاد سمیت دیکھو لازم اپنے اسٹیٹ سے انھوں نے
 بناوٹ خدیشہ پیدا مغربیت اور مسکری آمریت کا جو نئے اختیار کیا اس کے وجود و مابین
 سمجھنے کے لئے اس تحریر میں حقائق کے نگار اور یہی قائد اور ترک جمہوریت کے سادہ اعظم کمال
 ان ترک کے ذہنی ارتقاء، انگریز نشوونما اور اس کی مزاحمت کیفیت کے سمجھنے کی ضرورت ہے

تھا اور جس طرح وہ اس کے اصحاب و جذبات پر مستول تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے مصنف مذکور لکھتا ہے:

”بڑی حد تک مصطفیٰ کو ہر چیز کی تعمیل کا حق اس پر وہ خود بھی مال تھا وہ اس نے
خداوند پر حبیب و پکار و پختی کی اور اس کا ایک ظاہر یہ بھی تھا اس نے اس پر فقہ
تہذیب کو ملک کے کچھ حصے سے دوسرے حصے تک پھیلایا اور جب وہ اس تہذیب کے
نتیجہ کو دیکھتا تو اس کی انھوں میں چمک پیدا ہوتی تو خود اس کے پیروں پر کعبت
نور اور جلا تھی جو کسی صوفی کے روحِ جنت کے وقت اس کے پیروں پر نظر آتی ہے۔“

تہذیب کے منتقلی اس کا تعمیل کیا تھا اور وہ ترک قوم کو یاد دیکھنا چاہتا تھا اور اس کا
امانہ حسب ذیل بیانات سے ہو گا مصنف لکھتا ہے۔

”مصطفیٰ کی اپنی اہمیت کہ تھا کہ ہم کو ایک مذہب و شائستہ قوم کا سامنا پیش کیا ہے
ہم کو دیکھو کہ اب ہم کو ایک بڑی قوم میں ہم کو دوسری قوم کے دارالافت و انوار کو اپنے دل سے
خیال کیے بغیر پرچلنے کو تو یہ نہ تھا کہ ہم کو اپنے اس کے ساتھ ساتھ چلنا پڑتا ہے۔
اس کے بعد میں ہی ایک صوفی صوفی غلام نے یہ فرمایا کہ ترک کا خیال تھا کہ اس کے
صوفی جو صوفی کہانی قوم تھا تو ہم کو ایک بڑا اور اس کو ایک بڑا گروہ تھا اور خود تھا
مجھے جنگ کے دوران میں غلام نے یہ فرمایا کہ ترک کے لیے اس نے ایک ایسے
آئی کی تربیت سے کیا کام کرنا شروع کیا کہ اس کا سرخ تھا کہ ہم کو اپنے اس کے ساتھ
ہر ایک کو نہیں تھا کہ اس کو سونے کے کام میں داخل کر کے اس کے ساتھ تھا اور اس کے ساتھ
کے ساتھ ہی حالت میں رہی تھی۔“

ترک قوم کو جلد سے جلد غلام نے قوم کے رنگ میں رنگ دینے اور اس کو اپنے کام میں لگانے

اصلاحی و انقلابی کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے نسب ذیلی اعلان کرتا ہے۔

۱۲) انکے نے توڑ پھڑکا سب سے درست اور موثر کارناموں کی گنجینہ کوئی شے نہ ہو سکتی
 آغا خاں کا کیا تھا اس نے بعد کیا تھا کہ انکے اہل اہل بیت و اہل بیت سے تعلق نہ تھا
 ہے اور اس تمام بے کوٹا ناچے میں نے اس کو گھیر رکھا ہے اس نے اس تمام بے کوٹا ناچے
 کو اپنی تہ چھینک سہکتے کو چھوڑتے سے آشاکا اور اس آواز کو ایک شہنشاہی
 (1919ء) تھا ایک مولیٰ ملک ہی تبدیل کر دیا اور ایک مذہبی ریاست کو غیر مذہبی کا
 جمہور بنا دیا اس نے سلطان (خلیفہ) کو خراج کی کہ تمام شمالی مملکتوں سے مستحق
 خراج کرتے تھے اور اس نے قوم کی عظمت اس کے تمام تصورات، اخلاق و عادات پر اس
 عزم و شجاعت کو اب سوا شہرت اور شہرہ زدگی کے اور نیات تک تبدیل کرنے کا ہم شرع کی
 جو اس کو اپنے مذہبی و شرعی اصول سے جدا کر دیا یہی کلی انتخاب و تبدیل کا کام
 بنایا اس کو اٹھانے چاہئے ہے چھوڑا اور بالکل نیا اس کا کام کہ عوام کی کاپی ہو سکا
 تھا کہ وہ اس نے کیا کیا ہے اس نے اس پر توجہ پائی اور ملک کو نئے نئے نئے کی اس میں تمام
 پر بھی توجہ پائی اور اس کا؟

کمال انکار کرنے والے واقعہ تمام پر توجہ پائی ملک کو سیکورر مذہبی اہلیت میں تبدیل کیا
 جس میں اسلام کو سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل نہیں رہی اور یہ سیاست میں آفریقہ ہو گئی
 اور فیصلہ کر لیا کہ مذہب و مذہب کا ذاتی معاملہ ہے ہر شخص اپنے لئے کسی مذہب کا انتخاب
 کر سکتا ہے بغیر اس کے کہ سیاست میں بھی اس کو دخل ہے اختلاف کے ادارہ کو ختم کر دیا کہ شرعی
 اداروں اور محکموں اور اسلامی قانونی شریعت کو ملک سے بے دخل کر کے سولہ ریاست کا قانونی

”دارالمنہج“ جو فیصلہ کے لئے جس کا بیت کہہ کر شروع کیا، حقیقت میں وہ اسلام کے
 حق پر کار کا حربہ اور اسلام کی حیثیت رکھنے والے تعلیم کے لئے کائنات کا تمام نظم
 و حدود میں توحید و یگانہ پن کا باعث بنے اور تمام تعلیمی نظاموں میں جو اس میں ہے اس کے لئے ایک
 بازو بنا دیا تھا۔ درحقیقت تعلیم کے تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا مرکز ہے اور
 اس علم اور اساتذہ کا کاروبار کو قائم کر دیا اور اس میں تعلیم دینے والے اور اساتذہ کو اس میں تعلیم کے
 لئے کئے اور تمام خدا پرستوں کے لئے اور ان کے لئے اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا
 قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے
 دیکھو یہاں تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے

تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے
 یہاں تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے
 تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے
 تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے
 تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے
 تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے

تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے
 تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے

تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے
 تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے
 تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے

تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے
 تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے
 تفسیر و تفسیر کے لئے اس میں توحید و یگانہ پن کا قائم ہے کہ اس کے تفسیر و تفسیر کے لئے

قیام کے باعث آج کل کے تمام حکمرانوں کے لئے اس صحت قدمہ فائز مائیکے مقبول ہے
 کہوں کا یہابی حاصل کرنا بہت زیادہ دشوار ہے۔

ہنر کے ہم عصر ہونے کیلئے انکار کرنے کیلئے یا دوزخ میں داخل ہونا یا انکار کرنا اور انکار کا
 قصداً اپنے ہم وطنوں کے ذہن کو اپنی عقلی امان سے ہٹانے کے ہم آہنگ ہونے کا نتیجہ ہے اور
 معزنا صحت کے سچی میں زیادہ خاصہ اور دشمنوں کے ان میں سوجھ بوجھ کے لئے کہہ سکتے ہیں کہ
 ہولناکیوں پر نہ صحت کی اس باتوں کے خلاف کہ ہولناکیوں کے لئے میں نے شہنشاہی اور غلیظ
 کی عقل کی غیر ضروری ہو گیا تھا جس کے ذریعہ ان کے لئے ایک نئے نئے نئے نئے نئے نئے نئے
 کے اور ہونے لگے اب ان کے لئے کہ ہولناکیوں کے لئے میں نے شہنشاہی اور غلیظ
 ہولناکیوں کی کثرت دیکھتے تھے وہی ہولناکیوں کے لئے میں نے شہنشاہی اور غلیظ
 اور ان میں نہ ہونے لگے تھے اور ان میں نہ ہونے لگے تھے اور ان میں نہ ہونے لگے تھے
 انکار کرنے کے ترک کرنا زندگی سے اسلامی اور عربی انصر کو دور کرنے میں حیرت انگیز ہے اور یہابی
 حاصل کی زندگی کے خلاف اگر کوئی دوسری قوم ہوتی تو اس کا رشتہ اسلام سے اور اپنے اصناف سے
 ہمیشہ کے لئے کٹ چکا ہوتا اور اسلام دنیا میں ایک دوسرے آپس میں کا تجربہ ہوتا لیکن ترک قوم کوئی
 واپس نہیں آیا اسلام کی اس دنیا دار ہے اسلام کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ شریعت کے اندر ہی ہے اور
 اس کے کھر کرنا اور اس کی کثرت کے ساتھ اس کو ایسا جذبہ اتنا روحانی اور قلبی لگاؤ ہے اسلام کے ساتھ
 اس کے تعلق کی بنیاد پر یہی غلبہ ہے خصوصاً ان میں بلکہ ان میں یہی کہ ان کے لئے یہی ہے اور
 ان میں یہی کہ اسلام سے وابستہ ہر ایک جتنا کہ ان کے ہر وقت کی جو حالت یہ بیان کہ جو حالت اور
 اسلام کے لئے ہم کو ہمیشہ محسوس ہوتی ہے کہ اسلام خود ہی ان کے لئے ہے ان کا تجربہ ہے کہ ان کے

کے مجدد بنی بیداری کے آثار برابر نمایاں ہوتے چلے گئے۔ آنے والی حکومتوں نے بھی بہت سی بدشعیں ڈھیلی کرنی مناسب سمجھیں۔ عوام نے دوبارہ اسلام کے ساتھ اپنے گہرے تعلق کا اظہار کیا اور تہذیب اپنے انتخاب اور ووٹ کی طاقت سے اپنے لئے بہتر حالات اور ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی، اگر کوئی غیر معمولی بدشعیشی ذاتی نقاب بھی اس کا اسکاں ہے کہ ترک اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کوئی مفید خدمت انجام دے سکے اور اسلام کو وہاں دوبارہ پھلنے پھولنے کا موقع ملے۔

عالم اسلام میں انا ترک کی غیر معمولی مقبولیت

یہ حالت تھے جنہوں نے ترک کو تحریک تجدید و بحالہ اور مغربیت کا نام اور اسلامی ملکوں اور حکومتوں کے ترقی پسند زعماء کے لئے ایک قابلِ تخیل نمونہ اور مثال اور کمال انا ترک کو عالم اسلام کے ترقی پسند ماحضروں اور نئی نئی کڑاویں نکال کرنے والے ممالک میں ترقی و انقلاب کا رمز (symbol) اور قابلِ سیاست اور اپنی فکر و نوں کے لئے ایک ہیرو اور آئیڈیل بنا دیا۔ لکڑا دا اسلامی ممالک کے برسرِ اقتدار طبقہ اور سیاسی زعماء میں ہیں کوئی ایسا ایڈر نظر نہیں آتا جس نے اتنی محدود و سطحی ذہنی و علمی صلاحیت اور اخلاقی پستی کے باوجود لوگوں کے دل و دماغ کا اس درجہ مسحور اور اپنی شخصیت اور کارناموں سے اس قدر متاثر کیا ہو اور اپنی عقلی و فطری کمزوری کی اتنی زبردست خواہش لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہو جتنی کہ کمال انا ترک نے اس عہدِ آخر میں کی۔

لے مرکان انا نے اپنی کتاب (Matawan) میں ہماری پیشانی پر لکھ دیا کہ "ماتو و حلو"۔

اس کی سب سے بڑی وجہ شہرت تھی کہ اس نے ترکہ کو بہت تازگی سے ایک ایسے غلطو سے بچایا جو اس کے لئے موت و نیست کا سوال بن گیا تھا اور ایک ضبوط حکومت قائم کی اور مغربی حکومتوں اور اس کے سیاسی لیڈروں کو اپنی عزیمت اور عظمت کے سامنے سرنگوں کر دیا، مشرق کے مسلمان اس جہد میں سیاسی قوت کے پیرائے اور ہمت و آنادی کے حصول کے لئے جڑیں تھے اور جس میں ان کو یہ صفات نظر آتی وہ ان کا محبوب بہرہ بن جاتا اور اس کے سامنے وہ بے حد نیاز تسلیم کر لیتے۔

کمال اتاترک کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا کہ مسلمانوں کے دلوں میں اس کی طرف سے باغداد میں عقیدت و محبت کے جذبات پیدا ہو گئے۔

اس کا دوسرا سبب یہ تھا کہ اس کی اصلاحات اسلامی ممالک کے قومی لیڈروں کی انگلیوں کے عین مطابق ثابت ہوئیں اور اس نے ان کے اصلی خیالات و جذبات کی ترجمانی کی ان کے دلوں میں تعمیر و انقلاب اور دین کی گرفت سے آزادی کی جو شدید خواہش اور اپنی قوم کو مکمل طور پر مغربی تہذیب کے سانچہ میں ڈھالنے کا جو دیرینہ جذبہ موجزن تھا ان اصلاحات نے ان کے لئے ایک شاندار اور کامیاب تجربہ اور نمونہ فراہم کر دیا۔

بہر حال اس کے جو بھی اسباب رہے ہوں نتیجہ یہ ہوا کہ کمال اتاترک کے اسلامی مشرق میں وہ تمام حاصل ہو گیا جو ایک مغربی عرصے کے کسی مشرقی لیڈر کو حاصل نہ ہو سکا تھا، اسلامی اقوام کے ابھرتے ہوئے رجحانات و سیلانات اور مغربی تہذیب کے بائیں میں ان کے رویہ اور موقع پر ترکہ کے انقلاب کا گہرا اثر پڑا اور یہ اثر پڑنا قدرتی اور لازمی تھا۔

ہندوستان میں مغرب و شرق کی کشمکش

دوسرا میدان ہندوستان تھا جہاں شرق و مغرب کی کشمکش مختلف سیاسی اور تہذیبی اسباب کی بنا پر اس طریقہ پر سامنے آئی کہ اس کے سامنے دو راستوں کے علاوہ کوئی اور راستہ باقی نہ رہ گیا تھا، اسلامی زندگی کی ترجیح عقیدہ و ایمان کی بنا پر یا مغربی زندگی کا انتخاب مادی قوت اور ترقی کی بنیاد پر۔

ہندوستان میں انگریزی حکومت (جو شرق میں تہذیب مغرب کی نمائندہ اور کبلی تھی) کے قدم اچھی طرح جم چکے تھے وہ اپنے ساتھ جدید علوم اور جدید تعلیمات اور اس کے متعلقہ آلات و مصنوعات اور افکار و خیالات کا ایک بڑا لشکر ساتھ لائی، ہندوستانی مسلمان اس وقت زخم خوردہ، ستمی اور شکستہ خاطر تھے، عقائد کے ہنگامہ میں ان کی عزت و خودماری پر مغرب کا رویہ گلی گلی تھی، دوسری طرف ان کو نئے فائز کا دھبائے حالات کی دہشت، ناکامی کی شرم اور مختلف شکوک شبہات اور تہمتوں کا سامنا تھا ان کے دہرہ و ایک ایسا فائز تھا جو قوت و خود اعتمادی سے لبریز تھا، ایک ایسی تہذیب تھی جو جدت و نشاط انگیزی اور ترقی پسندی سے مالا مال تھی، بہت سے ایسے مشکلات اور مسائل تھے جو فوری اور دور اندیشانہ حل اور فیصلہ کن اور واضح موقوف رہا ایسی راہ کے طلب گار تھے۔

دینی قیادت اور دارالعلوم دیوبند

اس پر پیدہ نفسیاتی کیفیت اور نازک حالت میں ردِ قسم کی قیادتیں ابھر کر

سامنے آئیں پہلی قیادت دینی قیادت تھی جس کے علمبردار علماء دین تھے، دوسری قیادت کے علمبردار سرسید احمد خاں ہیں کے حلقہ گوش اور جدید کتب خیال کے افراد تھے۔ جہاں تک علماء کا تعلق ہے ان کو رسول اللہ فی الدین ازہد و تقویٰ ایثار و اخلاص دینی غیرت و حمیت اور اس کی راہ میں قربانی کے میدان میں عالم اسلام کی سب سے طاقتور دینی شخصیت اور عنصر قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اس علم و بربریت اور غیر معمولی سنگ دلی اور بے رحمی کی وجہ سے جس کا مظاہرہ انگریزی حکومت نے مسلمانوں کے مسائل میں کیا تھا جن کو وہ مشفق کے غصہ کا اور میں دینہ اور حق تعالیٰ کا تسلیم کرتی تھی اور حیثیت کی ترویج و اشاعت میں حکومت کی سرگرمی اور گرم جوشی اور غریب تہذیب کی حوام میں غیر معمولی تیزی کے ساتھ مقبولیت اور مسلمانوں کے عقائد اور اخلاق و معاشرت میں اس کے اثرات کی وجہ سے ان لوگوں کا اقدام کے بجائے دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا انھوں نے اس کی فکر شروع کی کہ دینی جذبہ اسلامی روح، اسلامی زندگی کے مظاہر اور تہذیب اسلامی کے جتنے بچے گئے آثار باقی رہ گئے ہیں ان کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے اور اسلامی تہذیب اور ثقافت کے لئے فکر بنایا کر لیا جائے اور پھر ان قلموں میں رحمن کو غریب مسلمانوں کے نام سے پکارا گیا ہے مبلغ اور داعی تیار کئے جائیں۔

اس عظیم اسلامی اور ملی تحریک کے (جس کا آغاز مسیحیہ و مطالبہ قسطنطنیہ میں ہوا) سربراہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بنی واد اسلام و دیوبند تھے۔ مولانا سیدونا ظفر حسن گیلانی، مولانا محمد قاسم صاحب کے بڑے سوانح قاسمی

لئے تفصیل کے لئے مکتبہ دیوبند، خانہ اسلامیہ، ازبکستان۔

اس تحریک اور اس کے قائلین نے ہندوستانی مسلمانوں کے اندرون کی بھت
شریعت کا احترام اور اس کے راستے میں قربانی کی طاقت اور مغربی تہذیب کے مقابلہ
میں زبردست استقامت و صلابت (جو کسی اور ایسے اسلامی ملک میں دیکھنے میں نہیں
آئی جس کو مغربی تہذیب اور مغرب کے اقتدار سے واسطہ پڑا ہو) پیدا کر دی۔ علی بنہ
اس درجہ ان کا علمبردار اور ہندوستان میں قدیم اسلامی ثقافت و تہذیب و تربیت
کا سچا بڑا مرکز تھا۔

تحریک مدوۃ العلماء

مدوۃ العلماء کی فکری تحریک شیخ محمد سلطان بن محمد (رحمہ اللہ) کے بانی مولانا
محمد علی نوگیر علیہ رحمۃ اللہ جس کی رہنمائی ان کے بعد عمر سنگھ مولانا شبلی اودھان کے
نامور نقادوں نے کی اور اس کے قائم کردہ دارالعلوم میں اس کی صلاحیت تھی کہ وہ
اسلامی اور مغربی ثقافت اور علماء دین و جدید طبقہ کے درمیان پلی کا کام کر سکے اور
ایک ایسا استوا بن کر تیار کر سکے جو قدیم و جدید دونوں کے محاسن کا جامع ہوا اور
اس مدوۃ فکر کے ذمہ داروں کے الفاظ میں: اصول و مقاصد میں سخت اور بے لوث
اور فروع اور وسائل میں وسیع اور یکساں ہو؟

ان کے نزدیک دینی احکام تعلیم ایک تیز و ترقی پذیر ذریعہ تعلیم و تربیت تھا
جس کو ان کی تہذیبوں اور ثقافتوں کے مطابق اپنی درجہ و مقاصد اور اساسی علوم
لے کر ان کے عقائد و دینی کے علاوہ مذکورہ بالا اصول و فروع کی ان محاسن کو ملحوظ رکھا
تھو۔

کی مخالفت کے ساتھ بدلتے اور ترقی کرتے رہنا چاہئے، وہاں کے نزدیک ایک جاہل و
 (1912-1913) نصاب ہونے کے بجائے ایک زندہ و ناکامیہم کی طرح زندگی اترتی
 اور وسعت کی صلاحیتوں سے بھرپور رہتا ہے دوسرے الفاظ میں دین ایک ابدی
 حقیقت ہے جس میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں لیکن علم ایک پھلنے پھولنے والا
 درخت ہے جس کا نشوونما برابر جاری رہے گا اسلام ان کے نزدیک ایک عالمگیر
 اور جاوداں دین اور زندگی ہے اس لئے وہ دین انسانی کے ارتقاء و ترقی اور ترقی
 کی مختلف منزلوں سے اس کا سابقہ پڑنا اور ان بدلے ہوئے حالات و تصورات
 و افکار میں رہنمائی کا فرض انجام دینا اور پیدا ہونے والے خلک و شہادت کو رہنمائی
 کرنا ایک قدرتی امر ہے اس کے لئے اس ذریعہ تعلیم کو بھی اسلام کے نامزدوں
 اور اس کے شائقین کو تیار کرنا ہے اپنے دائرہ کو برابر وسیع کرتے رہنے اور اپنی
 صلاحیت اور زندگی کا ثبوت دیتے رہنے کی ضرورت ہے، مدوۃ السلاط کے
 بانیوں نے اصلاح و توسیع نصاب کی آواز بلند کی یہ آواز ہندوستان میں مدوۃ السلاط
 نصاب تعلیم پر مضبوطی سے جما ہوا تھا (انٹرنیشنل آواز تھی) دوسرے اسلامی ممالک
 میں بھی ابھی اصلاح نصاب کی دعوت کا غلغلہ بلند نہیں ہوا تھا، اور جامع ازہر
 نے بھی ابھی کوئی قدم اس سمت میں نہیں چڑھایا تھا اس کا کس قدر اعلان ان
 دو انقلابات سے ہو گا جن میں ایک ہانی مدوۃ السلاط سولانا سید محمد علی ہونگیر
 کی ایک تحریر سے اخذ ہے دوسرا سولانا شبلی نعمانی کے قلم سے ہے۔

اس زمانہ میں حالت یہ تھی کہ وہ اعتراضات جو پہلے فلسف میں کئے گئے

اب انہیں کوئی نہیں دیکھتا اور مدوۃ السلاط کے رد کے باقی رہے

اہل حق کے اعتراضات اور جوابات سیکھنے کی ضرورت دینی اہل دنیا عالم،
 نیازانہ دنیا پانی ہے جدید فلسفہ کی بنا پر اس زمانہ کے مخالفین اسلام نے
 نئے نئے قسم کے اعتراضات کئے ہیں جو پہلے مذہب کا شافی طور پر جواب دینا
 قدیم فلسفہ کے جاننے سے نہیں ہو سکتا اگرچہ کوئی کیسا ہی دھوکے کرے وہ اس
 کی وجہ کو سرسریں کا جواب دینی اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے عقیدے
 اعتراض کو بھی حل کر دیا جائے اور یہی علم ہو جائے کہ اس بنا پر اس نے
 اعتراض کیا ہے؟

میں یونانی علوم و جماعت مذہبی علوم میں نہایت مذہب کا فہم و معرفت
 اس پر موقوف ہے امام غزالی نے اپنے زمانے سے ان علوم کو علماء کے نصاب
 میں داخل کیا تاکہ ان یونانی علوم کے اثر سے جن کو اس زمانہ میں زیادہ تر
 باطنیوں نے پھیلے رکھا تھا علماء اسلام واقف ہو کر اس زمانہ کے سماج کا مقابلہ
 کر سکیں لیکن اب نہ وہ ممکن ہے نہ وہ یونانی علوم رہے ان کے مسائل کی
 صحت کا یقین عقل کے درجوں کو پاس لئے ان کا اثر خود بخود ختم ہو گیا
 اب ان سے اسلام کو کوئی گزند کا فتنہ نہیں بلکہ اب اس کی جگہ نئے علوم ہیں
 نئے مسائل ہیں نئی تحقیقات ہیں اب اس بات کی ضرورت ہے کہ اہل علماء
 ان نئے چیزوں سے واقف ہو کر اسلام کی نئی مشکلات کا حل نکالیں اور نئے مسائل
 کا تحقیقی جواب دیں؟

یہ ایک بہت بڑا کام ہے اور ایک نیازانہ و فتنہ انگیز مسئلہ کی تحریک

مضامین نصاب کی ایک تحریک تھی وہ مستقل ایک دستاویز نہ تھی تھا جس کی تقلید
 ہر اس ملک کو کرنی چاہئے تھی جو قدیم و جدید کے مرکز میں مبتلا اور اس کشمکش کا شکار تھا۔
 لیکن اس تحریک کو قدیم و جدید دونوں طبقوں کا (اس وسیع خلیج کی وجہ سے
 جو ان کے درمیان حائل تھی) وہ مؤثر و پرورش تعاون حاصل نہ ہو سکا جس کی وہ
 مستحق تھی اس کا بڑا سبب اس اہل فکر و اہل دعوت کی کئی تھی جو ان دونوں طبقوں
 کے حامل ہوں اور دونوں کو اچھی طرح فہم کر چکے ہوں اور ان اجراء سے جو بظاہر
 متضاد نظر آتے ہیں ایک پاکیزہ و مستدل و خوشگوار اور مفید تیسرہ بنا سکتے ہوں جس
 طرح شہد کی کھنٹی مختلف پھولوں اور درختوں سے حاصل کر کے شہد تیار کرتی ہے۔

ضمنی کر قوم کا ایک بڑا حصہ ان دونوں طبقوں کے درمیان بکھلے کھانا
 جس میں سے ایک طبقہ قدیم طرز تعلیم اور مسلک سے سرواغرات ایک قسم کی تحریک
 اور بدعت بھٹاتا تھا وہ سراسر طبقہ مغرب کے ہر آنے والی چیز کو عظمت و تقدس کی
 نگاہ سے دیکھتا تھا اور اس کو ہر عیب اور نقص سے پاک بھٹاتا تھا یہاں تک کہ
 اہل مغرب کے افکار اور فکری رجحانات بھی اس کو عظمت و محبت کا پیکر نظر آتے
 تھے اور یہی کو وہ مذہب انسانی کی پرواز کی آخری منزل تصور کرتا تھا ان دونوں
 طبقوں کے درمیان نگر و میاں کا جو تضاد تھا اور جس طرح وہ دو انتہائی سرس پر
 تھے اس کی تصویریں ان عصر اکبر آبادی نے اس شعر میں کھینچی ہے۔

ادھر یہ غند ہے کہ اندھ بھی چھو نہیں سکتے

اُدھر یہ دھب ہے کہ سائی خراشیں سے

اس کے باوجود عددۃ العلماء کا تخیل وہ مستدل و متوازن تخیل ہے جو اب بھی

اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ دینی نظام تعلیم کو زندگی کی ایک نئی قسط عطا کرے اور اس کے ذریعے ملت قدیم و جدید کی اس کشمکش اور دو برس پر پکارا طبقوں کی آغوش سے نجات پائے جس نے اکثر اسلامی ممالک میں انتشار و برباد کر رکھا ہے اور جس کی بنا پر بعض ممالک کا رخ سیکولرزم کی طرف ہوتا جا رہا ہے۔

ندوة العلماء کی تحریک کے رہنماؤں اور اس دور نگاہ کے متعدد فضلاء نے اسلامی ثقافت کی نشر و اشاعت، سیرت نبوی کی تحریر و تدوین اسلام کے کارناموں اور اس کی تعلیمات کو جدید علمی اور ادبی اسلوب میں پیش کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے علامہ شبلی نعمانی کی علمی و ادبی تحریرات، بالخصوص ان کی عظیم کتب سیرت النبی، العقائد الغرالی، مولانا جلال الدین دہلوی اور ان کے منکمل زاد و نور خاندان مضامین، کچھ ہندوؤں کی جدید فہم کو متاثر کیا اور اس کے احساس بہتری کے وعدہ کرنے میں مفید خدمت انجام دی، اسی طرح ان کے شاگرد رشید و جانشین مولانا سید سلیمان ندوی کی خدمات اور ان کے علمی کارناموں سے عربی نظر نہیں کیا جاسکتا۔ سیرت النبی کی چار ضخیم جلدیں سیرت نبوی اور علم کلام کا ایک قیمتی کتب خانہ ہے، ان کی کتب خطبات و درس سیرت کی سوٹرو مفید ترین کتابوں میں شمار ہونے کے قابل ہے، اسی طرح ان کے محققانہ علمی و ادبی مضامین نے اسلامی کتب خانہ کو آواں کیا، انھوں نے اور ان کے بعض رفقاء نے ملک کی علمی و ادبی اور بعض اوقات سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا، جس سے اس لازم کی تردید ہوتی کہ علماء و ملک کی عام زندگی جدید فکر کی اور سرگرمیوں سے کنارہ کش رہتے ہیں، اور ان میں جدید رجحانات کے بچنے اور ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینے کی صلاحیت نہیں رہا۔

اور اس کا اہتمام مہارت (جو عرصہ دراز تک مولانا سید سلیمان ندوی کی ادارت میں نکلا ہے) عالم اسلام میں خاصی شہرت اور عزت رکھتے ہیں۔

سر سید احمد خاں کی قیادت اور ان کا مکتب خیال

دوسری قیادت جس کا علم سر سید احمد خاں مرحوم نے بلند کیا وہ مغربی تہذیب اور اس کی مادی بنیادوں کی تقلید اور جدید علوم کو اس کے صیوب و نقائص کے ساتھ اور بغیر کسی تنقید و ترمیم کے اختیار کر لینے کی مادی تھی وہ اسلام اور قرآن کی اس طرح تفسیر اور توجیہ کر لے تھی جو ایسی حد کے آخر کے مائوسی سلولت اور مغربی تمدن کے معیاروں کے مطابق ہو اور اہل مغرب کے ذوق و مزاج کے ساتھ ہم آہنگ ہو وہ ان غیبی حقائق اور طبعی اساس کے انکار پر قائم تھی جو جو اس اور تجربہ کی دوسری سے بہت دور ہیں اور مادی و انظر میں جدید علوم کے مطابق نظر نہیں آتے ہیں۔

سر سید احمد خاں نے آخری مغل سلطنت کا زمانہ (جو مسلمانوں کی عظیم حکومت کی ایک دھندلی اور پھسکی سی تصویر تھی) اور غفلت کی جنگ آزادی کی ناکامی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا انھوں نے اس ہزیمت پر پہلی ہندو دل شکستگی ان کی عظیم مہارت کے مقابل میں بھی بھر پور شکستوں کی فتح کا مشاہدہ کیا مسلمانوں کو اس کوشش کی جو بجا میں قیمت ادا کرنی چاہی اس کو بھی دیکھا وہ قوم جو کل اس ملک کی لے ملات و سماج کے لئے عظیم ہر جہات جاوید از خواہد ملات میں ملتی و ملتی اور گری

سر سید احمد خاں نے یہاں تک کہ سب جانتے ہوئے ہی علوم کے غفلت کا نادر تھا اور اس کا فکروں اور افعال اور یہ علوم انھیں اپنے مکمل نتائج تک نہیں پہنچے تھے۔

حاکم تھی اس کی ذلت و پستی بڑے بڑے خانہ دانوں اور گھرانوں کی فلاکت اور انگریزوں کی
 شان و شوکت (جو مسلمانوں کی عظمت و رفعت کے لیے پرقائم ہو رہی تھی) نیز ان کی حکومت
 اور ماحول تہذیب کے منظر بھی دیکھے، اس کے علاوہ ملازمت و فاقہ اور وقتی و دائمی
 کے درمیان کو انگریزوں سے طویل واسطہ پڑا تھا اور بیت قریب سے ان کی زندگی کے
 مطالعہ کا موضوع ملا تھا، وہ ان کی ذہانت و خوب عمل اور ان کے تمدن سے متاثر ہوئے
 وہ ایک زمین نہایت ذکی انہیں سرسبز و انفعال اور دردمند قوم کے آدمی تھے انھوں
 نے متوسط درجہ کی دینی تعلیم پائی تھی اور دینی علوم اور کتب و سنت پر ان کی نظر
 گہری اور وسیع تھی، جلد عامی قائم کر لینے اور حرارت کے ساتھ اس کا اظہار کرنے
 کے عادی تھے، وہ انگریزوں سے اس طرح متاثر ہوئے جس طرح کوئی مغلوب غالب
 یا کوئی کمزور طاقتور سے متاثر ہوتا ہے انھوں نے شخص طرز پر انگریزی تہذیب اور
 طرز معاشرت کو اختیار کیا اور دوسروں کو بھی بڑی گنجوشی اور قوت کے ساتھ اس کی
 دعوت دی، ان کا خیال تھا کہ اس ہم رنگی حاکم قوم کی معاشرت و تمدن اختیار
 کرنے اور ان کے ساتھ بے تکلف رہنے سے وہ عزت و احترام حاصل کریں گے اور اس کا
 غلامی دور ہو جائے گا جس میں سلطان جلال اور حکام کی نظر میں ان کی قدر و منزلت
 بڑھ جائے گی اور وہ ایک معزز ساوی درجہ کی قوم کے افراد معلوم ہونے لگیں گے،
 یہ خیال اور یہ نقطہ نظر ان کے بعض مضامین میں بیت صفائی کے ساتھ ملتا ہے
 ایک جگہ لکھتے ہیں:-

”ہندوستان کے مسلمانوں کو کامل و جہول و شیخی کی تہذیب اختیار کرنے پر
 واجب کیا ہوا ہے تاکہ میں حضرات سے سولہ ذمہ منہب قومیں مل کر دیکھ سکیں“

وہ دفعہ ہوا اور وہ بھی دنیا میں موزن نہ بن سکے اور دنیا؟

اپنے دلائل احکام طہام اہل کتاب میں جو مسئلہ کی تائید ہے کھانے پینے اور معاشرت میں اگر چیزوں کا طریقہ اختیار کرنے کی تریب دیتے ہوئے عربی میں لکھتے ہیں (جس کا ترجمہ یہ ہے)۔

ہمیں اسے مسلمانوں میں پھیلنے کی غرض سے ہی ذکر کیا نہ ہے نہیں بلکہ اس نیت سے کہ مسلمانوں کی حالت میں بدعت و بدعتی پیدا ہو جائے مگر اس وقت وسعت کے خلاف عربی کے لوگ ماری ہو گئے یہی کوئی قوم اس کلمات کی غرض نہ دیکھا اور نہ ان کے کہہ سکتے ہیں کہ ان کا مسلم ہے اور وہ ہمارے ملک کے مصلحت سے منع کرتا ہے۔

اپریل ۱۹۳۸ء میں سرسید نے انگلینڈ کا سفر کیا اس ابتدائی دور میں وہ پہلے ٹامسور مسلمان تھے جنہوں نے جو اتر بھارت کا سفر کیا اس وقت انہوں نے زیر قیصر تھے انہوں نے اس کے انجینئر اور باقی (The Engineer and the Engineer) سے بھی ملاقات کی جو اس عمارت میں مقرر ہے تھے لندن میں سرسید کا جہاز گر بخوشی سے استقبال ہوا انہوں نے وہاں سے اپنے قیام کیا اور ایک موزن بھان قابل احترام مسافر اور وزیر دوست کی حیثیت سے لندن کے ممتاز حلقوں میں ان کو ممتاز جگہ حاصل ہوئی وہ چڑی چڑی شاہی پارٹیوں اور اعلیٰ و موزن ہوتوں اور مجلسوں میں شریک ہوئے جہاں ان کی تہذیب حاکم طبقہ اور اشراف شہر کا اخلاق و کردار پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر تھا ان کو یہی اس بات کی کامور نہ تھا

لے تہذیب کا اخلاق صفات سرسید جلد دوم ص ۱۷۱

۱۷۱ء کو انہوں نے لندن میں اس کا انعقاد ہوا اور اس کا انعقاد کیا کہ اس وقت شروع ہوئی اس اہم تاریخی واقعہ پر غور کرنا چاہیے اس وقت سرسید اصحاب انگلستان میں تھے۔

اور تھو بھی ملے، ملکہ ولی عہد اور بڑے بڑے وزراء سے انھوں نے ملاقاتیں کیں، عظیم کلب
جیسی معزز مجلس اور بڑی بڑی علمی اجتماعوں نے ان کو اپنا اعزازی رکن بنالیا، مشوں میں
سوسائٹی آف سول انجینئرس کے عظیم اہلکاروں میں سے بھی وہ شریک ہوئے۔
اس میں سبکی گزشتہ کی مختلف ترقیات کا جو انجیزنگ میں ہوئی تھیں ذکر کرنا اور ان ترقیاتی
منصوبوں کا سنا کر کیا جو پورے ہو چکے تھے یا ہو رہے تھے اور جنھوں نے انگلستان کے
اقتصادی اور سیاسی نقشہ میں ایک زبردست انقلاب اور ملک کے معیار میں عظیم تبدیلی
پیدا کردی تھی اور اس کے حدود کی توسیع اور فکری دیا کا بڑی کے لئے راہ ہموار
کر دی تھی۔

سرمد نے فرانس اور انگلستان کو اس وقت دیکھا جس وقت وہ اپنے تمدن و
ترقی کے شباب پر تھے، جدید علوم اور جدید صنعت اپنے عروج پر تھی، اس وقت مغربی
معاشرہ اور سوسائٹی میں ذوالدعا خطا کے وہ آثار نمودار نہیں ہوئے تھے جو جنگ
عظیم اول کے بعد اب نظر کو صاف نظر آنے لگے تھے، مغربی تمدن اس وقت کائنات کی
اقتصادی صلاحیت سے بھرپور تھا، اس کے سینہ میں پوری دنیا کو فروغ کر بیٹھا اور تمام
اقوام عالم کو اپنے زیر نگین لے لئے، کاغذ و سحر میں تھا، چنانچہ بد روشن اور تابناک
پہلوں کو مغربی تمدن و معاشرہ کے تاریک اور کمزور پہلو کی طرف تو جھک کے سے باز
رکھتا رہا، خلاق و روحانیت کے فقدان ہوں ملک گیری، تکبر اور قومی انسانیت
نے انگریزوں کو جس طرح ایک عین الاقوامی جرائم پیشہ قوم بنا دیا تھا، اور خود دنیا
میں اس کا جس طرح ظہور ہوا تھا، یہ حقیقت اور پہلو ان کی نگاہ سے اوجھل رہا۔

لے جہاں انگلستان کے مسلک انجینئری اور جدید معروضات کے ساتھ دیوانہ وار چلتا تھا، وہاں

وہ اس تہذیب اور ماحرہ سے اس طرح متاثر ہوئے کہ ان کے دل و دلہا احتیاج
اور ماری نکری صلا جیتیں اس سے وابستہ ہو گئیں ۱۲ (کتوبر ۱۹۳۸ء میں وہ اس تہذیب
کے گرویدہ اور دہندہ تھان کی مسلم سوسائٹی میں ان اقدامات و اصولوں کی بنیاد پر اصلاح
و ترقی کے پرچم بردار اور مبلغ بن کر اپنے ملک واپس ہوئے اور پورے غلوں اور گرم جوشی
کے ساتھ انھوں نے اس تحریک و دعوت کا علم بلند کیا اور اپنی ساری صلاحیتیں اس
قوت میں اس کے لئے وقف کر دیں ان کا نقطہ نظر خاص اوی ہو گیا، وہ اوی ملاقاتوں
اور کائناتی قوتوں کے سامنے بالکل سرتنگوں نظر آنے لگے۔ وہ اپنے عقیدہ اور قرآن مجید
کی تفسیر بھی سی بنیاد پر کرنے لگے انھوں نے اس میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ عربی
زبان و لغت کے سلسلہ اصول و قواعد اور اجملہ و قواعد کے قطعات کہنے میں بھی ان کو پاک
درہ اپنا نچو ان کی تفسیر نے دینی و ملی حلقوں میں سخت برہمی پیدا کر دی تا کہ محمد امین نے
اپنی کتاب اشکار الاسلامی اکوڑیت میں ان کے اس درجہ ان پر کلام کرتے ہوئے صحیح کہا ہے کہ
سید احمد خان کی تحریک علوم طیبہ اور غریب کا نام تہذیب کے معنی و شہساز پر قائم
تھی اس طرح جس طرح زار و مال کے بعض حکمران سائنس اور اس کی ان ایجادات
و اختراعات سے غرور سے زیادہ اس پر ہیں جو وہ مغربی تہذیب قائم پر علوم
طیبہ یا طبیات سے اس قدر وابستگی رکھتے ہیں کہ انھوں نے انھوں نے انھوں نے انھوں نے انھوں نے
کہہ دیا ہے کہ یہ تہذیب وہ ہیں جو اسانی ذہاب کی بنیاد پر ہے اور جس کی بنیاد
سویچ زبان و فصاحت کے ساتھ اسلام نے کی ہے علوم طیبہ سے بیزار ہو کر انھوں نے
انسانیت پر اس چیز کے حکم تک پہنچا دیا ہے جو انسانی جن اور شاہد میں نہ رکھا
ہی چیز تھی جس کا ذکر سید جمال الدین افغانی نے سید احمد خان کے اصول اور ان

مذہب بھری سے ہڑا جا اور باوجود ان کے بار بار یہ کہنے کے کہ وہ اسلام کا دفاع
 کر رہے ہیں انہوں نے ہی پراسٹیکال الزام لگا کر سرسید کا کہنا تھا کہ ان کی کوشش
 یہ ہے کہ موجودہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسا طریقہ پیدا کریں جس میں وہ اپنے اسلام پر قائم
 رہتے ہیں اس جدید زندگی کو اپنا سکیں جو علوم طبعیہ کی ترقی کی بنیاد پر وجود
 میں آئی ہے۔

یہ انتہا پسندانہ مذہبی برہمن عقل انسانی کی تقدیس اور اس کے حدود اور دائرہ
 عمل کی ضرورت سے ناامد تو وسیع خدا کی قدرت و شیت کو قوانین فطرت اور اسباب
 ظاہری کا پسند بھنا، قرآن کی جسارت کے ساتھ تاویل و تشریح، وہ چیزیں تھیں،
 جنہوں نے ایک نئے فکری انتشار اور بے راہ روی اور بے باکی کا دروازہ کھول دیا
 اور آگے چل کر لوگوں نے اس سے ایسا غلط فائدہ اٹھایا کہ دین کی تشریح اور قرآن
 کی تفسیر باز سچے اطفال بن گئی۔

سرسید کے نقطہ نظر کے مرکز و پہلو

سرسید کے تعلیمی و اصلاحی منصوبہ کے دو پہلو ایسے تھے جن کی وجہ سے وہ عالم
 اسلام کے لئے کوئی ایسی انقلاب انگیز وحوت اور ایمانی و تعمیری قدم ثابت نہ ہو سکا
 جو عقیدہ و ایمان اور رسالت بھری پر قائم ہونے والی سوسائٹی کے حالات کے

لئے ضروری ہو۔ لیکن اس کے گرد ان دنوں یہ خیال ابھرا ہے کہ ان خطا میں یہ سبب کی تبدیلی
 تھے کہ جن کی تبدیلی سے یہ غلطوئیں اٹھ جائیں گی اس سبب نے ان دنوں سے ناواقفیت اور سرسید کا نام نہاد
 و تہمت زدہ بن دیا۔ سچے سچے سرسید کے خط و روئے غلط و نیک کی تفسیری اختلافی اور اگرچہ یہ تہمت

مطابق ہو اور عالم اسلام کے اس غلام کو پڑ کر کے جو مغربی تہذیب اور علوم طبعیہ کی ترقی نے دہنوں میں پیدا کر دیا تھا۔

پہلی بات یہ ہے کہ انھوں نے اس نظام تعلیم کو جس کو مغرب میں کونٹری شکل دی گئی تھی (ہندوستان کے مسلم معاشرہ کے حالات اور تقاضوں کا پابند و ماتحت نہیں بنایا جہاں اس کو نافذ کرنا تھا) انھوں نے اس کو نئے سرے سے ڈھالتے اور اسلامی شکل دینے پر غور نہیں کیا تا اس کو مغربی تمدن اور اس کی اس مادی روح سے پاک کرنے کی طرف کوئی توجہ کی جس کی ایک شرقی اسلامی ملک کو کوئی ضرورت نہ تھی، انھوں نے اس نظام کو مغرب کے اس کی ساری تفصیلات خصوصیتاً اس کی روح و مزاج اور اس اصول و روایات کے ساتھ جو اس سے وابستہ تھیں جو ان کا توڑ و راند کیا انھوں نے صرف مغرب کے تعلیمی نظام ہی پر اصرار نہیں کیا بلکہ مغربی تمدن اور روح کے قبول کرنے پر بھی شدید اصرار کیا، کالج کے قواعد میں یہ اصول قرار دیا گیا کہ کم سے کم ایک پرنسپل اور دو پروفیسر کالج میں اور ایک ہیڈ ماسٹر اسکول میں ہمیشہ یورپین ہونا چاہئے اور ہر کالج کی آمدنی میں گنجائش ہو اس تعداد میں اور اضافہ کیا جائے۔

چنانچہ بڑے ہسٹری میں کم سے کم چار پانچ ضرور انگریز ہوتے تھے جو مختلف شعبوں میں تعلیم و نگرانی کے فرائض انجام دیتے تھے، کالج کے نظام اور طلبہ کی مخلوق پر ان کا گہرا اثر تھا اپنے ان اثرات کو استعمال کرتے ہوئے انھوں نے ملکی سیاست میں بہت اہم ردول ادا کیا، کالج کے پرنسپل مشرک شہر ریاست دہلی اور ہندوستان کی اسلامی سیاست کے پہلے انگریز رہنما تھے اس رہنمائی کے سیاسی نتائج مسلمانوں

لے جاتے تھے (دوسرا حصہ) انھیں ترقی اور دوا ملے۔

یہی رجحان کے تحت میں بہت افسوسناک ثابت ہوئے۔

غرضکہ سرسید کی دعوت اور یہی نظریہ مغربی تہذیب کی دعوت کے ساتھ لازم و ملزوم سا ہو گیا اور اس وجہ سے اس کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں بہت سی شبہات پیدا ہو گئے، دینی حلقوں میں اس کے خلاف نفرت و برسرزدی کی ایک لہر دوڑ گئی اور اس تحریک کے ساتھ اس کے مقابلہ اور بائیکاٹ کی تحریک بھی شروع ہو گئی اور اس نے اس کے راستہ میں بہت سی غیر ضروری مشکلات پیدا کر دیں، علما و دین نے جو انگریزی تعلیم اور مفید علوم کے حصول کے بہت راہیں مخالف نہ تھیں، دیکھ کر یہ تحریک جتنا ہی سے غلط بیخ پر پڑ گئی ہے اور اس میں بہت سے غیر ضروری اور غلط عناصر شامل ہو گئے ہیں، مثلاً اس میں مغربی تمدن کے کھلی ہوئی مروجیت اور اس کی دعوت ہے، اخلاق و عقائد پر اس کے حضرات اثرات پڑ رہے ہیں، انگریز پروفیسروں اور پرنسپل کے غیر محدود اثر و نفوذ کی وجہ سے ملت اسلامیہ کے منتخب اور ذہین نوجوان جو اس کالج میں زیر تعلیم ہیں، انگریزی معاشرت و تمدن اور برطانوی سیاست کا اثر و سحر دھو آتے جا رہے ہیں، انہوں نے اس کی مخالفت میں پوری سرگرمی کا مظاہرہ کیا، دوسری طرف ان اثرات اور مغربی ماحول کی وجہ سے جو کالج پر چھایا ہوا تھا، ایک ایسی اسلامی نسل پیدا ہوئی جو نام کے محاکمے سے مسلمان اور دین و دماغ کے محاکمے سے خالص مغربی تھی، معاشرت و تمدن میں انگریزی طور و طریق کی پابند اور ماحول عقائد میں بعض اوقات کمزور اور متزلزل۔ دوسرے کمزور پہلو یہ تھا کہ ان کا سارا ذہن انگریزی زبان و ادب کے حصول اور

لے تفصیل کے لئے دیکھئے: ہندوستانی مسلمان اور مصنف۔

علامہ غلام حضرت شاہ عابد اسویں دہائی کا فتویٰ دیوبند، ملت تعلیم زبان، انگریزی (برطانوی مغربی)

اعلیٰ تعلیم پر تھانہ اور اعلیٰ علوم کی طرف رجحان ترقی کا زینہ اور مغربی اقوام کی ترقی اور کامیابی کا
راز یہی اور ان کے انقلاب انگیز اثرات و نتائج کا انھوں نے انگلستان کے قیام میں شاہد
کیا تھا انھوں نے غلط فہمیاں تو جنہیں کی حالانکہ مغرب کے لیے کی اور اس میں کمال حاصل
کرنے کی اگر کوئی چیز تھی تو یہی تھی، بلکہ انھوں نے صنعتی تعلیم کی شروعات کی جو ترقی کی سخت
محتاجت کی اور اس موضوع پر سخت اور تلخ مضامین لکھے اس سلسلہ کا آخری مضمون
وہ تھا جو ۱۹ فروری ۱۹۰۵ء میں انھوں نے علی گڑھ گورنمنٹ میں شائع کرایا جس کا
مقصد (مولانا صاحبی کے بقول) یہ تھا کہ ہندوستان کی موجودہ حالت کے لحاظ سے سب سے
عقلیہ کی یکوجہ کوشش کی چند اس ضرورت نہیں ہے بلکہ سب سے مستند اعلیٰ درجہ کی دماغی
تعلیم کی ضرورت ہے جواب تک بالکل اچھے طور پر پوری نہیں ہوئی ہے۔
صنعتی تعلیم کے خلاف سرسید کے جذبات اور ان کی کوششوں کا ذکر کرتے
ہوئے مولانا صاحبی لکھتے ہیں۔

• چند برسوں سے جو کچھ اعلیٰ حکام اور اعلیٰ شخصیات کی کوشش کی ضرورت بیان
کرتے تھے اس سے سرسید کو بھی اندیشہ ہو گیا تھا اگر وہ نہ سمجھتا کہ اپنی ایکوجہ کوشش یا دور
تعلیم کے حقوق کو نہ سمجھتا ہے اور اس وجہ سے جب کوئی ایسا شخص ہوں گا تو اس کا نظریہ گنہگار
وہ ضرور اس کے برخلاف کچھ دیکھ لکھتے تھے اور اس سے ہمارے انھوں نے کانفرنس کے
پانچویں اجلاس میں ایک دینویٹیشن تشکیل دی جو کوشش کے خلاف تھی کیا تھا اور یہی
کامیاب میں ایک طویل ایسیج کی تھی جو کانفرنس کی رویداد میں منعقد ہوئی۔

لے بیات جاوید ص ۲۷ (مصدر دوم) انجمن ترقی اعلیٰ تعلیم نے ٹیٹن انجمن کی شکل کانفرنس
علی گڑھ کے بیات جاوید ص ۲۷ (مصدر دوم)

اس کا نتیجہ یہ ہو کر یہ اسلامی ادارہ خالص علمی و ادبی رجحان کے ساتھ آگے بڑھا اور مغربی تمدن کی تقلید کا ذوق اور انگریزی ادبیات میں کمال حاصل کرنے کا شوق اس کے ذہن اور جوش و ہلہول پر غالب رہا۔ اس نے انگریزی کے بعض اچھے معزز صاحبِ قلم محکموں کے افسر اور انتظامیہ کے مجدد و ارمیدائے، لیکن قدوسی طور پر ریاضی، طبیعیات، کیمسٹری، مکنالوجی اور صنعتی علوم میں جن کی اسلامی دین کو سخت ضرورت تھی، ممتاز شخصیتیں اور غیر معمولی افراد پیدا نہ ہو سکے اور اس کی وجہ سے اس کا دائرہ اثر سرکاری اداروں اور معمولی انتظامی اداروں تک محدود رہا۔

اس تحریک کے نتائج اور اس کی خدمات!

اس ساری تفصیل و تنقید کے باوجود اس میں کوئی جبر نہیں کہ سرسید احمد خاں اس طاقتور شخصیت کے الگ تھے جس سے زیادہ طاقتور شخصیت اس دور کے قائم نہیں کی کا نظر نہیں آتی انھوں نے ایک جیسے وسیع معاذ پر جنگ جاری کی جس تحریک کا انھوں نے قیادت کی اس کو اس کی کامیابی نصیب ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی عقلی و فکری کوتاہیوں کا زکریا جتنا کسی دوسری تحریک نے نہیں کیا تھا۔ سرسید احمد خاں کی طاقتور شخصیت کے اثر کا ہندوستان کی اسلامی سوسائٹی میں دائرہ بہت وسیع تھا انھوں نے عربی زبان، طریق فکر و سلیب بیان سب کو کم و بیش متاثر کیا اور ایک ایسے ادبی و فکری دبستان کی بنیاد ڈالی جس کے اندر فکری و علمی شخصیتیں پیدا ہوئیں۔

اس عظیم تعلیمی تحریک نے جس کی قیادت سرسید احمد خاں نے پوری نصف صدی تک علوم و ادب کا بیست کے ساتھ کی تھی، بعض ناقابلِ انکار نتائج پیدا کئے اس نے

ہندوستان کی اسلامی سوسائٹی میں اس تعلیم اور اقتصادوی غلامی کو بڑی حد تک پر کیا جو
انگریزی اقتدار اور انقلاب حکومت کے بعد پیدا ہو گیا تھا، ایک حد تک اس نے مسلمانوں
سے ایسی اور بڑی بھی کم کی، اس ادارہ میں بعض بڑے لائٹ فوجیوں صاحب فکر،
صحافی، اہل قلم اور ایسے لیڈر پیدا ہوئے جنہوں نے بعد میں تحریک خلافت اور تحریک
آزادئی ہند کی پرزور رہنمائی کی، بعد میں جب پاکستان کی تحریک شروع ہوئی اور پھر
پاکستان کی اسلامی ریاست وجود میں آئی تو اس کا اسی تعلیم گاہ کے فضلاوں میں خود
دہنا اور لائٹ منظم دستیاب ہوئے لیکن مسلمانوں کے جدید نازک ثقافتی و فکری
تھانوں کو پورا کرنے کے لئے اس ادارہ نے وہ کردار ادا نہیں کیا جس کی اس سے توقع تھی،
یہ خیر کے علمی و ملی تجزیوں اور ذخیروں کو مسلم معاشرہ اور ملت اسلامیہ کے حالات
و ضروریات کے مطابق ڈھالنے کا عظیم اور محنت بھرا کام تھا، یہ ایک نئی اسلامی نسل کا
پیدا کرنا تھا جو عقیدہ اور اصول میں منظم و مضبوط اور اس ایم کردار سے واقف ہو جو
اس کو تہذیبی علم کی قیادت میں ادا کرنا ہے، اس کی نظریہ و صنعت اور فکر میں
نچک ہو، جدید علوم اور مغربی ثقافت سے اس نے اس کے اچھے پہلو اور اس کا سونے لیا
ہو اور اس کی کمزوریوں اور غیر ضروری اجزاء سے احتراز کیا ہو، جس کے نتائج فکر و
تحقیقات اپنے دماغ کا نتیجہ ہوں اور ان میں اسلامی ذہانت اور خود اعتمادی صاف
جھلکتی ہو اور جن کے فکر و عمل میں لذت کردار اور جرات اندیشہ پیلو بہ پیلو ہو
یہ وہ نئی نسل تھی جس کا عالم اسلام بڑی بے چینی اور اشتیاق کے ساتھ عرصہ سے
منتظر اور اس کے لئے چشم براہ تھا، یہ نسل اگر اکثر تھلے کی مرضی ہوتی، عالم اسلام کو
اس تجربہ و اضطراب سے نجات دے سکتی تھی جس میں وہ عرصہ سے مبتلا تھا، اور اس کو

اقوام عالم کی قیادت اور تہذیب عالم کی رہنمائی میں مرکزی مقام عطا کر سکتی تھی۔

اکبر الہ آبادی

سرسید کے تخلیقی ذہن اور دھماکانے کا مقابلہ ایک ایسے ماسٹر کے حصے میں آیا جس نے قدیم طرز پر تربیت پائی تھی اور جدید سے واقف تھا۔ اس نے مغربی روئے عایت کے اس پر تشہر زنی کی یہ اکبر الہ آبادی تھے انھوں نے اپنے مخصوص و معروف مزاحیہ انداز اور طبع اور طاقتوں اسلوب میں نئی تعلیم پانے والے نوجوانوں پر چھاپنے ہی نکتہ جگہ تھے (تفہیم کا ناخوشگوار لیکن ضروری فرض انجام دیا اور آخر دم تک کسی کو اپنے شعرو سخن کا موضوع بنائے رکھا، انھوں نے سرسید کے علوم کے اعترافات کے ساتھ ان کی تعلیمی سہا کھلید مغرب کی پرورش و موت اور کالج کی مغربی زندگی اور فضا پر ہے، باکالہ نگر طبعیت انداز میں تہذیب کا جس میں اس کی مغرب کی اندھی تخلیق و محاکمہ میں کمزوری دین میں اچیلے پڑ نوجوانوں کی تن آسانی ان کے بلند مہارت زندگی دشمن پرستی اہل دین سے وحشت ملازمتوں پر انحصار قدیم مشرقی تہذیب اور اس کی تعلیمات اور خصوصیات سے بناوت، مغربی معاشرہ میں زنائیت اور خالص مادی طرز فکر کو خوب نمایاں کیا، انھوں نے اپنی سحر انگیز شاعری اور فن کا دقلم سے نئی نسل کی اس میں بولتی ہوئی تصویر کشی کر رکھ دی جہاں سارے خطوط و انداز ایک ایک کر کے ابھرتے گئے ان کے کلام کو ہندوستان کے مختلف طبقوں و مکاتب خیال قبول عام حاصل ہوا، اہل ذوق اور نوجوانوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کو اس کثرت سے سنا اور چڑھا گیا کہ اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔

لکھنؤ کے ایک نوجوان نے ایک خط میں لکھا کہ اس کے معانی کی وجہ سے لکھنؤ کے ایک لکچرر نے

لیکن اپنی تاخیر و قبولیت کے باوجود وہ تقلید کے اس تیز دھارے کو روک نہیں سکا اور نئے نئے بھرتے ہوئے معاشرے کے لئے کوئی مضبوط و ثابت بنیادیں فراہم نہیں کر سکا اس کی وجہ یہ تھی کہ جس ادب اور اصلاح کی بنیاد طنز و طعین پر ہوتی ہے اس کی عمر اور اثرات محدود ہوتے ہیں اور وہ کوئی تعمیری انقلاب پیدا نہیں کر سکتا لیکن بہر حال وہ افادیت سے خالی نہ تھا اور ہندوستان کے جدید اجتماعی اور ادبی تصورات و رجحانات کی تشکیل میں اس کا بھی حصہ ہے۔

قومی جدوجہد اور غیر ملکی سامان کا مقاطعہ

یہ تقلیدی رجحان جس کی قیادت مسلمانوں میں یہ احمد شاہ کرہے تھے اور انگریزی حکومت اور نظام تسلیم اس کا پشت پناہ تھا، تسلیم یافتہ طبقہ میں پوری کدلا کے ساتھ پرورش پاتا اور آگے بڑھتا اور اس کے واسطے میں کوئی چیز شامل نہ ہو سکتی تھی ہندوستانی مزاج کے سرگود کہ وہ جدید تعمیرات کے قبول کرنے میں احتیاطی تقاضے کے وابستگی اور زندگی و معاشرت کی سادگی کی وجہ سے اس میں وہ تیزی ناکامی جو شرقی و وسطی کے دوسرے اسلامی و شرقی ممالک میں نظر آئی، دراصل اس کو ملک کا ہم گیر اور سب سے زیادہ طاقتور رجحان ہونا چاہیے تھا اور اس کے اثر سے ہندوستانی معاشرے کو طرز فکر و ادب معاشرت اور تمدن و اجتماع میں خاص مغربی معاشرہ ہونا چاہیے تھا لیکن ایک ایسا فاتحہ پیش آیا جو اس قدر قوی عمل کی ماہ میں رکاوٹ بن گیا اور جس نے تاریک کاری ختم کر دی۔

اس واقعہ نے انگریزی حکومت کے اثر و اقتدار کو ہندوستان میں قہرئیں

جدید کی طرزِ ارتقائی لوگوں کے دلوں سے کم کر یا اور اس تہذیب کی عالمگیر قیادت کی صلاحیت اور بدل و انصاف کی قابلیت اور جوہر NEXT کے بارے میں خاصا اشتباہ پیدا کر یا اور اس تہذیب کے سربراہوں اور رہنماؤں کے خلاف نفرت اور کراہیت پیدا کر دی اور اس حکومت اور اس کے نسبت رکھنے والی ہر چیز کے مقابلہ کی تحریک پیدا کر دی، خواہ اس کا تعلق تمدن و معاشرت سے ہو یا صنعت اور زرعی مال سے۔ یہ پہلی عالمی جنگ، مسئلہ ریشلسٹیا تھی جس میں برطانیہ اپنے اتحادیوں کے ساتھ اس عثمانی سلطنت سے برسرِ جنگ تھا جو مسلمانوں کے نزدیک حکومتِ اسلامی کا آخری دروازہ خلافت کی پاسبان اور حامی اسلام کی حیثیت رکھتی تھی مسئلہ میں جب ترکوں کو شکست ہوئی اور انگریزوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا اور دولتِ عثمانیہ کے مقبوضات کو آپس میں تقسیم کر لیا اور اس وقت ہندوستان میں بغاوت کا لہر اچھوٹ پڑا، ہندو اور مسلمان دونوں نے مل کر تحریکِ خلافت میں دوش بیدار کر دیا اور اس تحریک میں مولانا محمد علی شوکت علی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ گاندھی جی بھی نظر آتے ہیں مسئلہ میں انھوں نے حکومت کے ہاتھ کاٹ اور مولانا فرامانی اور زندگی کے ہر شعبہ میں انگریزوں کے ساتھ ترکِ موالات اور غیر ملکی سامان کے مقابلہ کی دعوت دی یہ اس وٹنی تحریک کا سب سے زیادہ کارگر اور پُر اس اختیار تھا اس کے نتیجے میں ملک میں ناواستگی اور نفرت کی ایک لہر دوڑ گئی اور اس تحریک کا پیغام اور لہر تھا کہ بدیشی مال اور غیر ملکی مصنوعات کا ہاتھ کاٹ کر اور اس کی دعوت و تلقین تھی کہ تو ہی دھواں لباس و معاشرت کا نظائر کیا جائے سادگی اور قناعت خدادادی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ملکی مصنوعات پر قناعت کیا جائے دیکھتے رکھتے چمے ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہی کوکڑا

ہندوستانیوں کے دل میں مغربی تہذیب کا جادو لوٹ گیا لوگوں نے بڑے بڑے جلسوں اور محفلوں میں انگریزی لباس اور غیر ملکی کپڑوں میں رنگ نگاری بڑے بڑے دستبند اور تعلیم یافتہ اشخاص اور مرزا محال طبقہ کے افراد نے مسرہاد مغربی طرز زندگی کو خیر باد کہہ کر سادہ اور کفایت شعارتی زندگی اختیار کر لی ہر دروہا دیوی کی زندگی میں، جن میں بڑے بڑے دکھاء اہل ثروت اور نابھرتھے انھیں پیدا ہو گیا انھوں نے انگریزی حکومت کے حملے بھڑیٹے اور طرح طرح کی سختیاں جھیلیں انھوں نے ایسے ایسا دل بڑھتا ہوا، دینی جذبہ، وطن دوستی، ماحم ہندی اور دینی حمیت و غیرت کا..... ثبوت دیا جس کا اس تحریک سے قبل کوئی توقع نہ تھی۔

اس تحریک کے علاوہ جدید رنگ بڑے ہوئے تھے، ہندوستان کی تحریک آزادی کا آغاز ہوا جس کا مقصد ملک کی آزادی، سامراج کا مقابلہ اور خود مختار حکومت کا قیام تھا۔ مشرق کی بہت سی سیاسی تحریکوں کے برخلاف یہ ایک نیم سیاسی نیم معاشرتی تحریک تھی جو ایک خاص فکری اور اقتصادی فلسفہ رکھتی تھی اس نے تہذیب جدید کے فکروں کو چھوڑ دیا اور قومی و وطنی شعور کو مضبوط کرنے میں نمایاں حصہ لیا اس میں کوئی جتن نہیں کر ان دونوں عوامل تحریکوں نے ملک سے احساس بھری ختم کرنے، عزت نفس اور خود داری کا احساس پیدا کرنے اور فکری و تہذیبی استعمار (سامراج) سے نجات حاصل کرنے کی خواہش پیدا کرنے میں وہ خدمت انجام دی ہے جو بڑے بڑے علمی فلسفے بھی نہیں کر سکتے اور یہ ان عوامل اور عملی تحریکات کا خاصہ ہے جو ہر ملک میں سوسائٹی میں گھس کر اپنا کام کرتی ہیں اور اس کے دل و دماغ پر چھاپا جاتی ہیں۔

ڈاکٹر اقبال اور مغربی تہذیب پر ان کی تنقید

میسور صدی کے کائنات کی میں علم اور انوں نے مغربیات کے مطالعہ تحقیق کا آغاز کیا تھا۔ ہندوستان کی اعلیٰ یونیورسٹیوں اور تعلیم گاہوں میں مغربی علوم و افکار کا گہرا مطالعہ اور ترقی کرنے لگا تھا۔ مغربی تہذیب اور اس کے علمبرداروں سے موجودیت اب روز بروز کم ہونے لگی تھی۔ ہندوستانی مسلمان اعلیٰ تعلیم کے لئے اب یورپ آنے جانے لگے تھے جن میں سے بعض یورپ کے بڑے بڑے تعلیمی مرکوز میں طویل عرصہ تک قیام کر کے وہاں کے علمی حلقوں سے سیراب ہوتے اور جدید علوم کو ممتاز اور آزاد نگار ساتھ کہ دنیا آئی میں حاصل کرتے، وہ مغربی تہذیب کا محض کتابوں کے ذریعہ نہیں بلکہ اس کے پیروں میں تہذیب و اخلاص کے ذریعہ تعارف حاصل کرنے اور اس کے قلب و جگر میں اتر کر اور اس کی تہ میں پہنچ کر اس سے اس طرح واقف ہونے کی کوشش کرتے جس طرح کوئی تعلیم یافتہ یورپ میں کر سکتا ہے۔ وہاں کے فلسفوں، نظاموں اور مختلف مکاتب خیال کا جائزہ لیتے اور ان کے مضمرات حقائق و اسرار تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔ ان کو مغرب کے ذہن و مزاج، اس کے قومی غرور اور احساس برتری اور اس کے عوام کی خود پسندی اور انسانیت کو قریب دیکھنے کا حق ملتا۔ اس سوسائٹی میں زوال و انحطاط اور ذہنی انکسار کی اوجہ آئی ملا تھیں اور انسانی پرواضح ہوتے، وہ صلاح اور تمیزی جو انہیں ان کی فکر میں آئے جو انسانیت کے لئے حکم و بخش ہو سکتے ہیں، اس طرح وہ تحریر یا اور انسانیت دشمن اور انہیں (جو اس قدر ہیچا غیر میں شروع سے موجود ہیں) ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو سکے۔ ان سب شایعات نے ان کے دل و دماغ میں ایسے امیلاات اور وحشیانہ لہجے جن کا حصول اتنے طویل قیام

کے بغیر اور اس کے نظریات و افکار کے تقابلی مطالعہ ہجراتِ مذہب اور گہری نظر و تحلیل
(مغرب) کی بندش سے غلامی اور اس دہان کی چنگاری کے بیڑوں میں بھی نہ تھی بلکہ ان کے
کے ڈھیر میں دب گئی تھی اور کسی وقت بھی بھڑک اٹھنے کی نظر تھی، ناممکن تھا کہ سب
بیخبروں کے شاہد کے بعد ان میں بہت سے فاضل مغربی تہذیب کے ایسے ہو کہ اس کے
خفا کو علمِ بغاوت بلند کرتے ہوئے جڑی گہرائی اور جرات کے ساتھ اس پر تنقید کا اہل
کے کہ وہ ہیں یہ وہی ان کے فکر اور تنقید میں مذہب پرستی تھی نہ واقعات کا انکار نہ تھا
کو تو ضرور ذکر پیش کرنے کا جذبہ ۔

ابنِ افکار کا قدیم میں مسکے نمایاں نام علامہ محمد اقبال کا ہے جن کے مسلک
کہا جاسکتا ہے کہ تعلیم جدید نے اس صدی کے اندرون سے بیڑنورد پیش نہیں کیا ان کو
جدیدِ شرق کا مسکے زیادہ بالغ نظر مفکر قرار دیا جاسکتا ہے، اسی نظر اور ذہین
افراد میں دربارِ وجود اس کے کہ ان میں سے اکثر کو مغرب کی سیر اور مطالعہ کا تو تصور کوئی
ایسا نہ تھا جس نے مغربی تہذیب و افکار کا اتنی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہو اور اس قدر
جرات کے ساتھ اس پر تنقید کی ہو۔

محمد اقبال نے اس تہذیب کے عناصر تر کھیں اور اس کے کمزور پہلوؤں کا اچھی طرح
مطالعہ کیا اور اس فساد کے دم تک پہنچنے کی کوشش کی جو اس کے ادبی رجحان
مذہب اور اخلاقی و روحانی اعتبار سے اہلِ مغرب کی بغاوت کی وجہ سے اس کے
غیر میں خالی ہو گیا ہے انھوں نے قلب و فکر کے اس فساد کو جو اس تہذیب کی خصوصیت
ہے روحِ تہذیب کی آلودگی و ناپاکی پر محول کیا ہے وہ کہتے ہیں ۔
فسادِ قلب نے نظر پر رنگ کی تہذیب کو روحِ اسِ دینیت کی ہلکی مدینیت

یہ دوزخ میں پاگیزگی تو ہے ناپید خیر کی خیال دینا لفظِ طبعی ہے
 اس کا تجربہ دل کی وہ بے لوری اور زندگی کی وہ بے کینی ہے جو اس تہذیب پر پڑی
 طرح مسلط ہے اور اس نے اس کو ایک شہین و مصنوعی رنگ سے کر دیا تھا جس سے
 اس کا ذہن غفلت اور خفا کی حالت سے اس کو دور کر دیا ہے وہ کہتے ہیں۔

عیش و فراوانی چکرتی تہذیب دل سیدھے خود میں محروم تھی
 تھک رہا ہے از رنگِ شہین و جھوٹ پڑ لوئی دایں نہیں شایانِ تخیل
 انھوں نے اس تہذیب کی لادینی بنیاد اور اس کے لادینی خیر کا جملہ کھانڈ کر رکھا ہے
 جس کو مذہب و اخلاقیات سے سیر ہے اور جو روحِ باری میں سے تعلق رکھتا ہے جس کو خدا
 باطل کی چٹان اور ایک نئے صفتِ خدا کی علامت ہے مثنوی پس چہ باید کہ میں فرماتے ہیں۔

لیکن از تہذیبِ لادینی گریزا ناک کہ او بالہی حق دارد ستیز
 غلبہ اسی غلبہ پر داز آورد دولت و عزتی در حرمِ باز آورد
 از فسونش دیدہ دل تابصر روح از بے آئی او آتش میر
 لذت بے تابی از دل ہی بردا بکد دل زیں پیکر گل ہی بردا

کہنہ دزد سے غارت اور ہلاکت

لادینی مالکِ دارِ غنم کجا ستیگا

اس تہذیب کا خیر و فلاح کی لادینی ہے اور اس کا شعلہ اور قصدِ تجارت
 اور سوداگری ہے دنیا کو اس و سکون اور بے غرضی و خلوص کی دولت اسی دولت
 نصیب ہو سکتی ہے جب اس تہذیب جدید کا نظام متوال ہو جائے فرماتے ہیں۔

لے ضربِ کلیم ۱۱۲ لے بیتا ۱۱۲ لے ۱۱۲

شیوہ تہذیب تو کم ہی است بہت کم ہی سماجی است

اس بنحو میں فکر چھٹک رہا ہو و نورجی از سینہ آدم رہو و

ناتہ و بالانہ گرداں نظام دانش و تہذیب دی ہوئے نام

یہ تہذیب اگرچہ اپنے گروائی کے کھاء ہے، ہوں سال و نو عمر ہے گویا غلیظ
اور زیادہ کمزوریوں کی وجہ سے عالم نزع میں گرفتار اور مکمل زوال کے لئے تیار ہے،
اس تہذیب میں یہودی شاطروں نے جو اقتدار حاصل کر لیا ہے اس کے پیش نظر یہ
جنس کمزوری ہے اس مقدس نژاد کے وارث ہوں، وہ کہتے ہیں۔

ہے نژاد کی حالت میں یہ تہذیب چلے گی

شاید ہوں کلیسا کے یہودی حوالے

لیکن اگر مرگ پر بھی موت مرنے کے بجائے سامنے آنے والے قرائن اس بات کے
شام ہیں کہ یہ تہذیب خود کشی کا لکاب کرے گا اور خود اپنے خیر سے اپنے نکال دے گا
حکم کرنے گی۔ فرماتے ہیں۔

تہذیب تہذیب اپنے خیر سے کپ ہی نکالے گی

بوشان نازک پہ آشیانہ ہے گانا پانڈو کا

اس تہذیب کے دین و اخلاق کی نگاہی اور خوب خدکے خافت کے زیرِ نظر کائنات کا
ہونا کہ غرضوں کی خداس کی کا یہودیوں نے خود اس تہذیب کے وجود و تباہی کے خطروں میں لگا دیے
اور اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ وہ خود اپنی آگ میں جلی کر خاک نہ ہو جائے، فرماتے ہیں۔

وہ گزشتہ جہنم کی کٹھن کے گھونٹے اس کے بے تباہی کے خطروں کی کٹھن

”سودا سودا اور کوفن“ کی یہ دنیا جس کا فرنگی سہار ہے اب دم توڑ رہی ہے،
 اور ایک نئی دنیا جنم لے رہی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

بہاؤ زہود ہے پیدا وہ عالم پر رہا ہے
 جسے فرنگی خاصوں نے بنا دیا ہے قارخانہ

وہ کہتے ہیں کہ تہذیب علم کی مینا سے روشن اور زندگی کی جھلک سے شعلہ ناز ہے
 وہ حبیبِ صحبت کے دائر میں فنا و فنا اپنے کلمات کا اظہار بھی کرتے رہے ہیں دراصل
 وہ انقلابی ایجاد و اجتہاد کی قوت کے محروم ہو چکی ہے اور ان عقل کا تفسیر کا زلیخا ہے
 اس کے وہ ناخودِ قلیل کے بعد سے اور دیگر کے فقیر ہو چکے ہیں اس کے مرکز اب عربستان
 اور اسے قلعہ و خانہ حراست میرانہ سے محروم ہو چکے ہیں۔ کہتے ہیں۔

یاد دایا ہے کہ بزمِ درخشاں فرنگ جامِ اورشِ ناز آئینہ اسکند
 چشمِ سبکِ فروزشِ بادہ را چنگار بادِ غولابِ دنگا و ساقیِ خوش بنگار
 جلوہ او بے کلیم و شعلہ او بے خلیل عقلِ ناب را دستِ عجبی و شعلہ او بے خلیل

وہ ہوا میں گئی ایک آواز ہے تازہ نیست
 رہا میں بھناؤ ایک غرضِ تازہ نیست

ایک موقع پر اس وقت کے روشن چہرہ و یکین تارکیک دل کی تصویر اس طرح کیجئے ہیں۔
 یوسف میں بہت دھنسی علم و فہم ہے حق ہے کہ بچہ جیوڑی بھلا ہے
 وہاں انیسویں صدی میں صفائیں گرجا کیسے بچے کی عمر کی عمر
 ظاہر میں تجاہد، حقیقت میں بھلائی سوائیکہ اکھڑا لے مارگِ خفا ہے

یہ علم جسکے یہ تدبیر حکومت چلتے ہیں ہوتے ہیں تعلیم مساوات
 بیکاری دھریاتی غلامی واکلاس کیا کم ہی فرنگی ذہنیت کے فتوحات
 وہ تو کم کر فیضانِ ملوی سے ہو کر ملوی کے کلاگا ہے برقی بجانا
 مغربی تمدن اس کی بنیادوں اور اس کے طرز فکر پر یہ تحقیق اور جاننے کے علمی طلب
 میں بھانپوں نے مدارس پر پیشے تھے اور جو (RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS-
 THOUGHT IN ISLAM) کے نام سے شائع ہوئے تھے، قدیم طور پر زیادہ ٹھوکر لڑ
 گہرا ہے اس لئے کہ علم و فلسفہ کی زبان شعروادب کی زبان کے مقابلہ میں علمی خیالات اور
 اجتماعی عقیدہ کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہے وہ مغرب کی مادی تہذیب کی ساخت اور
 مزاج اور موجودہ انسان پر جو اس کا نام نہاد اور غلبہ دار ہے، نیز ان مسائل اور نکات
 چہن سے وہ دوچار ہے تبصرو کر لے ہوئے کہتے ہیں۔

مہم ہے مگر کے عقیدے و فلسفوں اور علوم طبعیہ یہ خدا اس نے ان کی مہمالت
 کر رکھی ہے، بڑی آگاہ ہے اس کے ظن و فطرت نے تو جیکے سے ہے صاحبِ ہنر
 تو ان فطرت کی تسکین ہے اگر مستقبل یہ اس کا یہاں خدا خدا کا دل کا ہے کٹا
 مہم ہے مگر کہہ دینی سرگرمی کا جو ناکارہ حرب ہوئے اس کے یہ اثرات ان کا
 سرور کی ہے عین جاننے نہیں ہو اس سے اتحاد و شیعہ ہے خیالات اور تصور
 کی جوت سے دیکھئے تو اس کا وجود غلط خیالات سے تضاد ہے یا اس اعتبار سے
 نظر ڈالے تو افراد اور ہے اس میں اتنی سکت کی نہیں کہ اپنی بے کلامانیت
 اور ناقابلِ تسکین جو ہے نہ یہ قابو اسل کہ سکے یہ اتنی ہی ان کے نہ اثرات کے

اسی مرتبہ کے لئے اس کا ہر حصہ ہر ایک ختم ہو رہا ہے بلکہ کہنا چاہئے کہ ختم ہو
 زندگی سے لگا چکا ہے اس کا آخر حقائق پر ہے یہی وہاں کے اس سرخ پر جو اس کا
 آنکھوں کے سامنے ہے وہاں اس کا تعلق اپنے امان و وحدت سے قطع ہو چکا ہے اور پھر
 جیسا کہ پہلے (man) کو کبھی خود خطا اور جرم کا یہ ثابت نہ ہوا اب بھی کہہ سکتے ہیں
 قیامت کے اس باقاعدہ انورڈالے اس کے گنگ و پھم غلط کر رہے ہیں؟
 "ہر جہاں کے اندر یہ خیریت کا طبع نظر ہے تک دنیا دارانہ ہیں بنیادوں کے
 جو خود سرگرمی کا بھی یہ عالم ہے جو کئی شے نہ ہو سکتی اس کی داس اس کی سرگرمی
 (man) کے نام سے نظر قہیں پر ہے لہذا وہ سرگرمی سے پرہیز کر رہے ہیں اس لئے
 زندگی وسط اقصیٰ کا سرخ پر ہو چکی تھی؟

علامہ اقبال مغربی سوسائٹی کو ایک ایسی سوسائٹی قرار دیتے ہیں جس کے پیچھے صرف
 وحشاندہ کشتی کا دروازہ ہے اور اس کو ایک ایسی تہذیب کہتے ہیں جو دنیا اقتدار و ریاست کا
 گی ٹھنکشی کی وجہ سے اپنی روحانی وحدت کھو رہی ہے۔

وہ ایک واقعہ کار اور جبر کا حیثیت سے سرائے دار کا اور اشتراکیت دونوں کو
 غیر تربیت کی روشاخیں اور ایک ہی خاندان کے دو گھرانے قرار دیتے ہیں جس میں ایک شرعی
 ہے اور ایک مغربی لیکن ہر دو طرحوں میں زندگی اور انسان کے تعلق میں فرق و نقطہ نظر میں دونوں
 ایک جہاں و مقابلہ ہیں ایک ملکی اور دنیاوی سفر میں جس میں ان کی ملاقات سید
 جمال الدین افغانی سے ہوئی ہے ان کی زبان سے یہ تصور نقل کرتے ہیں۔

ہر دو راہیں انصورت و ناخکیب ہر دو زبان نامشاس نام فریب

زندگی میں داخل ہو کر اس راخرواح
 دریا میں ہیں جو سنگ آسم زہریلا
 اس پر علم و دین و فہم نہ رکھتے
 اس پر وہاں ذرت نہ لے لے دست
 غرق دیم ہر وہاں آب و گل
 ہر وہاں تیرا دشمن و تائیک دل
 زندگی میں ملحق ہوا
 درگاہِ تہم دے اندر افسوس



غریبوں کو گم کردہ اندر افلاک را
 در حکم جو بندہ جان پاک را
 رنگ و بویا تیرا نگہ جو جان پاک
 جز بتی کا ہے سدا شکر پاک
 دین آں غیر حق نامشناں
 بر شاماتِ حکم وارد اس
 تاخوت و مقام بندہ دل ناست
 پیچ او در دل نہ وہ آب گل ناست

مغربی تہذیب اور اسلامی ممالک

مروجہ خیال تھا کہ مغربی تہذیب جو خوبیاں ہے کہ اسلامی ممالک کو کوئی نفع نہیں
 پہنچا سکتی اور نہ ہی وہاں زندگی پیدا کرنے کی صلاحیت ہے کہتے ہیں۔
 نظر آئے نہیں یہ وہ خالقِ کون
 آنکھیں کی ہوئی حکمرانی خلیفہ کا
 نہ کہ سکتی ہے یہاں درحیث کریم کر
 یزگی نسبت کہ جو ہے خود پ گور
 مروجہ مشق کو احسان کا جو بدلہ ہے اس کا اگر گئے ہوئے کہتے ہیں۔

فرنگیوں کو ملنا خاکِ سودا کے کیا تہی سخت و گہم خواری و کم آزاری
سلا فرنگ سے کیا ہے سودا کے لئے سے وقار و عجم زنان بازار گئی

مشرق میں تجدید کے علمبرداروں پر ان کی تنقید

وہاں ملک میں تحریک تجدید (لیکن زیادہ صحیح الفاظ میں مسزیت) کے
علمبرداروں سے بدگمانی نظر آتی رہی اور یہ اندیشہ ظاہر کرتے ہیں کہ تجدید کی ہوت کہیں
تقلیدِ فرنگ کا بہانہ اور پردہ نہ ہو — کہتے ہیں۔

لیکن بچے ڈرے کہ یہ آوازہ تجدید
مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ

وہاں تحریکِ اصلاح و تجدید (مسزیت) کے علمبرداروں کی بے بضاحتی اور
تہی اشگی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ بھلا دیر تیرے تانے بانے میں رہے کر بزمِ ہندوستان کے آئے مائیں غالی
تھی کبھی بہانہ ان بدلوں کو جو ہیں مری پلا بھلیوں کو بھی ہے جن کا شیر نالی

وہ دوسروں کی تہذیب و افکار کی اندھی تقلید کی مذمت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ
ہر قوم کے لئے ملکِ بات ہے لیکن اس قوم کے لئے افکارِ سماجی گناہ ہے جو قوموں کی تیار
اور سماجی انقلاب کے لئے پیدا کی گئی ہے — کہتے ہیں۔

جو عالمِ ایجاد میں ہے حاصلِ بکار ہر وہ میں کرتا ہے طوائفِ درگشا
تقلید سے انکار نہ کر اپنی خودی کو کہ اس کی مخالفت کر یہ گمراہ ہے گنا

لے منہ سے یہی علیہ سلامِ راہی لے ایضاً لے لے ایضاً لے

اس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک
 عجم کے قصور میں نقطہ بزم شہانہ
 لیکن بھٹہ ہے کیا طمانہ تجدید
 مشرق میں تقلید فرنگی کا ہیبت
 وہ مشرق کی اسلامی اقوام کو طاقت کے لیے یہی جہن کا نصب قیادت و حاکم کا
 تھا لیکن وہ بہت دور تھا کہ وہی واحد عمل قسم کی نقالی کا کرنا اور اگر یہ میرا
 فائز ترکوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔
 کر سکتے تھے جوابے زمانہ کی طاقت

وہ کہنے والے اپنے زمانہ کے ہم پرست
 تجاویز نام میں پرستی عظیم پاخانہ کی زبان سے ترکی میں کالی اصلاح و انقلاب
 کی سطحیت اس کے کھوکھلے پن اور اس کے دائمی و مذموم (کمال و تارک) کی خلکی کی ہنگامی
 اور یورپ کی بے روح نقالی کی مذمت کھلے طریقے پر کرتا ہے۔

مصلحتے کو از تجدیدی سرود	گفت نقش کہند را با بندود
نو نگردد کہ بدادخت حیات	گزارنگ کیدش ملت و ملت
ترک ما آہنگ نو رنگ نیست	جزہ اش جو کہ از رنگ نیست
سید اورادے دیگر نبود	در خمیرش علیے دیگر نبود
لاہرم با عالم موجود ساخت	خلی موم از سوز این عالم گداخت

تہذیب اسلامی اور اس کی حیات انگیزی پر یقین

وہ اسلامی تہذیب اور اسلامی شریعت کی لاندہاں قوت اس کا ایک نئی دنیا اور

نئے میاشر کی تشکیل و تعمیر میں ان کے عظیم امکانات پر پورا یقین رکھتے ہیں انہوں نے اپنے خطبہ صدارت میں جو سنہ ۱۹۷۳ء میں ان سلسلہ پارٹیز کانفرنس میں دیا تھا، سلسلہ کو طے کرتے ہوئے فرمایا۔

”جس میں کے تم طرز و دور و فرس کا قصد و نیت کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی اس طرح تربیت کرتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ خلافتوں میں صرف کرنے میں یہی قیام کے مضمرات ابھی تم نہیں ہوئے یہ وہی سب کچھ کی ایک نئی دنیا پیدا کر سکتا ہے جس میں غریب میروں کے نیکیں وصول کیے ہیں یہ منافق مومنانی حدود کی مساحت پر نہیں بلکہ محل کی مساحت پر قائم ہو۔“

جدید اسلامی تجربہ گاہ

ان کو پورے خلاص کے ساتھ اس کا یقین اور احساس تھا کہ ایک ایسا خود مختار خطہ سلسلہ کے لئے پیدا ضروری ہے جہاں اسلامی زندگی کا عمل اپنے سائے شہوں اور پہلوؤں کے ساتھ جاری رہ سکے اور شریعت اسلامی اور زندگی کا اسلامی طریقہ اپنی تعداد و صلاحیتوں اور تجربہ کا آزادی کے ساتھ اظہار کر سکیں اور جو کمزور ستان ہی وہیں کہ انہوں نے سنہ ۱۹۷۳ء میں لم پیگ کے اجلاس کے خطبہ صدارت میں کہا تھا (ایک ایسا ملک ہے جہاں صحیح بڑا اسلامی مجموعہ آباد ہے اس لئے وہ اس تجربہ کے لئے صحیح زیادہ مخزون جگہ ہے اور یہاں وہ اسلامی مرکز زیادہ گہرے الفاظ میں دلیلیوں کی آٹھ ہو سکتا ہے جہاں صالح سوسائٹی کی تشکیل اجتماعی زندگی کی تنظیم اقتصادی مسائل کا حل اور تہذیب کی صحیح و پاکیزہ و پرنالہ عقیدہ اور ملے دوستی اور رعایت اور فرد و جماعت کی

ایک ایسی ہم آہنگی پیدا ہو سکے جو لوگوں کو تعجب و حیرتوں پر مجبور کرے اور اسلامی ملک کے رہنماؤں کو اس کی تحلیل و تہذیب کے مفکرین کو نئے طرز پر سوچنے پر آمادہ کر سکے۔

یہ سیاسی بالغ نظری اور بلند فہمی جس کی نظیریں دور میں عالم اسلام میں شکل سے لے کر ملکیت پاکستان کی بنیاد تھی، مشعلہ میں یہ خواب بڑا ہوا اور پاکستان وجود میں آیا۔ پاکستان کے اولین اداروں نے بھی اس فکری بنیاد کو تسلیم کیا جس پر اس عظیم ترین اسلامی ریاست کی تعمیر ہوئی تھی اور اس کو اسلامی طریق زندگی کا ایک نیا تجربہ گاہ قرار دیا۔ مشعلہ علی جناح نے اپنی ایک تقریر میں جو انھوں نے ۱۹۴۷ء کو برصغیر کو پاکستان کے تہی بھری اور فضیلتی نوع کے مسلمان اور مولیٰ حکام کے سامنے کی تھی کہا۔

”پاکستان کا قیام جس کے لئے ہم دس سال سے کوشاں تھے غرضتہ قلب و لب ایک

نوع و خبیثت ہے لیکن خود اپنی ملکیت کا قیام ہم نے غرضتہ صرف و لب ایک نوع و خبیثت

اصل غرضتہ جس غرضتہ خلیفہ خلیفہ ملکیت کا قیام ہم نے غرضتہ صرف و لب ایک نوع و خبیثت

غرضتہ جس کو ہم اپنے غرضتہ و غرضتہ کے مطابق ترقی دینا چاہتے ہیں اسلامی عدلی

اجتہاد کے اصول و آئینہ کے ساتھ رہتے ہیں

یہ امت علی خاں مرحوم نے ۱۹۴۷ء جنوری مشعلہ کو پشاور کے لیکچر جنرل میں کہا۔

پاکستان کا قیام ایک تجربہ گاہ ہے اور ہم دنیا کو دکھانے کے لئے یہ سوچ رہے ہیں

اسلامی اصول و آئینہ کے ساتھ رہتے ہیں

ایک دوسرے موقع پر مشعلہ میں انھوں نے ایک تقریر میں کہا۔

”ہم نے پاکستان کا مطالبہ اس لئے کیا تھا کہ مسلمان اپنی زندگی اسلامی احکام کے

کتابیں ڈھائیں ہم نے ایک ایسے نل کے قیام کا مطالبہ کیا تھا جہاں ایک ایسی حکومت بنائی جاسکے جو اسلامی اصولوں پر مبنی ہو جس سے ہر اصول دنیا پر یا دنیویں نہ ہو سکے۔ لیکن یہ تجربہ جہاں نہایت نراکت اور اپنے دور میں نتائج کے اعتبار سے تاریخ کا ایک اہم ترین اور بدنام ترین (black-nama) واقعہ تھا، ان ہی رہنماؤں کے ہاتھوں کا یہاب ہو سکتا تھا جو اسلامی شریعت کی اہمیت اور اسلامی تہذیب کی بڑی چیزیں ترسواں لایاں رکھتے ہوں جن کا خلوص اور صداقت خود فرضی مقاصد پرستی اور مصلحت کوئی سے پاک اور ہر شے سے بالا تر ہوں کا زہریلا قدر و انکار کی غلامی اور ان کی سیرت خیر اسلامی تعلیم و تربیت کے اخراجات سے بالکل آنا دھوکے پر ہوا اور ایمان راسخ اور اخلاقی جرات کے ساتھ جدید علوم کے پیدا کردہ مسائل اور قوتوں کو اپنے اعلیٰ دینی و اخلاقی مقام کے لئے استعمال کرنے کی قدرت اور آثار و جدید اسلامی ماحول کے اصول کے مطابق ان کو اڑھانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

تازک امتحان

لیکن اس تجربہ کو کاہناب بنانے اور تاریخ کے اس نادر ذریعہ موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے رجوع دہلیوں کی مدت میں کی قوم کو مل سکتا ہے اور خصوصاً یہی دین اسلام و امت کو کی بنا پر ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو حاصل ہوا تھا جن میں سچے صلاحیتوں اور عیسوی کے اشخاص دکھانے ان کے انتخاب پر مناسب توجہ نہیں کی گئی اور ان کی تربیت اور تیار کی کے لئے مناسب اور ضروری وقت نہ مل سکا اور خاص کو ضروری سمجھا گیا،

مشرق اسلامی ملک میں جو مغربی نظام تعلیم درست طریقہ تھا اور مغربی تعلیمی مرکز جہاں ان لوگوں نے تعلیم حاصل کی تھی وہیں کی تھوڑی سی اسلامی ریاست کی تشکیل اور دنیا کا ہر ملک کام آیا تھا اس سے بہتر نمونہ پیش کرنے سے قاصر تھے جو ہیں پاکستان کی موجودہ شکل میں نظر آتا ہے اور اس طرز فکر اور طرز حیات کے سوا دنیا کو کچھ اور نہیں دے سکتے تھے اور جس طرح وراثت کو اس کے قد کی پھل پر ماست نہیں کی جا سکتی اس نظام تعلیم اس کے مغربی رہنماؤں اور اس ذہنی ماحول سے شکایت یہاں ہے کہ اس نے اس نوازائے اسلامی ریاست کے لئے ایسے رہنما اور سربراہ پیدا نہیں کئے جن کو دین کی اہمیت و کمالیت اور اس کی لافانی صلاحیت پر مزید ستر ازل یقین ہو اور اس کی توسیع و تبلیغ کے لئے ان کے اندر قرون اولیٰ کا سا ہوش پایا جاتا ہو جو مغرب کے انکار و اقتدار کے سامنے سر اٹانے کے بجائے اور اپنے ملک کے قانون و نظام کو ان کے سانچہ میں ڈھالنے کے بجائے مغربی تہذیب کے علمبردار اور مسائل و علوم جدیدہ کے کہن کو اپنے یقین کی غری سے چھلکا کر اپنی تہذیب کے سانچہ میں ڈھالیں اور اپنی ضرورت اور اپنے رُوح کے سانچے تیار کر لیں۔

افسوس ہے کہ بحال اور مثبت طور پر قیام پاکستان کی اعتبار مدت میں بھی نظام تعلیم کو جو کسی ملک کو کسی خاص رخ پر بے چلتے کے لئے دیکھا گیا وہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلامی روح اور اسلامی مقاصد کے لئے لازماً ضروری تہذیب دینے پاکستانی معاشرہ کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے والے ائمہ کو اسلامی بنانے والے اور اپنی انکار اور اخلاقی فساد کے معلوم و معروضہ ناگوں اور حشریوں کو بند کرنے کے لئے کوئی جرأت مندانہ قدم نہیں اٹھایا گیا بلکہ کسی طرح اس کا ثبوت دینے کی غلصہ اور بغیرہ کو شش نہیں کی گئی کہ پاکستان یک ذیہ اسلامی ہے۔

اور تجربہ گاہ ہے جہاں اسلامی طریق زندگی کی افادیت اسلامی اصول و قوانین کی صلاحیت اور اسلامی تہذیب کی فوقیت کا عملی ثبوت فراہم کیا جائے گا اور دوسرے ابھرتے ہوئے ممالک کے لئے عملی مثال پیش کی جائے گی (اس کے برخلاف عالمی قانون - ۱۹۷۸ء) (۱۹۷۸ء - ۱۹۷۹ء)۔ سلسلہ کے یہ ثابت کر دیا کہ پاکستان کے آئین ساز اور سربراہ مغربی انکار و تقلید سے مصروف پوری طرح متاثر نہیں بلکہ ان کو آئین سازی کے لئے فیصلہ کن بنایا سمجھتے ہیں اور شریعت کی کاملیت اور ابدیت پر ان کو یقین نہیں۔

پاکستان اور برطانیہ میں قومی اسمبلی نے اپنے ڈھاکہ کے اجلاس میں اس عالمی قانون کو منظور اور ان تمام تر بات کو جو اس بنیاد پر تھیں کہ یہ قانون قرآن و سنت کے نصوص و تصریحات اور اجماع و تعامل کے خلاف ہے مسترد کر دیا اور لوگوں نے تعجب کے ساتھ پاکستان اور برطانیہ کے اخبارات میں یہ خبر پڑھی۔

”یہاں قومی اسمبلی نے کل جی بی کثرت سے عالمی قانون میں ترمیم کی کوشش کو

تک دیکھا کہ اس کی بعض صفحات میں ترمیم کا بیانیہ ان کے سامنے کیا تھا۔ اصل بات کے اندر

نہ صرف عالمی قانون پر دیکھ کے ایک سے زیادہ شکایات کرنے کے لئے اور اختیار کو منسوخ

کر رکھا ہے ترمیم کے موافقوں نے اس بات کا دعویٰ کیا تھا کہ یہ قانون شریعت اور

قرآن شریعت کے خلاف ہے جس میں متعدد اقدامات کی مکمل اہمیت آگئی ہے،

پاکستان کے درجن خیالی طبقہ کا کہنا ہے کہ یہ اہمیت قومی اور ملکی تھی اور اس کا

مقصد رواج میں تبدیلی کا اصلاح کرنا تھا۔

اسلام کے منصوبہ ساز و اجتماعی مسائل کے بارے میں جب پاکستان کا یہ رویہ ہے تو

اسلام کے لئے قرآن میں یہ بھی صریح موجود ہے جتنا کہ قومی صورت امور کے لئے احکام دینے کی آزادیت اور تعدد و تفریق دینے۔ لہذا جو یہ بات کہ امت کا اتفاق ہے۔

تہذیب معاشرت، تعلیم و تربیت، سیاست و آئین کے بار میں بلند توقعات قائم نہیں کی جاسکتیں، وہ حقیقت اکثر نئے آزاد یا قائم ہونے والے اسلامی ممالک ترک کے نقش قدم پر سرگرم سفر یا آگاہ سفر میں اودان کے سربراہوں میں دان کا مغربی تعلیم و تربیت کے اثر سے کمال انحراف کی تقلید کا کم و بیش شوق پایا جاتا ہے۔

پاکستان میں تجدد مغربی انکار و اقلہ کا حاصل میلان کر جدید اصلاحات اور قوانین سرٹیلو، ٹیلیوژن، صحافت اور ادبیات کے ذریعہ ذہنی اور اخلاقی سانچہ تبدیل کرنے اور ایک نئے نسل کی تیاری کا کام سب زیادہ عزم اور خصوصیت کے ساتھ شروع ہو گیا ہے جو مغربی تہذیب اور تادمی طرز حکومت کو آسانی کے ساتھ قبول کر سکے، مگر اس اور ساجد حکومت کے زیر انتظام لینے کے بعد علماء و دین دانوں مسلم جو اس کی مخالفت شروع کر دیں اور کم سے کم عدم تعاون کا وہ خطوط بھی باقی نہیں رہتا جو ان خصوصوں کا کامیابی میں نکل ہو سکتا ہے، ایک حقیقت یہ ہے کہ جس کے سامنے نکلے اس کے سامنے ایک پھلتی پھٹتی ہے آسانی کے ساتھ پیش بینی کر سکتا ہے کہ اس ملک کے سربراہوں کے رائے کیا ہیں اور یہ ملک (خواہ تدریجی اور خاموش طریقہ پر) کس منزل کی طرف گامزن ہے۔

یہ حال پاکستان کا اپنے بنیادی مقاصد سے انحراف اور عصر حاضر کی دوسری تہذیبی (secular) اور تجدد پسند (modernist) حکومتوں کی تقلید یا نئی تجدید کا ایک ضمیمہ یا نحو ہے اور ان کروڑوں افراد کے ساتھ بیوقوفانہ جنھوں نے اس اسلامی عمل اور تجربہ گاہ کے قیام کے لئے شدید ترین تکلیف برداشت کیں اور عظیم قربانی پیش کی اس سے بڑھ کر اس کا نقصان یہ ہو گا کہ یہ طرز عمل ہمیشہ کے لئے اس سنگ اور آرزو کو سونپ دے گا اور اس تجربہ کی کامیابی کے امکان کو اگر ختم نہیں تو نہایت بعید بنائے گا۔

اوپر لگتے ہیں اور انسانی تجربہ اس کی اجازت بھی نہیں دے گا کہ پھر اس کا نام
یہ جاتے پاکستان کی اس تازک اخلاقی ذمہ داری کو پرفیسر آسمتھ (CANTWELL SMITH)
نے بڑے اچھے انداز سے بیان کیا ہے، وہ اپنی کتاب
"ISLAM IN MODERN HISTORY" میں لکھتے ہیں:-

مثلاً پاکستانی کسی وقت یہ خیال کریں کہ اسلامی معاشرہ کا آئینہ کائنات کے
اجتماعی انداز سے کہیں زیادہ دشوار طلب لیکن سوجا ہائے ادب ہی کے لئے کوئی
راہ فرماتی نہیں، اس کے وعدے اور دعوے اتنے بلند ہنگاموں پر پہنچ چکے ہیں کہ
عمیسیں سے گرجنا ممکن ہو گیا ہے اس کی تاریخ ادب کی تاریخ اسلام ہو گئی ہے جس کا سوا
پر بہت بڑی ذمہ داری آئی ہوئی ہے اس خواہ وہ اسے پسند کریں یا اس پر عدم
ہوں یہ ہر حال وہ اسلامی ریاست کے تصور کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور نہ اسے
زیادہ دیر سوچا ہو کہ اندر لکھتے ہیں کہ اس وقت اسلامی ریاست کے
نظر کو ختم کرنے کا نیکو محض طریقہ اس کی تبدیلی کا فیصلہ ہی نہیں ہو سکتا ہوگا
اپنے یہ اصولوں کی اساس پر کھانا اچھانے کے مترادف ہوگا اور اس میں اس کی
سچی طلب خدا کے لئے کہ اسلامی ریاست کا نظریہ ایسا ہے اس کا لغو بعض
فریب نظر تھا جو عیال و عیال کے تقاضوں سے بچنے کی صلاحیت نہیں رکھتا
یہ کہ پاکستانی بحیثیت ایک قوم کے لئے اپنی قومی زندگی پر اندر نہیں ہوا کہ
یہ بھی اس صورت میں دنیا کے نزدیک خود عمل انوں کے مستعد ایسا ہی ہے
حکومت کا اپنی ترقی و ترقی کے لئے

دینی رہنمائی کا نازک کام

اس فسوناک صحت حال پر جو اس وقت پاکستان میں پیش ہے بہت کچھ قابو پایا جاسکتا تھا۔ اگر کم سے کم اس کے اثر کو آگاہ کیا جاسکتا تھا اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور حکومتی حلقہ میں اسلامی فکر اور صورت اسلامی کو زیادہ بڑی تعداد میں شایع ہو سکتے تھے، نیز قدیم و جدید طبقہ کے درمیان جو وسیع غلط فہمی پائی ہے اس کو بہت مختصر کیا جاسکتا تھا، اور دونوں طبقے کی کراہی غلط فہمی جو کہ کامیاب بنا سکتے تھے جس کے لئے پاکستان وچھوڑ دیا جاتا اگر فکر اسلامی کے طریقہ راہی زیادہ صلاحیت اور دوش دہی کا ثبوت دیتے اور ملک کے مختلف طبقوں کا زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل کرنے اور اس قدر دینی اور روحانی فکر کو پکڑنے میں کامیاب ہو جاتے جس کو جدید طبقہ عرصہ سے خدمت کے ساتھ سمجھ کر رہا ہے ایسی صورت ہو سکتا تھا جب فکر اسلامی کے طریقہ راہ و راہی کچھ عرصہ پہلے سے صبر و استقامت کے ساتھ اپنی تمام صلاحیتیں اور قوتیں اسلامی طریقہ زندگی کو قبول کرنے کے لئے داخل اور دلوں کو تیار کرنے اور نوجوانوں کی دینی و روحانی تشکیل کے کام پر کوڑ کھینچتے اور تمام میدانوں سے یکسو ہو کر اسی کو اپنی جدوجہد کا میدان بنا لیتے، اسی کے ساتھ پاکستان کو ایک ایسی دینی قیادت میراثی جس میں شخصیت کی دل آویزی اور سحر انگیزی کے ساتھ کھلے ہوئے علمی آفتاب ستارہ داخلی صلاحیت قلب کا گداز اور حالت پر اثر انداز ہو کر روحانیت اپنے فرائض اور بے ہوا رہا ہو جانے کی صفت اور ایسا اختلاص جمع ہوتا جو ہر جگہ شہرہ اور تمام سیاسی اختلافات سے بالاتر نظر آتا، غرض پاکستان کو وہ میز کاروں نصیب ہو جاتا جس کی تعریف اقبال نے ان الفاظ میں کی ہے۔

نگاہ میں غنیمت و نواز جہاں پر روز
یہی ہے رحمت سفر پر کھولنے کے لئے
پاکستان کی جماعت اسلامی

جماعت اسلامی جس نے پاکستان میں اسلامی نظام اور اسلامی قانون کے نفاذ کا پختہ
مطالبہ کیا تھا اس بات کو اس قدر حق کو پہنچا کر سکتی تھی اور اس غلط کو پر کرنے کے لئے مسیحے زیادہ
اس پر نظر پڑتی تھی اس کے اہل مولد اسید ابوالکلام علی ہودہ دہلوی میں متعدد ایسی صفات جمع
تھیں جو ان کو دینی قیادت کے منصب بلند پر مہیا کر سکتی تھیں ان کو قدرت کی طرف سے
ایک ایسا ہوا داد بخش پروردگار اور ایک طاقتور اسلوب کا تھا وہ خارجی کے ہر بد کا تکرار اور
فلسفوں سے واقف تھے، دوسری طرف ان کو اسلام کی تعلیمات اور ان کی زندگی کی سلاست
پر عقیدہ تھا، مغربی تہذیب و افکار کی تنقید اور اسلامی تعلیمات کی تشریح و ترجمانی میں ان کی

لے ان کی توجہ و تامل کے اثر کے یہاں پاکستان میں روزی روم بظاہر نہ ہو سکتا تھا اس کے بعد
ان کی ان نکتہ پر ہم غور کرتے ہیں کہ ان کی زندگی میں یہ کچھ وہ خاص کچھ تہذیب و تمدن کا نشانہ ہے
پاکستان میں جس پر ان کی توجہ کی گئی تھی ان کا بظاہر ان کے ہم عصر میں نہ تھا اور ان میں سے کچھ ان کی توجہ سے
وہ حضرات ہیں جن کو مسیحی نظام اور یہودیوں کا مسلک شرعی اور احکامات کا لگ بھگ تھا ان میں
نیکس و خبیثوں کے درمیان کے اختلافات کی علامت تھی کہ وہ ان کے عظیم ترین دینی اصول و جزا
میں ایمان لے کر ان کے خلاف تھے کہ ان میں اختلاف تھا انھیں یہ نہ تھا کہ ان کی تہذیب و تمدن میں ان کی تہذیب و تمدن کا
نفاذ ہو سکے گا کہ ان کی تہذیب و تمدن میں ان کے تہذیب و تمدن کا نفاذ ہو سکے گا کہ ان کی تہذیب و تمدن کا
میں یہ اسلام کے خلاف تھا کہ ان کی تہذیب و تمدن میں ان کے تہذیب و تمدن کا نفاذ ہو سکے گا کہ ان کی تہذیب و تمدن کا
یہ دلائل کا یہ مضبوط غور۔ انہوں نے تہذیب و تمدن میں ان کے تہذیب و تمدن کا نفاذ ہو سکے گا کہ ان کی تہذیب و تمدن کا
یہ دلائل کا یہ مضبوط غور۔ انہوں نے تہذیب و تمدن میں ان کے تہذیب و تمدن کا نفاذ ہو سکے گا کہ ان کی تہذیب و تمدن کا

تحریریں استناد اور طاقت سے پُر ہوئی تھیں اور اس سعادت آمیز اور عظیم الشان اور
 طرز سے پاک جماعت سے پہلے کے مسلمان اپنی قلم اور صغیر کا شمار ہی کیا تھا انھوں نے
 اپنے ابتدائی دور میں اسلامی مسائل اور شکلات و سیاسی مباحث پر جو چند مضامین و مسائل
 لکھے انھوں نے ہندوستان کے اسلامیت و ملت میں بڑی مقبولیت حاصل کی اور ان سب
 لوگوں کو ان کی ذات کی طرف متوجہ کر دیا جو اسلام کے اعتقاد اور غلب کے خواہشمند اور
 موجود صورت حال سے بے چین تھے اس تاثر کے نتیجے میں جماعت اسلامی کا وجود بڑھ گیا
 اور چنانچہ لوگوں کو ان کے قلم و فکر نے متاثر کیا تھا وہ جمع ہو گئے پاکستان بننے کے بعد
 قدرتی طور پر جماعت کی قیادت و اہل فکری ہو گئی جو اسلامی فکر کا اشاعت و ترقی کے
 لئے زیادہ موزوں یہ رہا تھا لیکن کچھ تو ہندوستان و پاکستان کے ایک بڑے دینی حلقہ کو بعض
 فقہی و کلامی مسائل میں رہنمائی کی تھی یہاں تک کہ بعض باطلہ و تحریف سے اختلاف ہونے کی بنا پر اور کچھ
 جماعت کی اکثریت کی سیاست و اختلاط میں حصہ لینے کی وجہ سے اور کچھ اس کے اختلافات ان
 تمام عناصر کے اتحاد و یکجہتی کے سبب جماعت کو اس کے اسلامی نظام و اسلامی بنیادوں کے لغوی
 اپنا مفاد اور اپنا سیاسی مستقبل و غور میں نظر آتا تھا جماعت کو شدید پریشانی و اضطراب
 مرتبہ وونی تھا کہ مسلمانانِ پاکستان اور بعض اوقات جماعت کے صفت اول کے ذمہ داروں میں
 اختلاف پیدا ہوا اور ان میں سے متعدد ایسے اشخاص نے جو جماعت کے عمال و اہل اس
 فکری و فہمی میں شمار کیے جاتے تھے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی، دوسری طرف حکومت نے
 اس کی راہ میں ایسی رکاوٹیں پیدا کر دیں کہ جن سے اس کو اپنی دعوت کی ترویج میں سخت
 دشواریاں پیش آئیں۔

جماعت کو اپنی سیاسی سرگرمیوں اور تنظیمی کاموں کی وجہ سے بھی اس کی فکری

کام کو جاری رکھنے کا پوری کیسوی کے ساتھ موقع نہیں مل سکا جو اصلاح کی شہرت و مقبولیت کا باعث تھا بہت کچھ جدید مسائل اور بہت کے لیے جدید فلسفے اور نظام میں آج پہنچے ہیں پاپے و محققانہ تصنیفات کی خدمت سے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے جن کے لئے نوجوان طبقہ میں سخت تشنگی پائی جاتی ہے لیکن پاکستان کے موجودہ حالات اور جماعت کی سرگرمیاں اس کی مہلت نہیں دیتی کہ ان موضوعات پر کوئی نئی اور بڑی پیش کش ہو۔

بہر حال اسباب کچھ ہوں واقعہ یہ ہے کہ جماعت اسلامی پاکستان کی راہ میں ایک خالص دینی داعی کا کردار ادا کرنے کے لئے بہت سی رکاوٹیں پیدا ہو گئیں اس کے لئے اسلامی بے لوث دینی خدمت پیش کرنے اور بے غرض دینی خدمت انجام دینے اور احکامِ لادنیہ نفس پرستی اور اخلاقی پرستی کے خلاف ایک مؤثر و متحدہ محاذ قائم کرنے میں بڑی مشکلات و پریشانیوں مشکلات سے نکلنے کے لئے اور ایک دینی داعی و صلح کا مقام حاصل کرنے کے لئے اس کو بڑے عزم، جرات، قربانی اور بڑے انقلابی اقدام کی ضرورت ہوگی۔ وہ عمل اللہ عید، اللہ عید، اللہ عید۔



عالم اسلام میں مصر کے کردار کی اہمیت

انیسویں صدی کے اوائل میں جب عثمانی پاشا نے مصر سے فرانسیسیوں کو نکال کر اپنی حکومت قائم کی (مصر تیسرا مرکزی میدان قلعہ جہاں شرق و مغرب کی فکری، ثقافتی تہذیبی اور اجتماعی کلکشن بڑے پیمانہ پر سامنے آئی) فرانسیسی حلا اور اقتدار نے (جو اپنی قوت کے اعتبار سے مختصر اور اپنے اثرات و نتائج کے اعتبار سے بہت طویل) کہا جا سکتا ہے مصر کی سرزمین اور عربی اسلامی زمین میں اچھی طرح نمود ریزی کی مصر میں شرق و مغرب کی فکر برآہ راست ہوئی، علماء و فضلاء کی دو جماعتیں جن کو مصر کی خدیوی حکومت علوم جدیدہ کی تحصیل اور علم و مطالعہ کی ترویج کے لئے مغربی ممالک، مخصوص فرانس سمجھتی رہی تھی، انھوں نے سرعت کے ساتھ مصر کی طرف مغربی افکار و اقتدار کو منتقل کیا، اسٹیل پائپ کے عہد میں نہر سوئز تیار ہوئی جس نے بحر احمق کو بحیرہ روم سے ملادیا اور ریاست اور بین الاقوامی تجارت کے میدان میں یکایک انقلاب برپا کر دیا، اس کی وجہ سے مغرب و مشرق کی پرانی علیحدگی کم ہو گئی اور پیل جوں اور تہذیبی تجارت کی ایک نئی راہ کھل گئی۔

مصر اپنی متعدد خصوصیات کی بنا پر چین میں کوئی اس کا شریک نہ سمجھتا اس کی صورت

لہذا وہاں اختلافات سے متبرکات ملے گئے یہ سلاطین پہلے کی قوت۔

کہتا تھا کہ ایک ایسا میدان بننا جس میں ایک طرف وہ سائنس کا علوم اور جدید مسائل
 بہتے ہوئے پائے جاسکیں اور دوسری طرف علم و تقویٰ
 اور کامیاب و پاکیزہ زندگی کے واسطے بنیادیں (جو اسلامی مشرق کا قیمتی سرمایہ ہیں) اور
 وہ نیک خواہشات اور نیک کلمات ہوتے جو صرف مضبوط عقیدہ اور ایمان و محبت سے ہر فرد
 میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ مگر کونسی دولت کا وہ فرضہ ملا تھا اور وہ عربی زبان و ادب اور
 دینی علوم میں اپنی خاص اہمیت اور شاعت کے وسائل کی فراوانی الذہر جیسے اداوار کی
 موجودگی (جو عالم اسلام کے بڑا دینی و ثقافتی مرکز ہے) اور اپنے ذہن کی فطری پیمائش
 ثقافتی لین دین میں اپنی قدیم مہارت اور قابلیت کی وجہ سے اس دولت کی تقسیم اور اس کا
 استفادہ کرنے کی بڑی صلاحیت رکھتا تھا۔ وہ عالم اسلام اور مشرقی ملک و مملکت و دیار
 اگر اوزان شرقیہ کے خورد و انداز و سوا یا نہ طور پر قائم و مستحضر اور اور مستعد (excellent)
 کی کامیاب اور پاکیزہ مثال قائم کر سکتا تھا۔ یہ ایک ایسا تہاد تھا جس میں کسی کا نقصان
 ہوتا اور نہ ناپ تول میں کوئی کمی ہوتی۔

ایک نئی نذر سوز کی ضرورت

مگر کیا یہی نذر سوز سکتا تھا جو اقوام عالم کے لئے نذر سوز ہے کہیں زیادہ مفید و
 انسانیت کے مستقبل اور دنیا کی تاریخ کے لئے اس سے ہزاروں گونہ زیادہ بہتر و
 مشرق و مغرب کے درمیان صحیح ساہرا اور توازن قیادت و قیادت کی وہ نذر سوز (sawney) کا
 جو طبیعتی علوم میں پیدا ہوا مشرق کو ترقی یافتہ ممالک کے سرگشتہ و حیران مغرب کو جو مفلحان
 وہ حمایت پر تہی دامن اور ایسی وہ بگانی اور فکری کی راہ چکا مرنے ہے اس مشرق سے

ہکتہ کرتی جس کو آسمانی مذاہب اور خدا کے آخری پیغام اسلام نے قلبی سکون و داخلی اطمینان
 روحانی سرتر اور بہت سی احکام و حکومت سے ازالہ کر رکھا ہے وہ ان زبردست ،
 مجبور مقول اور کثیر اتحاد و وسائل کو جو مقصد سے آفاقی ہیں ، شرق کے ان نیک اور
 صالح مقاصد سے آشنا کرتی جو وسائل سے محروم ہیں ، اس غریب کو جو کر سکتا ہے ، لیکن
 کرنے کا جذبہ نہیں رکھتا ، اس مشرق سے بغل گیر کرتی جو کرنا چاہتا ہے ، لیکن کر نہیں سکتا
 دونوں میں سے جس کے پاس جو چیز ہوتی ہے دوسرے کو خاک و آوارہ انسانیت کی ترقی و
 خوش حالی میں ، حقیقی بھائیوں کی طرح ، دونوں مل جل کر حصہ لیتے ہیں عقلی اور ثقافتی ہنر
 اگر وہ ہر دین ، آجائی نور دنیا کے لئے ایک نئے دور کا آغاز اور ایک ایسا تاریخی کھانا ہو جائے
 جدید تاریخ میں سب کے اولین اور نمایاں جگہ لیتی اور مصر کو اس کی بدولت عالمگیر قیادت کا
 منصب رفیع حاصل ہوتا۔

لیکن یہی وقت ہو سکتا تھا جب کہ مصر غریبی تہذیب اور غیر ملکی خلافت کے
 وقت ہی سے اپنی دینی رجحان اور اس کے راستہ میں قرآنی کاوشوں کے ساتھ مصر پر جو
 صبح طوفان سے صدمہ کرنا ان کو مزید تقویت کا باعث بنا تھا اور اس صدمہ کے بارے کے ان کو
 کام میں آج جس کی سہولتیں اور فرائض اس کو دوسروں سے زیادہ حاصل تھے۔

مصر کا کمزور تقلیدی پہلو

لیکن مختلف سیاسی اور تعلیمی اسباب اور حالات نے مصر کو قیادت و رہنمائی اور
 مغرب کو متاثر کرنے کے اہم کردار سے باطل کر دیا اور اس کو مغرب کے ایک شاگرد اور تقلید
 خواہ میں کی پوزیشن میں رکھ کر کیا ، اس نے اس ہنر کے ثقافتی عمل کو صرف داند (dogma)

تک محدود کر دیا جس کی وجہ سے مصر کی انفرادی شخصیت اجاگر نہ ہو سکی۔

ان اسباب و محرکات میں سب سے اہم سبب جس نے مصر کو اس مرکزِ مدینہ پر ڈالا اور جس نے نہ صرف مصر بلکہ پوری عربی دنیا کو اقبالِ تملانی اقتصاد پر پہنچایا، وہ افسوسناک سیاسی صورتِ حال تھی جو انیسویں صدی میں مصر میں نظر آتی ہے اور جس میں اس کے ساتھ پورا عالمِ اسلام شریک ہے، یہ خیر ملکی سامراج اور برطانوی اقتدار تھا جو بالواسطہ یا بلاواسطہ دونوں شکلوں میں ہر جگہ قائم تھا اس غیر فطری صورتِ حال نے عالمِ اسلام کے اہل فکر اور قائدین کو اس کا موقع ہی نہ دیا کہ وہ دوسرے مسائل کی طرف خاطر خواہ توجہ کر سکیں ان کی مداری قوتیں اور صلاحیتیں اسی ایک نقطہ پر کو نہ ہو گئیں اور اس نے ان کے سوچنے کے لئے کوئی میدان باقی نہ چھوڑا۔

سید جمال الدین افغانی

جمال الدین افغانی عالمِ اسلام میں ایک ممتاز مذہبی و سماجی اور کثرتِ شخصیت کے مالک تھے انھوں نے غرب کو مٹا اور دیانت کے ذریعہ خوب پہچانا، ایک ملک کی شخصیت پر عظیم شہرت و قبولیت کے باوجود کچھ ایسا پرہیزگار ہوا ہے کہ ان کی شخصیت بھی بعض پہلوؤں سے مہربان لگی ہے اور ان کی طرف سے خود اور جماعت اور اقوال و منسوب کئے جانے لگے ہیں ان کی گفتگو و خطبات اور تقریریں کا جتنا حصہ مخصوص ہے اور ان کے شاگرد و معتقدتِ مدائن کے حکامات و اخلاق اور علم کے شعلے جو اوقاتِ بریانی کرتے ہیں ان سے وضاحت کے ساتھ ان کے کلمے و عبارات اور تصنیفِ خیالات کا اور ان کی ذاتی زندگی کا احاطہ نہیں معلوم ہوتا اور لے یہ حال کہ افغانی کے حالات کے لئے اس قدر مواد حاصل ہوا ہے جس سے اس کا ذکر اور بیان

میں بڑی گہری بصیرت کے ساتھ ساتھ طرح طرح کے انسانوں اور ان کی عادات و
 خصائص کا خوب خوب تجربہ رکھتے تھے اس کا مطلع نظر طرح تھا اور اس لئے
 یہ کوئی مشکل بات نہیں تھی کہ ان کی ذات پر گہری ماضی اور مستقبل کے درمیان ایک
 جیسے جہان دیکھ کر یہ جانتے کہ ان کی فکر کو کشمکشیں اور صورتیں ہی اور پر مرکز
 رہیں کہ اسلام نے تو یہ انسانی کو جس طرح کے عمل اور باتوں کی تعلیم کی ہے اس کی
 نوعیت کیا ہے تو ان ہم ملان اپنے ہاں دیکھیں زیادہ وضوح کی ساتھ کھڑے ہوں گے۔

لیکن عام طور پر عالم اسلام کے اور خاص طور پر مصر کے حالات نے وہاں جمالی
 اخلاقی نے اپنی فکر کا بہترین حصہ صرف کیا اور اس کو اپنی ذہنی فکر میں سرگرمیوں کا مرکز بنایا
 اور ان کے مخصوص مزاج نے (جس میں ان کی ذہانت غیر معمولی اسلامی حیرت اور اخلاقی
 خودداری اور جوش کو بڑا دخل تھا) عالم اسلام کی سیاسی و علمی ترقی اور اس کی آزادی
 و خودداری اور وحدت و یکجہتی اور غیر ملکی اقتدار اور برطانوی حکومت کے خاتمہ کے
 سوا کسی اور چیز کی طرف توجہ کی بہت تھی اور ان کی سیاسی جدوجہد اور سرگرمیوں
 پر سیاسی رنگ غالب رہا ان کی غنیمت کی ترجمانی اور ان کی دعوت اور شوق کا خلاصہ
 ان کے شاگرد اور شیخ محمد عبید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

میں نے ان کے سیاسی مقصد کا تعلق ہے اور یہ کہ عرب اور مسلمانوں کی تمام فکر
 مڑی تھی اور اپنی سیاسی زندگی اس جدوجہد میں صرف کا تھا اور اس ماحول میں جو
 مصیبت اور تکلیف برداشت کا تھی وہ اسلامی حکومت کے ضعف کو دیکھ کر ان کی
 بہادرانہ توجہ تھی کہ وہ دنیا کی غالب اور طاقتور اقوام کے شانہ و شانہ آگے بڑھ سکے اور

دیکھا جاسکتا ہے ان کے بعد چونکہ جو دہائی پیدا ہوئے انھوں نے عام طور پر انھیں کتابوں کے
استفادہ کیا اور انھیں کا حوالہ دیا ہے مصر کے بڑا لوی حکم اعلیٰ لکھ کر دے اپنی کتاب
(modern copy) میں شیخ محمد عبدہ کے اس رجحان اور اس کی افادیت کا صاف طریقہ
پر اظہار کیا ہے اور لکھتے ہیں:-

”موجودہ مصر کے جدید یعنی کتب خیال کے بانی تھے یہ کتب خیال ہندستان کے
اس کتب خیال سے بہت شایستگی کے ساتھ جو لکھ کر دے اپنی کتاب کے بانی اور ہندوستان کے
نام پر تھے۔“

آگے چل کر لکھتے ہیں:-

”ہم نے نقد و نظر سے مشق ہو کر دیکھا کہ اس شہریت کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ
پیشہ کے کارکن ہیں جو مغرب سے ملالوں کے دریاں ہیں۔“ وہ لکھتے ہیں کہ کتب خیال
کے لیے اس کا اشتقاق لکھتے ہیں کہ کتب کو کہیں مصری لکھتے ہیں کہ بہت افرائی
کا جانا اس لکھتے ہیں کہ یہ مصر کے قدیم طبع اور طبع ہیں۔“

اسی طرح یونین اپنی کتاب ”برطانیہ عثمانیہ“ (Great Britain) میں شیخ محمد عبدہ
کے تلامذہ اور پیروں کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”اس کا پورا کام اس کے ساتھ ساتھ کہ مصری تہذیب کو عربیہ و افرائی کے نام
میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے اس کا نام لکھتے ہیں کہ افرائی کا جانا ہے یہ لکھتے ہیں کہ یہ لکھتے
مصری و عربیہ کے نام کے لکھتے ہیں کہ یہ لکھتے ہیں کہ یہ لکھتے ہیں کہ یہ لکھتے
انھوں نے (مصری ہو کر) کہ یہ لکھتے ہیں کہ یہ لکھتے ہیں کہ یہ لکھتے ہیں کہ یہ لکھتے

یہ جمال الدین افغانی کی تحریک کے اثرات اور ان کا مکتب فکر!

اس عظیم مقصد اور شرق کے مخصوص سیاسی حالات کے جمال الدین افغانی جیسے بڑا ہی اور تاس شخص کے لئے سرگرمی و جہاد و قوت عمل کا کوئی اور دوسرا میدان باقی نہیں چھوڑا اور وہ اسلامی معاشرہ کی تعمیر و تکمیل میں کوئی ایسا ہی خدمت انجام نہ دے سکے، ان کو مغربی تہذیب کے گہرے نفسیاتی مطالعہ اور آزادانہ تحلیل و تجزیہ کے عمل کو مکمل کرنے اور اس کی روشنی میں ایک ایسا نیا کتب فکر تیار کرنے کا سو قوت نہیں ملا جو بدلتے ہوئے زمانہ کے ساتھ چل سکے اور شرق کے طاقتور تقلید پر مبنی رہ جان پر غالب آ سکے۔

لیکن جدید تعلیم یافتہ اور مذہبی علماء کی نگاہوں میں وہ نہایت بلند مقام رکھتے ہیں، وہ ان چند افراد میں سے ہیں جنہوں نے جدید اسلامی نسل کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے، ان کی حکمت کا سب سے بڑا پہلو یہ ہے کہ انہوں نے مصر کے تعلیم یافتہ اور مذہبی طبقہ کو اتحاد و ملازمت کے افروز میں جانے کے کام میں مزاہمت کی۔

تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلام کے دینی و علمی اثرات اور اس کی طرقت سے اجمالی عقیدت کے باقی رہنے میں ان کی تحریروں اور ان کے اثرات کا ضرور دخل ہے، بروگلسن (Brogelsen) نے صحیح کہا ہے کہ:-

”مصر کے دینی زندگی پر پہلے ہی اسلام کی سکرانی تھی اب تک بھی یہی حال ہے یہ زیادہ

ایک دینی عالم الدین کے ہوتے چھوٹے یا بڑے وہ سے اس بات کو تسلیم کرنا چاہیے کہ

اس ملک کی طرقتوں کو سب کے برابر اپنی جوانی گزار دی تھی افغانی بتائے:

(CARL BRUCHMANN)

CARL BRUCHMANN-GESCHICHTE DER ISLAMISCHEN VÖLKER UND STÄTTE, MÜNCHEN-BERLIN 1938.

عالم عربی میں مغربی فکر کے اویں نقیب

وہ نوجوان جوئی نسل کا جو ہر اور ملت کا سراپا تھے پہلے مصر میں جدید علوم حاصل کرتے اس کے بعد یورپ کے جدید علمی مراکز کا سفر کرتے اور مغربی تہذیب کے سمندر میں غوطہ لگاتے اس مغربی ماحول میں مطالعہ و تجربہ فکری آزادی اور اخلاقی جرأت کی تعلیم دی جاتی تھی اور تقلید اور کمی چیز کو اس کی مرکزوں کی کے ساتھ آنکھ بند کر کے قبول کر لینا میسوب اور قابلِ احتراز بات سمجھ جاتی تھی ایسی حالت میں یہ بات پہنچے متوقع اور قریح قیاس تھی کہ ان شرقی خزانہ سلیمان لوہاؤں میں (جنہوں نے مصر جیسے اسلامی ملک اور علمی و دینی مرکز میں روشن سنبھالا اور قرآن مجید کا جو ہر زمانہ کا روحانی مجرہ ہے مطالعہ کیا) ایسے افراد پیدا ہوں جن کے ذوقی تسلیم کو مغربی تہذیب اور مغربی فکر کی بنیادی کمزوری، اہمیت میں ٹکو قومیت میں بہانہ اور انسان اور اس کی عقل اور روح کی بلند پروازیوں کو ترقیوں کا محدود دائرہ تصور بری طرح کھٹکے اور چھپے اور ان پر ایسا سلامی ہیبت و خیرت بلند انسانی اقتدار کی محبت اور اس بھولائی اور مصنوعی تہذیب سے نفرت اور اس کے خلاف بغاوت کی ایک نئی روح پیدا ہو جن میں ڈاکٹر اقبال جیسا آواز اور روشن ضمیر مفکر اور محمد علی جیسا انقلابی اور دائمی پیدا ہوا واقعہ ہے کہ مصر اور دوسرے عرب ممالک میں ایسے باقی افراد کا پیدا ہونا زیادہ قرن قیاس تھا اور ان کی تعداد غیر عرب اور غیر مسلم اکثریت والے ملکوں سے قدرۃً زیادہ ہونی چاہئے تھی۔

یہ سوانح محمد علی کی طاقتور دولت اور ان کا شخصیت اور ان کی خصوصیات کے لئے علامہ حضرت مولانا

عبدالمجید علی آبادی کی کتاب محمد علی ذاتی ڈائری:

لیکن انھیں اس کے علوت ہے، ان عرب اور خالص اسلامی ملکوں میں نہیں باقیات اور محمد علی جیسے مغرب پرزرا اور اسلام کے عاشق نے انھیں اپنے ملکوں کو دونوں مقصدوں کے حضرات نے مرکز اسلام سے بہت دور ایک عجیب اور غیر اسلامی ماحول میں مذہبی نگہداری، ان کی نگہوں میں خاص ہندوستانی خون و جڑیں تھا اور ان کا غیر اس ملک کی خاک سے تیار ہوا تھا جو عربی زبان اور تہذیب کے آثار پر تھی، اور دونوں مغرب کی کھٹی میں سے سونا بن کر نکلے تھے، اس کے برخلاف مغرب میں تعلیم پانے والے کٹر عرب و جو ان مغرب کے نقیب اور وکیل بن کر واپس ہوئے اور مغرب کی تقلید اور اس کے تصورات و اقدار کے پر جوش داعی بن گئے۔

لارڈ کرومر نے جو ایک ایسے جدید مصر کی تشکیل کا سب سے بڑا مغربی داعی تھا جو اسلام کے برائے نام رشتے کے ساتھ مغربی افکار و اقدار کا حلقہ بگوش اور طلبہ اور اس طبقے کی اختیاری ذہنی اور اخلاقی کیفیت کی تصویر کشی کی ہے اور بڑی خوبی کے ساتھ دکھایا ہے کہ مغربی تعلیم کی چکی میں پس کر کس طرح ایک ایسی نئی مخلوق پیدا ہوئی ہے جو نہ پورے طور پر مسلمان ہے نہ مغربی یورپ کے عیسائی تنگنہیں اور مشرق کے مسلمان تنگنہیں میں فرق ہے اس کی بھی اس نے صحیح نشانہ دہی کی۔

لے مار اقبال نے متحدہ نشانہ میں اپنی ہندوستانی نسل و تہذیب کا اظہار کیا ہے ایک نفاذ شدہ شید زادہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میر اصل کا خاص ہوشیاری آبا میر سے فانی و مستانی

توسید ہوشی کی اور وار میر کی کھو خاک بر جہن زاد

اسی طرح سرور احمد علی مرحوم بھی شمال ہند کی ہندوستانی نسل اور برادری کے فرد تھے۔

ان افراد کی مغرب زدگی اسلامی معاشرہ میں ان کی حیثیت ان کی حیرانی و گروہی اور اسلام کے شجرہ حیات سے ان کی بے تعلق کسی حد تک پہنچ گئی تھی اس کا اندازہ بھی حسبِ یلی تقیسات سے ہو گا اور اپنی کتاب مصریہ (Mصريہ) میں لکھتا ہے

”مصری معاشرہ تیز رفتاری کے ساتھ تیز رفتاری سے جس کا نظریہ تیزی بہا ہے کہ ایک ایسے افراد کی جامعیت پیدا ہو گئی ہے جو مسلمان ہیں تو اسلامی تہذیب کے حامی اور اگر یوروپین ہیں تو کرنگستہ (کروڑوں یورپی صفات سے بھی محروم) یورپ کا اثر یافتہ مصری برادرات برائے نام تو مسلمان رہتا ہے لیکن فی الحقیقت عموماً وہ کفرانِ (Kufrani) ہوتا ہے اور اس کے اولاد کے ایک عالم کے درمیان اتنی ہی بڑی علیحدگی ہوتی ہے جتنی کہ ایک عالم اور ایک یورپین کے درمیان ہے“

لارڈ (Cromer) آگے فرماتے ہیں :-

”ہم تو یہ ہے کہ یورپ کی تعلیمی بجائے گزرتا ہے جو مصری اپنی اسلامییت یکساں اس کا بہترین جزو کو ہی دیتا ہے وہ اپنے مذہب کا بنیادی عقاید کو دیتا ہے اس کو تقویت دیتا ہے کہ یہ جرم و قتل اپنے مخالف کے سامنے ہونے کے سامنے کبھی نہ کبھی بچے اپنے اصل کا جواب دے اور اپنے گناہین و ملامتیں اسلامی زندگی کے ان حصوں سے مستفید ہوتا رہتا ہے جو اس کی اخلاقی گزروں کو برداشت کر سکتے ہیں اور جو مملکت زندگی میں اس کے مفاد اور ہوتوں سے تطابق رکھتے ہیں لیکن اسلامییت سے دور ہو کر تعلیم یافتہ مصری شخص کی حیثیت کا طریق ناممکن ہوتا ہے“

آگے چل کر وہ کہتے ہیں۔

”مصری آزاد خیال اس سے (یعنی یورپین آزاد خیال سے) بھی آگے بڑھا ہوا ہوتا ہے اور اپنے آپ کو ایک ایسے طوفانی سمندر میں پالنے پر ہواں نہ کہنے سچا بعض ناخداہذا تو اس کا نامی دوزخ میں کا حال ہے اس پر کوئی پتہ خدا خلق رکاوٹیں مائل کرتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ اس کے یونٹوں کی اکثریت مذہب کو نہایت مناسب اصلاحات کا مخالف تصور کرتی ہے اور اس مذہب کو جو کہ ایسے نامناسب نتائج کی طرف لے جاتا ہو نہایت مختصر حد تا حدی کے عالم میں پامال کر کے وہ مذہب کو مطلقاً چھوڑ بیٹھتا ہے اپنے مذہب کے علاوہ دیکھ کر مطلقاً اپنے عریاں ذاتی مفاد کے کوئی دوسری کاوش اس کی اخلاقی قوانین کی حدود میں نہیں رکھتی بلکہ گروہ یورپ میں بھی کہ وہ داخل کرنے کا کوشاں ہے اپنی قوم کے اخلاقی قواعد کا پابند رہتا ہے اس کا (یعنی مصری یورپین کا) سماج و مٹا ہوا حوکر ہی کو پرندہ طور پر منوع قرار نہیں دیتا مختلف قسم کی اخلاقی بدکاریوں پر مابھی بنیادی کاروبار میں ملتا اس پر آزاد ارادہ نہیں دیتا اپنے آپ کے مذہب کو چھوڑ کر وہ اس پر نظر بھی نہیں ڈھتا وہ اس کو چھوٹی نہیں دیتا بلکہ اس کو مات دیتا ہے اور آگے اس کو ایسے بند کر کے یورپ میں تہذیب کا اس کی طرف پھینکتا ہے لیکن اس کو یہ علم نہیں ہوتا کہ مغربی تہذیب کا بظاہر نمایاں پہلو صرف اس کا بیرونی حصہ ہے فی الحقیقت یورپین تہذیب کا جو اہم حصہ انسانی اخلاق کی گہری قوت پر ایمان رکھتا ہے خود کا کتنی ہے یہ قوت اگر ایک چننا قوت ہے اس لئے یورپین طرزِ حیات کے باطنی نظام اس کا نہیں رہا سکتے وہ تمسک ہوتا ہے کہ میں نے مذہبی تعصبات کو

ہائے طلاق نکاح اور اپنے آپ کی تعلیمات کے تقرباً وہ یورپ سے کہتا ہے کہ کھویر
 اپنی لڑکیوں میں اپنے اسکول کے لڑکے اور عیسائیوں کے لڑکے اور عیسائیوں کے لڑکے
 کا جو وہی (میرے یہاں بھی موجود ہے) اپنی ہی تم کے ساتھ کھڑی ہے؟
 لیکن انہوں نے طاعت کے برکت سے ملنے لگے ہیں اس کی سہاٹی کا علم نہیں
 (وہ وہی ہے) ایک عیسائی کے کترے میں کہہ رہی ہیں کہ اس کی سہاٹی میں کیا ہو سکتا
 ایک مذہب یورپ میں جہاں تک ہم سمجھتے ہیں اگرچہ چند عیسائی مذہب ہیں مگر وہ
 بڑی حد تک عیسائیت ہیں کہ یہاں وہ عیسائی اور اگر انہیں وہ عیسائی تہذیب اس کی
 پشت پر نہ ہوتی تو وہ نہ ہوتا جو کہ وہ (حقیقتاً) ہے؟

مصر میں آزادی نسواں کی تحریک اور اس کے اثرات

مصر میں تہذیب و معاشرت کے گہرے تاثر کی ایک واضح مثال آزادی نسواں
 کے مشہور مصری نقیب قاسم امین کی کتاب تحریر المرأة (معاشرت کی آزادی) انگریزی کی
 دوسری کتاب المرأة الجديدة (نیا عورت) ہے۔

پہلی کتاب میں مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ بے پردگی کی دعوت میں ان سے کوئی
 مخالفت نہیں پائی جاتی ان کا بیان ہے کہ شریعت اسلامی چند کلیات اور عمومی حدود
 کا نام ہے اگر جزئیات احکام بیان کرنا اس کا وظیفہ ہوتا تو اس میں مانگتے قانون بننے کی

۱۲۸

مصری قاسم امین نے دعویٰ کیا ہے کہ اسلام کے نام سے شائع ہونے والی کتاب کا جواب ملے گا
 مروجہ نے اپنے اجتہاد کے تحت یہ دعویٰ کیا تھا۔

صلاحیت نہ رہتی جو ہر زمانہ اور ہر قوم کے مناسب ہے، شریعت کے وہ احکام جو مروج
عادات و معاملات پر مبنی ہیں ان میں حالات اور زمانہ کے مطابق تغیر و تبدل کیا جاسکتا
ہے، شریعت کا مطالبہ صرف اس قدر ہے کہ یہ تغیر و تبدل کوئی ایسا نہ ہو جس سے اس کی
عام بنیادوں میں سے کوئی بنیاد متاثر و مجروح ہو۔

اس کتاب میں صفت نے چار وسائل سے بحث کی ہے (۱) پردہ (۲) عورت کا نام
زندگی میں پھیلنا (۳) اعتدال و راج (۴) طلاق۔ ان چاروں مباحث میں انھوں نے
اہل مغرب کے مسلک کو اختیار کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہی اسلام کا مسلک ہے۔
مغربی تعلیم مغربی تہذیب اور اس کے قائلوں سے صفت کا گہرا تاثر ان کی دوسری
کتاب خانوں جدید میں زیادہ نمایاں ہے، اس کتاب میں صفت نے جدید مغربی طریقہ
بحث و استدلال کی اختیار کیا ہے جو ان تمام مسئلہات و عقائد کو مسترد کرتا ہے، جس کی
تجربہ یا حقیقت ثابت نہیں کرتی خواہ وہ مسئلہات و عقائد میں سے کدے سے پس منظر ہوں
یا کسی اور راستے سے یہی وہ طریقہ ہے جس کو اہل مغرب و اہل علمی طریقہ (سائنٹفک) کہتے
ہیں، اس کتاب کے اکثر میں صفت نے مغربی تہذیب و معاشرت کے طریقوں کو اختیار
کرنے کی کھلی دعوت دی ہے، مسلمانوں اور حضروں کو اپنی تہذیب و معاشرت اور
ماضی پر جو تازہ ہے اس پر کتہ چینی کرتے ہوئے وہ کہتا ہے :-

”ہمیں ہماری روایات سے جس کے علاج کے سبک پہلے ضرورت ہے اس کا موت

ایک طرح ہے، وہ یہ کہ ہم اپنی ماضی کی شکل کو مغربی تمدن کے معاملات سے آگاہ بنائیں اور

وہ اس کے اصول و ذرائع سے واقف ہوں جب وہ وقت تک گلا جو کچھ زیادہ

نہیں ہے، تاہم حقیقت یہ کتاب کہ طبعی روش پر جو جائے گا اس وقت ہم کو سڑک کا تھک کر
تقدیریت معلوم ہو گی اور ہم کو یقین آ جائے گا کہ کوئی اصول اس وقت تک تک نہیں
جب تک وہ جدید مغربی علوم کا بنیاد پر قائم نہ ہو اور یہ کہ انسانوں کے حالات غلامانہ
ہوں یا اس کا قلم کے ایسے قرائن ہونے چاہئیں اس کا علم ہم دیکھتے ہیں کہ جو وہ خود
توہم قومیت ازبان اولیٰ اسدہ یہاں تک کہ اس کی حکومت کو خود حکومت کی شکل
انتظام عدالت خاندان کا نظام طریق تربیت ازبان و رسم اختلاف و طرز تفریق یہاں تک کہ
معمولی حالات ہمیں اسلام اور خود روش میں ایک دوسرے کے شائبہ ہیں اس بنا پر
ہم اہل مغرب کو بطور مثال اور نمونہ کے پیش کرتے ہیں ان کی تعلیم پرندہ یعنی یہ اور
اس بنا پر ہم اپنے اہل ملک کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مغربی قانون کے حالات کا مطالعہ کر لیں

یہ دونوں کتابیں مصر کے جدید حلقہ میں بڑی مقبول ہوئیں ان کی اشاعت اور
آزادی نسواں کی تحریک میں تہجد پسندوں نے جو سرگرمی دکھائی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ
میں آزادی عجلے پر دے گی کہ ایک شدید لہر پیدا ہو گی، مردوں عورتوں کے مخلوط اجتماع
کاروبار ہو چلا اور تعلیم حاصل کرنے کے لئے مصری لڑکیاں اور طالبات یورپ اور
امریکہ کا سفر کرنے لگیں، اسکندریہ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر محمد محمد حسین اپنی کتاب
فاضلانہ کتاب الاجابات الوطنیۃ فی الادب المعاصر میں لکھتے ہیں :-

”اس دعوت و تحریک کے نتیجہ میں عورتوں میں بے پندگی اور بے حجابی آزادی اور
بے قیدی کا جو رجحان پیدا ہوا اس سے اسلامی خیال کے لوگ گھبرائے عورتوں کے
حالات میں جو تشویش پیدا ہوئی اس کا بڑا ہی اہم اور شہرہ آفاق اثر ان کے عقائد پر ہوا

کا جو بیڑہ پیدا ہوا تھا اس کو انھوں نے ثابت سے ناپٹ کر کیا اور مستحب اور
پریشانی کے عالم میں باس کی تبدیلیوں اور تیزی کے ساتھ ڈھیلے ڈھالے اور سارے
حصی باس کے مقابلہ میں بہت دکانہ غریباں کو دیکھتے تھے جو اس تیزی کے
ساتھ تھوڑے ہی قبول ہو رہے تھے کہ اس کو پہلے سے کوئی اندازہ نہ تھا
ان حصی خواتین کا دگر کرتے ہوئے جنھوں نے اس تحریک میں خاص دلچسپی لی اور
اس مسئلہ میں ایسا ہی دوسرے کے کام کرنا دیکھتے ہیں۔

۱۰۔ وہی نسوان کی اس تحریک کا طبعی طور پر خاص طور پر مل پاتا ضروری کی نگہ بندی
ضروری ہے کہ انھوں نے اس جرات و جدت کے کام میں جس کی ہنگامی سطحی طاقت
نے بہت خیر کیا تھی انھوں نے غریب عورت کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لئے ہر چاہ
ہر کر کا سفر کیا اور انہیں ایسا اندازہ دیا کہ ان کی حالت پر اس اور اپنے اثرات اور
نجات کے لئے کیا کام کرنا چاہئے۔

مصر میں مستشرقین کی حدائے بازگشت

یہ بچے تسلیم پا کر آنے والے عرب فنکار کی حالت یہ تھی کہ غریبہ ریح ان کے اندر
پوری طبع سرایت کر چکی تھی، وہ اسی کے دماغ سے سوچتے تھے بلکہ یہ کہ بہت بچہ لگا سکی
پیسے پھڑوں سے مانس لیتے تھے، وہ اپنے مستشرق اساتذہ کی حدائے بازگشت ہیں کہ
وہی خیالات و نظریات پر بسے یقین و وثوق اور پوسے جوش اور سرگرمی کے ساتھ اپنے
ملک میں پھیلائے گی، کوشش کرتے دنیا کے کسی گوشہ میں ملکر کوئی مستشرق کوئی نظریہ یا

نبیالی پیش کرنا تو صرف اس کی حمایت کرنے والا بلکہ پورے غلو میں اور پورے
زور قلم اور اظہار بازی کے ساتھ اس کا شان و شوکت کوئی نہ کوئی ادیب اور فکری اسی وقت
مہیا ہو جاتا۔

مثلاً قرآن مجید کا انسانی تعبیر کا تجربہ ہونا، دین و سیاست کی تفریق، اسلام کی
نظام حکومت سے یکسر بے تعلقی اور اس کا محض ایک اختیاری، اخلاقی اور عبادتی نظام
ہونا، سکولارزم کی دعوت، عربی زبان و ادب کے ادیس تاخذ شعر جمالی و غیرہ کی صحت
ثبوت سے انکار حدیث کی قیمت، حجت اور سنت کی صحت کا انکار یا خشک طور پر
کڑاوی اور مردوں کے ساتھ مساوات کی اور بے پروگی کی تفسیر و تحریک، اقتصاد کی
روشنی سے اخذ اور اس کی اسپرٹ سے متاثر قرار دینا قدیم تہذیبوں کے ایسا کافور
عہد فرحانی کی تقدیس اس کی تہذیب ادب اور کارناموں پر فخر مقامی مافی زبان میں
تصنیف و تالیف اور وطنی حروف کو اختیار کرنے کی دعوت، عربی قانون کی بنیاد و
احصول پر قانون سازی اور عربی قومیت اور اومی سوشلزم اور بعض وقت کسی کیونکا

لے اس و نحوہ چھ مریکے ادبی عالم شیخ علی عبدالرحمن کے علم سے ایک نکل کتاب شائع ہوئی اور اس وقت
شری ۱۹۵۱ء میں لکھے گئے ۱۴۱۱ھ کے اسلام و اصول انگیزہ جس نے عرب کے نئے نظریات سے بی بی اور
جدا گئی کہ بہرہ رکھنے والے کا تجربہ صفت کا ادب کہ حدود کی حقوق و تبادلات عربی بنیادی اس کا کہ
اس سے علم ہوتا ہے کہ سوشلزم کا یہ تنظیم پندرہ صدی میں پہلی کتاب جہولہ پہلے تھا کہ ایک عالم میں ان کی
پندرہ صدی کے پہلے یا بعد ہوا کہ اس کتاب میں صفت کا ادب ہے کہ خلافت ایک اصولی اور دینی اور وقت نظام
تھا کہ سوشلزم تھا کہ اس کا اور ذریعہ اس کا پندرہ صدی کی کتابت کہ تاہم کہ خلاف تھا کہ سوشلزم
اور کہ جس کے سبب نے اس پر چڑھ کر اس کا نتیجہ یہ کہ کوئی دینی حیثیت ہے، شریعت کی کچھ تعلق ہے۔

کی دعوت درحوال میں زیادہ نمایاں ہو گئی ہے، اس سب چیزوں میں مغربی فکر و فکر مغربی طرزِ انداز و تعبیر تک کے گھنے مائے آپ کو اہل عرب کے و افوں اہل ان کی تحریروں پر اپنے بازو پھیلائے ہوئے نظر آئیں گے، وہ اس پر اس طرح چھا گئے ہیں طرح بڑے درخت نوخیز لہروں کو اپنے سایہ میں لے لیتے ہیں مغربی فکر کا عکس ان پر اس طرح پڑا نظر آتا ہے جس طرح کسی صاف شفاف آئینہ میں آپ کا عکس۔

اسلامی مباحثوں میں مغربی افکار کے اس فاتحانہ اور غلبہ و غلبہ و غلبہ کی شہادت ایک مشرقی عالم نے بھی دی ہے جس نے مشرقی اسلامی کا قریب سے مطالعہ کیا ہے اور اس کے فکری رجحانات سے اس کو گہری واقفیت ہے، گرب (Gerb) اپنی کتاب (Mystical Islam) میں لکھتا ہے :-

مگر میں مغربی اثر و نفوذ کا صحیح جائزہ کار ہے اور یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ مغربی افکار اسلام پر مشرقی ملک کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے گہنے ہیں کہ اس طرح سے لگتی ہے کہ ان کے ہر اہل علم و ادب سے بچے زیادہ لگاؤ ان کو ان جدید افکار اور نئی تحریکات پر لگنا اور ان کو جو معنوں میں حقیقت اور حقیقت کا گہرے اثر کا نتیجہ یا ماحول ان کے اندر پیدا ہوئی ہے، مشرقی فکر کو اپنے طور پر سمجھ کر ان کو ان کا اثر ہونے والی اسلامی مملکتوں کا اس طرح پروردگار بنا دیا جاتا ہے جو ان کے ممالک کے ساتھ مل گیا ہے؟

سماجیت و تحریک کا رخ اوسیا کی طرف اور طبع زاد کام کی کمی

یہ ادباہ و اہل قلم اپنے ملک اور ملت پر اپنا پنڈاں وارپ پڑا احسان کرتے

اگر یہ مغربی زبانوں کی ان کتابوں کو عربی میں منتقل کرتے جو سائنس و علوم پر کچھ لکھی گئی ہیں اور جن سے عالم عربی کا کتب خانہ اب بھی خالی ہے جس طرح جاپان کے ارباب و اہل حکمرانی کیا اور اس کی بدولت اپنے ملک کا ایک ایسا صنعتی ملک بنا لیا جو طبی علوم اور صنعتی علوم میں یورپ کے بڑے سے بڑے ملک سے انھیں لاسکتا ہے، لیکن انہوں نے کہا کہ اس تمام تر توجہ اور کوشش کا مرکز صرف ادبیات و علوم اور فلسفہ تاریخ، تالاف میں ہونا چاہئے اور اہل ادب و جہالت اور فکری اختراع کے کامیوں اور علمبرداروں کی تصانیف تھیں جنہوں نے یہ اسلامی ملک بھی ایک نیا فکری اختیار اور تخلیقی انداز پیدا کر دی اور قومی شخصیت دکھا کر دکھا کر کر دیا اور یہاں غیر ضروری طریقہ پر افکار و عقائد اور کاتب فکر کی ایک نئی انگلیش پیدا ہو گئی۔

اس مغربی رجحان اور فکر کو مقبول بنانے کا کوشش میں مصر کے بعض چوٹی کے اہل قلم اور صاحب طرز اخبار پر از شریک تھے اور اس میدان میں متعدد ایسی شخصیتیں نمایاں ہوئیں جن کی زبان اور ذہن و بیان کا سارا عرب لوہا نہ ہونے تھا لیکن دوسری طرف نہ صرف مصر بلکہ پورے مشرقی عربی میں علمی، طبی، دیکھا کی اور ریاضیات کے میدان میں بہت قدم کے افراد و مطلق پیدا نہ ہو سکے جن کی ان علوم میں بہتری اور بالادستی ان کی تحقیقات اور علمی کارناموں کی تصدیق و قیمت کا اعتراف مغرب کو بھی کرنا پڑا اور دنیا کے بین الاقوامی علمی حلقہ میں ان کو کوئی مستند مقام حاصل ہوتا۔

لندن یونیورسٹی کے پروفیسر (assumed name) نے اپنے ایک مضمون میں مشرق وسطیٰ کے ملک کی اس کمزوری کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔

”مشرق وسطیٰ ایمپائر کیل دیمپر طور ہمارے کام میں صحیح معنی کی کٹا میں نہ دیکھیں
وہی میں اگر جاپان چین پر ہندوستان میں غور کرتی ہے یہ کہ مشرق وسطیٰ میں ہمارا

کی برسرِ باد و کھوپ کو غریب ہی کے دھان دانہ اندوڑے سے استفادہ کرنا پڑتا ہے، جو
اس دور میں بھی کہیں تک نہیں پہنچ جاتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسانی طبقات کو
مستحقِ مساویت دونوں کے نتیجہ میں غریبی حالت میں مشرق وسطیٰ اور مغرب کے قریب وازت
ملنے کے دور میں ان سے نہ انسانی حالت نظر آتا ہے جتنا کہ مستحق سے ساری ہی سہاں
پہلے نظر آتا تھا جبکہ مشرق وسطیٰ کو غریب بنانے کی کوشش کا آغاز ہو گیا تھا۔

مغربی زندگی کی ایک تصویر

اس دور میں عصر کے بعض ادباء و مصنفین نے مغربی تہذیب کو اپنی خوبی پر قبول کر لیا
اس تہذیب تمدن کو اپنے لئے ایک نئی اور مثالی نمونہ پیش کیا، انھوں نے اس کی عکاسی و صورت
دی ہر پر شکست و سیاق کی بنا پر مغربی تہذیب کا رنگ و قدر بدگوار ہوا جابجا تھا، وہ
براؤ غریب کی صورت بدعہم تھا، قریب تھا کہ اس کا تعلیم یافتہ اور مرفہ حال طبقہ مغربی
معاشرہ و تہذیب کی ہر وہ تصویریں جانتے سمجھتے اس میدان میں دستا فاصلہ مل گیا
تھا کہ مشرق میں ڈاکٹر طحسین نے اس کو مغربی زندگی و تہذیب کا نمونہ قرار دیا وہ
اپنی مشہور و مقبول کتاب مستقبلِ امت کا فنی معرکہ میں لکھتے ہیں۔

ہماری نئی زندگی سوسائٹی کے نئے طبقوں و خاندانوں میں خاص مغربی ہے
دوسرے طبقوں میں رہا تو وہ ہماری معیار زندگی اور مسائل کے بعد ہر مغربی
زندگی سے جانتا ہے جس کا معیار زندگی بلند ہے اور ان کے پاس وہاں زیادہ ہی ہوا

لے (STEWART, LEWIS) کا مشرق و مغرب (THE FUTURE EAST VERSUS THE WEST)

مستقبلِ امت (LONDON, OCT. 1963)

مزیلہ زندگی سے زیادہ تاثر دینے پر یاد رہے کہ یہ سب اس کا کہنا ہے اور نہ اس کا
 مدعی اس کے معنی پر ہے کہ ایک مصری کی دنیاوی اور دنیوی زندگی کے لئے غلامانہ
 (تذلیل) اور بے جا ایک مصری کی دنیوی زندگی کا ہے۔

• یہاں مسوی زندگی اپنے ظاہر کے استقامت کے ساتھ اس مزیلہ جہانِ عام
 حکومت خاص مزیلہ جہان میں اس کو پہنچ کر کسی قوم و قبایل کے ہوں کا توں نقل
 کیا ہے اگرچہ اپنے کاس سما میں یہی دست کر کے ہی تو صرف ایک جہانِ عام پہنچا
 اور نکاح و عیاشی و تنگدلی و تنگدلی کو تنگدلی سے ہی نہ خیرت کا ہے۔

• تعلیم کی بجائے تقریباً ایک صدی سے اس کا خاکہ کیا ہے اور اس کا زیادہ قائم
 ہے ہذا خاص مزیلہ جہان میں اس کی خوشبودار تعلیم کی گنجائش نہیں ہم اپنے مزیلہ
 و کشتی و عداوتی تعلیم کے سطحوں میں اپنے ہی کو خاص مزیلہ جہان میں یہ حال ہے
 میں جبر و کفر اور سب چیز کی آمیزش نہیں ہوتی۔

ان سب باتوں کے آخر میں وہ حسب ذیل نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔۔

• یہ سب باتیں اس بات کی علامت ہیں کہ ہم مصریہ مزیلہ جہان پہنچے ہیں اور
 یہاں پہنچے ہیں جہاں پر وہ جہان ہے یہاں تک کہ ہم غلامانہ ہی حیثیت میں رہیں اور
 اس کا ایک حصہ بن جائیں۔

مصر کو یورپ کا ایک ٹکڑا سمجھنے کی دعوت!

ڈاکٹر طہ حسین جہاں پر یہاں تک کہ شریلا اور نوجوانوں اور نئے لکھنے والوں کے

محبوب اور ان کے مثال اور پیٹنگ میں مشرق و مغل کی جدید نسل چٹا یا ان سے زیادہ کسی نے
 اثر نہیں ڈالا وہ ایک طرز نگارش کے بانی سمجھے جاتے ہیں جس کو اگرچہ بعض ناقدین اور اہل ادق
 زیادہ پسند نہیں کرتے مگر اس کی سلاست و صحت زبان اور قدیم عربی کا حسن تسلیم ہے۔

وہ مشرق میں مصر میں پیدا ہوئے بہت کم عمر ہی میں بصلوات سے محروم ہو گئے مکتب
 میں داخل ہو کر قرآن شریف حفظ کیا، کچھ عرصہ مدرسہ میں رہے لیکن اس دنوں سے بزرگی کا اظہار
 ان کی کتابوں میں جاری نظر آتا ہے، جاسوس مصر میں تعلیم مکمل کر کے پریس گئے اور وہاں ڈاکٹر کریم
 کیا اور پریس پر جاسوس مصر کے کتبہ القلاب میں پہلے پروفیسر بھی پڑھنے شروع ہوئے اس خدمت
 سے یکدوش ہو کر تصنیف و تالیف میں متہمک ہوئے مشرق میں مصر کے وزیر تعلیم منتخب ہوئے
 اور پاشا کا خطاب حاصل کیا ان کی مشہور تصنیفات میں "تسمیہ احوال" "فی احوال اہل مصر"
 "تذکرۃ اہل مصر" "مستقبل مصر" "فی مصر" ہیں۔

انہوں نے بہت سے ایسے خیالات و تحقیقات کا اظہار کیا جو ارباب ایٹک اور دین کے
 مسلم و عروت خیالات و عقائد کے خلاف تھیں اور جس پر مصر کے اہل دینی حلقوں میں سخت
 تلام اور ہنگامہ پیدا ہوا آخر میں اس کی تلافی کے لئے انہیں روس و سوئیڈن کے اٹریجنٹ تفریق
 خداوندی سے سیرت و صحابہ کے حالات پر بعض نوٹوں کی کوڑیاں لیں ان میں سے
 "علی حاشی السیرۃ" اور "تذکرۃ اہل مصر" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

طہ حسین مغربی تمدن و فلسفہ کے گرویدہ اور فرانسیسی ثقافت و ادب کے دلدادہ
 ہیں ان کو فرانس سے گہرا ذوق و ادبی نگار تھا انہوں نے ایک فرنیچ خانوں سے شادی کیا
 ان کی اولاد کی تعلیم و تربیت بھی فرانسیسی احوال پر ہوئی ان کو فرانسیسی زبان و ادب پر
 اچھی قدرت تھی اور انہوں نے اس کے لئے اہل و خیر اور خیالات کو اہل میں متکلیما

ان کی کتابوں میں مستشرقین کے خیالات و تحقیقات کا کال ککس پایا جاتا ہے ان کو ان کے بنیادی خیالات کو پھیل کر یہاں کرنے کا خاص ملکہ ہے اور یہی اپنی طبیعت کی بے چینی اور بہت پسندی ان کی خصوصیات ہیں۔

یہ توقع بالکل بجا اور فطری تھی کہ اگر قطعیہ میں جیسا زمین شخص جس کو علم و ادب کی دنیا میں ایک ہم مقام حاصل ہے جس نے بچپن میں قرآن حفظ کیا اور اس کا سنا لکھ کر آ رہا جس نے کچھ عرصہ از ہر شے تعلیم حاصل کی، علوم و ادبیات کا بہت وسیع اور آزاد نظر سے جائزہ لیا اور پھر اس کی ادبی تہذیب اور فلسفہ و قوم پرستی (ایشیازم) کے مفاسد اور اس کی ناکامی کو کچھ غور کیا اور اس کے آزاد خیال مغربی حکمران کی بے جا تنقید کی اس کی ساتھ ساتھ اسلام اور مسرت نبوی کا فوق دیگر کسی کے ساتھ مطالعہ کیا ایسے شخص سے یہ توقع بالکل قدرتی اور حق بجانب تھی کہ وہ مصر کو دیکھ کر تہذیب کے میدان میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے اور اپنی شخصیت کے آزادانہ تعمیر و تربیت اور اس عظیم پیغام اسلام کے طریقہ کار کے رٹنے کے لئے آئے گا جس سے مشرقی اس کو صدیوں پہلے سرفراز کیا اور اس طرح مصر کو عالمی قیادت و رہنمائی کا منصب حاصل ہو سکتا تھا جس کی ضرورت اور اثر بڑا عظیم اور پھر ایک نیا ہوتا اور مغربی تہذیب کے خاندان کا ایک فرد جب بھی ایک بلند ہمت، بلند فکر سلطان مصری حکمران کی نظر سے نکلا کہ وہ مصر کو اس پیغام کا حامل بنے اور اس کے ذریعہ دنیا کے نقشہ میں اپنی جگہ بنانے کی دعوت دیتا اس لئے کہ آسمانی پیغام جو تمام انسانوں کے لئے عام ہے ان تہذیبوں سے بہت بلند بالا اور بہت وسیع اور آفاقی ہے جو کسی خاص دور میں قائم ہوتی ہیں، وہ جغرافیائی حدود پر یوں اوتار پڑتی ہیں کہ آزاد ہیں مگر وہ ایسا کرتے اور اس کی دعوت کے لئے کھڑے ہوتے تو وہ ایک ٹھوس دینی بیداری کے نقیب اور ایک صحیح انقلاب کے

اولیں رہنما اور پیشرو بن سکتے تھے جو مصر سے شروع ہوتا اور پورے عالم عربی میں پھیل جاتا اور یہ بات ان کی عظیم صلاحیتوں کے عین مطابق ہوتی۔

لیکن عالم اسلام کے تعلیم یافتہ طبقہ میں مغربی ثقافت کے گہرے اثر و نفوذ اور اس کا طاقتور گرفت کی وجہ سے وہ اسلامی سوسائٹی بہت کمزور ہو چکی تھی جس میں طاحسین نے نشوونما پایا تھا اچنانچہ انھوں نے اس کی وجہ سے دینی شرع کی کارمراپنے آپ کو مغرب کا ایک حصہ سمجھے انھوں نے اپنی ساری ذہانت اور ہمت اور تکیہی مطالبہ اس چیز کے ثابت کرنے میں صرف کیا کہ مصری نگر و دماغ یا تو بالکل یسزنی نگر و دماغ ہے یا اس سے بہت زیادہ قریب اور اس کا یہ ثانی فکر ہے جس قدر گہرا لگاؤ ہے مشرقی نگر سے اسی قدر بیدار و تدبیر نامہ اور جہد و فرعون سے کچنگ لگ کسی ذرا غریب کسی ملک اور تہذیب کے متاثر نہیں ہوا وہ مذہبی ایران سے متاثر ہوا اور اس کو مصر کے کچھ حصہ حکومت کرنے کا موقع ملا (مذہبیانیوں کے درویشوں و مسلمانوں سے انھوں نے صدیوں مصر پر حکومت کی بات کے نزدیک اگر مصری نگر و دماغ قدیم زمانہ سے لے کر آج تک کسی علاقہ سے متاثر ہوا ہے تو وہ بحیرہ روم کا منطوق اور اس کا نگر و دماغ ہے اور اگر اس نے مختلف قسم کے فوائد کا تبادلہ اور تبادلہ استفادہ کا طبعی فرض انجام دیا ہے تو صرف بحیرہ روم کی اتمام تھے۔ — وہ کہتے ہیں۔

اس سے دو حکم بے مشکل و طبیعت کی بات کو اُن نہ ہوگی کہ مصر کو مشرق کا ایک حصہ

اور مصری نگر و دماغ ہندوستان یا چین کی طرح مشرقی نگر سمجھا جائے؟

اس بنیاد پر ڈاکٹر طاحسین صریحیوں کو مغربی تہذیب کو اپنانے اور اہل مغرب کے ساتھ (جدا اصل دیکھتے تھے) ونگری خاندان کے افراد (یہ) ان کے نکاح یا مے زعمی ان کی تعداد

تحریک سے بڑی امید تھی کہ وہ مشرق وسطیٰ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے کام کی گیلی کر سکے گی۔
 ملاحوں کی تحریک تنظیم میں اس کا تنظیمی کام کیا گیا تاکہ ملاحیت تھی خود اس نے
 اپنے حدود و امکانات کے اندر کہاں کہاں کے تقاضوں کو پورا کیا؟ اس بارے میں یہ کہنا
 لوگوں کو شبہ ہے مناسب ہوگا کہ اس موقع پر ایک ایسے موزیہ جس کا تاثر پیش کر دیا جائے
 جو انہوں کا ہمدرد اور مکمل نہیں ہے۔ وہ غیر سرسبز (barren) انہوں کی تحریک پر تبصرہ
 کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

ملاحوں کی تحریک کو شروع سے انوکھ دیکھتے ہیں۔ یہاں یہاں سے دیکھ لیا ہوگا
 کیونکہ اس میں اصل اور انسانیت و ترقی کی بنیادوں پر ایک جدید و سوشل قائم کرنے کی
 قابل توجہ تعمیر کی کوشش بھی شامل ہے جو قدیم روایات کی بہترین اقتدار سے
 اخذ ہے۔ وہ جڑوں کی طور پر ایک ایسی قوم ہے جس کی اصل حال ہے جس میں مذہبی و فنی کا
 خاکہ کر سکتی ہے، جہاں عرب سوسائٹی پر پورے پورے ہے، ایک مکمل غیر منظم و نامنظم
 پرستی جو شخصیت کے عزائم اور وہی ترقی کے ساتھ وابستہ ہے وہ سوشل کی اصل بنیاد
 کی طرف واپس لوٹنا چاہتی ہے جو حقیقت و سوشل کی اقتدار اور متوازن و ہم آہنگ
 نقطہ نظر پر قائم ہے۔ یہ سوشل اصل پر گام مٹی کرنا چاہتی ہے، جس کے ذریعہ جدید
 نظام کے ذریعہ قائم کیا جائے۔ یا اصل میں یہ جو شریعت پرستی (religion)
 کے انہوں میں جاری ہے، ایسا جاسکتا ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ اس کی اصل بھی حاصل
 ہے جس کے ذریعہ وہ ایک ناقابل فہم اور ناقابل عمل جامعہ خاص و عامیہ
 وائیڈ رینج کی غیر منظم و حقیقت کا خاکہ کر سکتی ہے۔ وہ اسلام کو خاص ہے جس
 اور وہ حقیقت و خاص ہے۔ تاہم اس کی بنیاد اگر جو شریعت پرستی و روایت پر مشتمل

فرسودہ دائرہ عمل سے جو اپنے خیال و اہل میں جداسی سے وابستہ تھے ایک بھرتی ہوئی
قوت میں تجدید کی کہ ان کی صلاحیت کھینچنے سے جو جدید مسائل پر اپنا عمل کر سکے۔

یہ سب کام تجدید پسندوں کی رہنمائی کے بغیر ان چیزوں کے بغیر جو اس کی قائم مقام
نہ ہو سکتی ہوں انہیں نہ دیکھ کر عرب سوشلسٹ کی حالت میں ترقی نہیں کر سکتی نیز کسی
مطلقاً اسلامی قوت اور اتحاد بنانے والی طاقت کے اور نیز کسی اسلامی موزن قرار دینے کے
جو انہوں میں واضح تک پہنچا سکے جو سب سے بہتر معاشرتی یا قومی پروگرام بھی ممکن کاغذ
کی زیرت نہ بن سکے اور عرب سوشلسٹ کی روحانی پیدائش پر تنقید پوری نہ بن سکے انہوں
کی پس میں معاشرہ کے اکثر مسائل کا برہنہ ہو اب پوشیدہ ہے جب تک کوئی
دوسرا گروہ ہی مسائل سے نشانی کی نسبت زیادہ طاقتور خواہش اور جذبہ کے
ساتھ سامنے نہ آئے یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ انہوں کی تحریک بدعہ علم و استعداد
کے ذریعہ کی ایک نئی نسلوں کو چھوڑ کر انہوں نے دوسرے مصلحت میں پیٹھوں نے
ایک ایسا نصب العین پیش کیا ہے جو ذاتی عقیدہ قندی سے آگے چھوڑ کر زیادہ بڑے
پیادہ تمام ان مسائل کے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

لیکن ایک طرف اس تحریک کے رہنماؤں کی کلی سیاست میں رد و قبل از وقتے تحریک
کی وجہ سے دوسری طرف عرب فیلڈ اور روسولڈم کے علمبرداروں کے برسر اقتدار آجائے اور
اس تحریک کو پوری قوت سے کچل دینے کی بنا پر عالم عربی خدا اس کے تہمت میں یہ عالم اسلام
اس میں تنہا اور وسیع تحریک کے فوائد سے محروم ہو گیا جو با شہرہ مصری مصر کی سب سے بڑی
اسلامی تحریک اور تیزی کے ساتھ ابھرتی ہوئی دینی دعوت اور طاقت تھی یہ عالم اسلام

ملک کی ترقی اور آزادی ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں جگہ پانے کے لئے واحد راستہ سمجھتے، مروجہ نظام تعلیم، تربیت و روحانی کامیابیوں کا نچرہ نشان بنانے والے لٹریچر کی میں یہ صلاحیت دیکھ کر اس فرسودہ روایتی اور تقلیدی نظاموں، منصوبوں اور طریقوں کے علاوہ جہاں سے قبل کمالی اثرات کے لئے اپنے ملک میں کدائے تھے ان نوجوانوں میں کوئی اور نئے رنگ اور تخیل پیدا کر سکیں اور قومیت کا نام بٹکانے کی تحریک اور منصوبہ کی تقلید اپنے ملک میں کرنا چاہتے تھے وہ اس میں خوش کام ثابت ہو گئے تھے جو کمال، اکثریت کے عہد پر یا تخی، دانش اور صلاحیت اور صاف کمال میں نمایاں تھا اور اس نے لوگوں کے انکار و خیالات اور ذہنیت پر اس قدر انقلاب خیز اثر کیا تھا کہ اس وقت سے اب ہر بات کا تعلق دیکھا کہ اس کو عالم عربی کی قیامت حاصل ہوا اور وہ اس فکر کی منصوبہ کو علی گاہ پر بنائے۔

۲۳۔ جہاں علی گاہ کا انتخاب ضرورتاً ترقی و تہذیب کا سیلاب اور ہر اس شخص نے جو ان خطوط و حالت میں تبدیلی کا خواہشمند اور ملک کا ایسی فرائض اور ملک کی قدرت کا آزادی اور ترقی کا مطلب کا درجہ اس انتخاب کا خیر عقیدہ کیا انقلاب خیزوں اور ملت امداد فکر رکھنے والے اس شخص نے اس انقلاب کے انقلاب خیزوں کی امیدیں وابستہ کر لیں اس انتخاب کے لئے یہ کئی شکاوتیں مصر کو اس کے مرکزی منصب پر رہیں گے اور اس کو عالم اسلام کی تربیت و تہذیب اور اس کا احترام و احترام کا جتنی حد تک ممکن ہو اس کے لئے آگے کھڑے ہوا کہ اس کے لئے اس کا ایک ایسا طریقہ اور نظام تیار کیا جو عربی قوم کے دینی عقیدہ اور عالم عربی کے عربوں کو اختیار کرنے کے لئے عربوں کے ذریعہ تھا اور اس تصور کے لئے کا فیصلہ فرمایا ہے اسے ہم آہنگ بنانا ہی نہیں وہ جدید جدید کے عربوں سے بھی زیادہ اہم تھا اور اس قوم پرستی (منظور) سے زیادہ بڑھ چکا ہے اور اپنے لئے اس کا ترقی و تہذیب کے بجائے عرب قوم پرستی۔

گزشتہ سفر میں ان تعلقات سے آگے نکل گیا ہے جو زبان و لہجہ اور رنگ و بو میں کئی اضافہ قائم
ہوں۔ ان تعلقات اور روابط کو محبت پسندانہ قرار دے سکتے ہیں انسانی خاندان اور انسانی
وحشت کو پارہ پارہ کرتے ہیں۔ دنیا کو غریبوں سے اس سے زیادہ وسیع نظری اور قریب غریب
سے زیادہ ترقی پسندانہ فکر کی امید تھی۔ وہاں انقلاب عصر کے رہنماؤں سے زیادہ گہری ذہانت تھی۔
شعور اور حقیقت پسندانہ نقطہ نظر کی ترویج کو اپنی محنت کی ایک اس کو ایسی ہوئی۔

مصری اور عربی سوشلسٹی کو مسخ کرنے کی کوشش

جلد ہی معلوم ہو گیا کہ ایک مستقل فلسفہ اور نظریہ اور ایک مکمل منصوبہ ہے جس کو قوم پرست
ہوئی اور اشتراک دہانہوں پر عمل درآمد کے واسطے پہلی عربی دنیا کو بدلنے کے لئے بڑی
چالاکتیں اور ہر تدبیر کیساتھ کیا کر گیا ہے جس کے نتیجے میں یہ سوشلسٹ ایک ایسی نئی سوشلسٹی میں
تبدیل ہو چکے ہیں۔ اپنے لئے ایسے نئے اجتماعی تعلقات اور روابط ایجاد کر سکے ہیں جن کی اخلاقی
قدیرہ ستون ہو گئیں اور ایک نئی ذہنی شناخت کے ذریعہ ایک کامیاب رہنماؤں کی سوشلسٹی جو
عربیت، سوشلزم اور اتحاد کو زندگی کی اساس بنو۔ جس کے اعلیٰ عناصر انسانی کی ترقی اور
مصری جدوجہد کی جڑوں کو نہ فرعون کی تاریخ میں تلاش کرے جو مصری اور انسانی تہذیب کی
سبک دہیوں میں گئے اور یہ تمام کے لئے وہ اپنی جدوجہد کا اقتصاد عربی کی وحدت پر
قرار دیتی ہے اور اس کے ذریعہ ایک تہذیب عربی کی وحدت و زبان و آئینہ اور آئندہ کی وحدت پر
قائم ہے۔ اسی انسانی وحدت سے گروہ و تاریخ کی وحدت وجود میں آتی ہے۔ تاریخی وحدت شعور
لے یہ سوشلزم اور اشتراک دہی جو انھوں نے اپنے شعور کی نشوونما عربی عقلیت کی کچھ دیکھ کر
ایک نیا اور تہذیب کی انفرادیت لے دینا۔ انھوں نے انفرادیت کو

رکھتی ہے اور بہت ضروری ہے کہ قدیم بیڑیاں اور بدخشیں جو اس کا زادہ سرگرمیوں اور
 حلقوں میں دکھلاؤ پیدا کرتی رہیں ختم ہو جائیں تاکہ وہ زندگی کی تعمیر پر بحال قدم اور عمل کے
 ساتھ حصہ لے سکے۔

ان جزئیات اور شواہد سے صرف نظر بھی کر لیا جائے تب بھی اس میں کوئی شبہ نہیں
 کیا جاسکتا کہ وہ زمین اور فکر جو اس منشور اور اس کے مرتبہ میں کھرا ہے اللہ جس نے اس کو
 یہ قالب عطا کیا ہے اور خاص اترہ پر تماشہ ہیئت ہے اگر اس منشور سے عرب اور مصر کا انداز
 نکال دیا جائے جو اب بار آتا ہے اور عرب کی وجہ سے اس ماحول اور اس ماحول کا پتہ چل جاتا
 ہے جس کے لئے منشور مرتب کیا گیا ہے اور اس کو کسی نامذہبی (سیکولر) اور سولسٹ اینٹ
 کی طرف منسوب کر دیا جائے تو کچھ فرق نہیں پڑے گا اس لئے کہ یہ سب کو نہیں عقیدہ کی زبانی
 انسان اور تہذیب انسانی پر تاج ہے پیدا ہونے والے روحانی اقدار کے اثر و تسلط کی متروک ہے۔
 اس افسانہ کے قارئین نے عصری سوشلسٹ اور عصری نگاروں کی کسل تبدیلی انگیزی پر
 کے لئے بیٹے ثبت ہوئیں اور انھوں نے ہم انھیں جدا اصل پوری عرب قوم کی ذہنیات تبدیلی
 کرنے کا ایک تبدیلی مرحلہ تھا انھوں نے عربی قومیت پر ایک تہذیب اور عقیدہ کی طرح ڈھکے
 اپنی نظم اور دیوہوں نے ایک جدید ترین مقصد اور آدرش کی حیثیت سے اس کے گنگائے ان کو
 عہد عربی پر فکر کئے اور اس کے ایمان کی دعوت دینے کا موقع فراہم کیا گیا اور ایک قومیت
 تہذیب اور ملکی وحدت کی حیثیت سے قومیت کی دعوت دی گئی کہنے والوں نے یہاں تک کہ
 ہم عرب ہیں اور فرات کے فرزند ہیں۔ فرعون کے غلام ہیں اب لوگوں کے لئے نفرت کا بہت
 کا عنصر کو کسی سنگ و عمارت بات نہیں رہی ہے کہ قرآن مجید نے ایک انہی حقیقت بتا دیا

آدرش سمجھنے لگے ان کی محبت کا دم بھرنے لگے اور اس شکرِ کب کو عربی روح کی ایک نئی بیداری
 اور نشاۃِ ثانیہ تصور کرنے لگے جو ان کے نزدیک عربوں کو قدیم ہیبت و قیادت اور امنی کی
 شوکت و عظمت کے منصب پر واپس لا سکتی ہے اس میں نہ جو بے حیرت کی کوئی بات ہے
 نہ تحقیق اور راست کا کوئی جواز قوت و عزت اور غلبہٴ اقتدار حاصل کرنے کی خواہش فطری اور
 قدرتی ہوتی ہے عرب نو جوانوں کو بھی اس کی خواہش کرنے اور پوری طاقت کے ساتھ عرب
 ملک اور یا ستوں میں داخلہ پیدا کرنے کی کوششیں کا حق ہے لیکن اس حقیقت کا کیا کیا
 پہلو یہ ہے کہ اس درجہ ان اور طریق فکر کے ساتھ آخر میں کچھ ایسے واقعات و اقدامات اور
 روح و تعلیمات اسلامی کے معافی و مقاصد شامل ہو گئے جو اسلام کے اثر کو کم کرتے ہیں اور عرب
 عوام اور قائدین کا دل شدہ مانگیر اسلامی برادری سے منقطع کرنے پر اعلان کے اندر عرب قوم پرستی
 اس کے تقدس کا خیال اور اس سے قلبیں رو رو ملنے والی سنگلی پیدا کرتے ہیں جو ایک تسخیرِ بالذات
 فکر و نظریہ اور حقیقت و مذہب کا خاصہ ہے اس کا نتیجہ ہے کہ عالم عربی کے ہمہ گیر مذہبی شعور میں
 تعلیم یافتہ نو جوانوں میں ان کا غیر معمولی ترقی کے ساتھ جیلانِ شرع ہو گیا ہے اور عرب قومیت
 کے پرچم پر حایوں اور داعیوں کے منہ سے ایسے الفاظ نکلنے لگے ہیں جن سے کفر اور ان کے
 اندیشہ ہوتا ہے انھوں نے رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا ذریعہٴ نجات سمجھا اور اس حقیقت کا
 دیکھنا چھوڑ دیا کہ آپ انسانوں کی عزت و سرچشمی اور عربوں کی عظمت و سلام کا حشر ہے
 اور نہیں ہیں انھوں نے اپنی تہذیبی ترقی اور قوت و عظمت کے حصول کے لئے اسٹیج پر ایک
 تاریک ایسٹریٹ میں تلاش و جستجو کی مگر یہ اہمیت عرب کی بھی مذمت و تحقیر کی جاتی ہے اور اس پر کوئی
 خدشہ یا تنقید ہوتی ہے تو ان کو گرا فانی ہوتی ہے اور بعض اوقات اس کا مدلل ہونا اور جاتی بصیرت
 (بصیرۃ الیٰ اعلیٰ) پر پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی طرف سے مداخلت کرنے لگتے ہیں۔

فکری استداد کا پیش خمیہ

یہ عالم عربی میں ایک وسیع فکری ثقافتی اور دینی استداد کا پیش خمیہ ہے جس کا تذکرہ اسلامی عربوں کی بڑی سے بڑی قوی عورت و سربراہی مضبوط سے مضبوط عرب حکومت اور عظیم سے عظیم عرب تہذیب و ثقافت سے بھی نہیں ہو سکتی یہ انسان بن انسان ہے جس کے مقابلہ میں کوئی خصلہ نہیں جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان کو ذات پر ذات اپنے مسائل و مقاصد میں ناکامی پہنچا کر ان کی کامزدگی نہایت ہے اور وہ ایک نئی انسانیت و اختراع کا کاروبار کر رہے ہیں اس پر اشر قہانے کا یہ قول صادق آئے۔

قُلْ غَدَ لَیْ نَخْلُقُ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ وَرَبِّ الْاَوَّلٰتِیْنَ اَشَدُّ عِلْمًا ۝

اَلَّذِیْنَ یُحْسِنُ الْخُلُقَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

فَلَمَّا رَءٰی اَنَّہٗ جَعَلَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ

اَلَّذِیْنَ اٰتٰیہُمُ الْاٰیٰتِیْنَ یَتَذٰکَّرُوْنَ ۝

وَمَا تَرْکٰہُمْ فَتَحٰبٰتُ الْاَفْئِدَةِ ۝

فَلَمَّا رَءٰی اَنَّہٗ جَعَلَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ

اَلَّذِیْنَ اٰتٰیہُمُ الْاٰیٰتِیْنَ یَتَذٰکَّرُوْنَ ۝

فَلَمَّا رَءٰی اَنَّہٗ جَعَلَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ

اَلَّذِیْنَ اٰتٰیہُمُ الْاٰیٰتِیْنَ یَتَذٰکَّرُوْنَ ۝

فَلَمَّا رَءٰی اَنَّہٗ جَعَلَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ

اَلَّذِیْنَ اٰتٰیہُمُ الْاٰیٰتِیْنَ یَتَذٰکَّرُوْنَ ۝

فَلَمَّا رَءٰی اَنَّہٗ جَعَلَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ

اَلَّذِیْنَ اٰتٰیہُمُ الْاٰیٰتِیْنَ یَتَذٰکَّرُوْنَ ۝

تشکیک کی سرگرمی ہم اور عرب ممالک کا دینی انتشار

مسرحہ ادب اور دین میں عیسائی اقلیت کا پیش پیش رہنے سے بہت خطر عروج سے تشکیک

لہذا یہ خطرات کو ملحوظ رکھ کر ہمیں اور مغربی ممالک کے مسلمانوں کو مل جل کر کام لینا چاہیے۔

ہم میں مصروف ہوا اپنی تحریروں اور قابل علمی مباحث کے راستے سے دینی عقائد اور دینی
مسائل اسلامی شخصیات اور خلاق قہروں اور سماجی اصولوں اور اخلاق عامہ سب چیزیں
کو خشک اور ناقابل اعتبار قرار دے رہا۔ مصروفی کے سبب بیان بگڑ گئی کے نرگشا
و عوام اہل بھی اکثر مختلف ہوتے ہیں کبھی وہ یہ کام محض تہجد و پندری کے شوق اور یہی سبکی انجام پڑتا
تقلید کر کے رہا کبھی حسن شہرت طلبی اور جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں میں یہ براہ عزیز و قبول ہونے
کے لئے اور کبھی تجارتی ذہن کے ساتھ اپنی کتابوں کی شاعت اور مالی نفع کے حصول کے
لئے کبھی اس کے پیچھے عجلت پسندی اور جلد بچھے کا شوق ہوتا ہے البتہ عیسائی اور اوستائی کے
مقاصد اس سلسلہ میں زیادہ دور رس واقع ہوئے ہیں اس کا خاص تصدیق یہ ہوتا ہے کہ اسلام کے
بانی میں شہادت پیدا کئے جائیں اور اس پر اسکا منزل کیلئے بصر میں شہادت کی
طاقتور تحریک اور بڑے بڑے شاعری اور ادبی کی موجودگی سے ان کے کام میں بڑی سہولت پیدا
ہوئی اور ان کے کام کی رفتار تیز ہو گئی۔ سترابیہ کہ یہ شاعری اور تصنیف اور ترویجی اور ادبی
لوگوں کے اہمیت چل رہی ہے اور دوسری طرف پیدا عالم عربی مصر سے شائع ہونے والی ہر چیز
کو (قطع نظر اس کے کہ وہ بھی بویا بری) ہاتھوں ہاتھ لینے کے لئے بروقت تیار رہتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مصر میں نئی نئی طبوئہ تصنیف کا ایک باب مندرجہ ہے یہ طبوئہ
زیادہ تر جدید ترین سلوب اور طبعیت کے اعلیٰ معیار کی حامل ہوتی ہیں مثلی نسلان کی کتابوں
پر نہ صرف فریفتہ ہے بلکہ اس کی صدائے بازگشت بھی گئی ہے اور اس کے راستے سے مصروف
بلکہ دوسرے تمام عربی ممالک میں بھی ایک ذریعہ دست نگرانی و انتشار پیدا ہو گیا ہے وہ دنیاوی یا اعلیٰ
مستزاد ہو گئی ہیں جن پر وہ با شعور و اصلاحیت ماسخر و قائم ہو سکتا تھا جس کو اپنے مقصد و
شخصیت اور تالیف کے لئے بہرہ اور اس سے اس کو کارزار حیات میں قوت مقابلہ ثابت نکلا

مکرو بات پر صبر و حیا کی حیثیت عزت و ناموس کا پاس اور خودداری کا احساس جملہ ہو گئے
 اس کا جگر ٹٹک اضطرار بے بند، غم و غمناک عاقبت پسندی اور راحت کو شہی لے لے لی
 ہے تنگی کی اس زبردست اور مصوبہ بند کوشش کے نتیجہ میں اور اس کے توبہ کے
 اثر سے جو خیریت جذبات اور انسانی تسلی کے حصول پر قائم ہے پوری عرب قوم اس امنوی
 قوت سے محروم ہو گئی جہاں ہے جو ان کے قوتوں میں کسی قوم کا سب سے بڑا سہارا اور سب سے
 مؤثر طاقت ہوتی ہے تنگی و زحمت اپنی انتشار لے کر تاج کے سرور میں مختلف قوموں کو سخت
 نقصان پہونچایا ہے بہت سی ہندوؤں میں اور قدیم تمدن حصہ اس کی وجہ سے بے اثر و ضعیف ہو گئی
 سے مٹ گئے، یہ صورت حال جو اس وقت عالم عرب میں پائی جاتی ہے اور جس کے پیدا کرنے
 میں سب سے بڑا ہاتھ انتشار و شامت اور زحمت و تصنیف کی تحریک اور ڈراموں، انسانوں، اور لوگوں
 اور تیسویں اور پندرہویں کا ہے، جو ان کے لئے کے لئے ایک عمارت کا سب سے اہم سبب ہے
 اور اس کے بعد سے جو انسان کا حالات جاری ہیں ان سب کی زبرداری اس کی ہے۔

اس کے برعکس انہیں اسلوب کی تحریک نے مضبوط عقیدہ دین پر اور اس کی
 صلاحیت اور مستقبل پر اعتماد اور اخلاقی استقامت کی ایک ایسی اہم پیدا کی تھی جس نے اس
 پیروں کے دل میں عقیدہ و اصول کی خاطر جاس فروعی کا جذبہ بات کی عزت و تکرار کے لئے
 جان و دل سے قربانی کا اصول اور جو فروعی و خطر ہے کی و داخلی صفات پیدا کر دی ہیں کی
 جھلک شمشیر کی جنگ فلسفین میں نمایاں طریقہ پر نظر آتی ہے لیکن جب عالم عرب اس تحریک کی بنیاد
 سے اختلاف و جدوجہد کی بنا پر جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، محروم ہو گیا اور وہ شمشیر کی جنگ
 میں اپنا کار و ادا کرنے سے باز رہ گئی اور کوئی ایسی جہالت بھی میدان میں نہیں آئی جو

لے صورت خراب میں دین کی شمشیر کی لگتی ہے دنیا سے بہت اور دے سے نفرت (ابو خالد)

اسلام کے نام پر اپنی کرتی ہو ایمان اور اسلامی شہادت پہ چھوڑ سکتی ہو اور دوسری طرف
عربی قومیت، اشتراکیت اور کمونزم کی تحریکیں بھی قدرتی طور پر اس خاک کو پر کرنے سے قاصر ہیں
اور عربوں میں اسلامی جوش پیدا کرنے اور غیر مسلم عالم عربی کو متحد کر کے اپنی انکار پر شکست کا کھڑا
قائم کر دینا آگیا جس نے شرق و غرب کے ہر سلطان کا سر نیچا کر دیا اور عربوں کی پیشانی پر ایک
ایسا داغ لگا دیا اور ایسی تلخ اور چھوٹی جہنم کو بھلانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ عربوں کو اس
زبردست شکست سے کہیں بچا کر نفع حاصل ہو۔

گھائے کا سودا

مسرح کو جوت حجاز سے عرب دنیا کی اعلیٰ انگریزوں اور روسیوں کی جنگ بندی دہائی بھی کرنا
رہا ہے، کھلنا اندر بیت نماں عرب قوم پرستی اور عرب جوش اور عربی اشتراکیت کے خطوط پر پہنچنے
کا خاصہ لہری دیا یہی نقطہ نظر ہے کوئی جواز ہو سکتا تھا اگر مصر کے رہنماؤں اور افسانہ نویس
انقلابی مصر کے تیار رہنا حال جہد ان مصر کی عربوں کے لئے سرحدی کا تمام اہل کرنے اور
مصر کی عزت کو بجا رہنا نگاہ سے اس کا سیاسی حال ہوئی جو کمالیہ ترک کو ناکہ دینا گزری
اور اسے اسعد صلات میں ترک کا عزت کو بچانے کی وجہ سے ترکی میں حاصل ہوئی تھا یہ ایک طبقہ
کے ان عظیم قریبوں کا تہمت ہو سکتی تھی جو مصر کو اس صدی کے تیس پہلے پیش کرنے
پڑیں اس کو اپنے ان بہت سے ہائے فرزندوں سے محروم ہونا پڑا جو قومی سیاسی اعلیٰ اور دینی
حیثیت سے اس کے لئے بہت مفید ہو سکتے تھے اس کو اپنے اسلامی جذبات اور اخوت
اسلامی کے اس احساس میں جو یکم زلزلے سے مصر کا شمار ہے بہت نیچے سطح پر اترا پڑا بلکہ
اس سے دست بردار ہونا پڑا اس کو سخت ماضی شکست گذشتہ پڑا اس کو پرانے قواعد اور خیال

کی آزادی سے محروم ہونا چاہو کسی ملک کے لئے ایک بڑی نعمت اور عرصہ کا خاص طور پر امتیاز رہا ہے۔ عالم اسلامی سے اس کے رشتے گہرے اور ہر سائے عرب و ملک سے اس کے تعلقات بگڑے ہوئے۔ عالم اسلامی میں اس کی دینی شہرت کو اور عالم عرب میں اس کی ثقافت و حیثیت کو جب نگاہ سوڑ کے کاہل و بے فکر دانشمند کے بعد اس نئی قیادت نے پس اور دیکھ لی تو کیا حقائق اور اپنی اس طاقت سانی اور بلند آہنگی سے جس میں شکل سے کوئی مشرقی ملک اس کا عریض اور مہر ہو سکتا ہے دنیا کو بتا دیا کہ عرصہ سے عرب کا فحاشات و ہندو ثابت ہو سکتا ہے اور وہ صرف اسرائیل ہی کی جھوٹی سی ریاست نہیں بلکہ بڑی مغربی طاقتوں سے بھی بجا آزمائی کر سکتا ہے یہاں تک کہ اس نے دینی مشن میں آج بے انتہا ترس اور خلیج عقبہ کی ناکر بندی کر لی اور ساری دنیا کی نگاہیں سوڑ کے حرکت کے بعد پھر اس پر تلگ لگیں لیکن دنیا کو اس وقت سخت ایسی اور حیرت کا سامنا کرنا پڑا جب وہ چون مشن کو اسرائیل نے اچانک یہودیہ پر یہ متحدہ پر حملہ کر دیا اور غزہ ای مصری فوجوں کے سپاہی کی خبر یہاں لے گئیں اس حالت سے چند گھنٹوں کے اندر مصر کی فضائی طاقت کا خاتمہ ہو گیا اور چارپانچ دن کے اندر اندر یہودیہ مصر نے جو جنگ کی قیادت کرنا تھا باخود جنگ بندی قبول کر لی اسرائیل کا نہ صرف غزہ اور شرم الشیخ پر قبضہ ہوا اور نہ صرف جزیرہ نما سینہ کو اس نے اپنے تسلط میں لے لیا بلکہ سوڈن کی پہلی مشرقی پہی پر وہ قابض ہو گیا اور مصر اس کے توپوں کی زد میں آ گیا اس وقت حقیقت میں اور انصاف پسند شاہد ہیں کہ اس کا یہ دلاسا اس ہوا کہ مصر نے ایٹمی طاقت اور اسلامی حیثیت مسلسل نظر انداز کر کے جو اس کی طاقت کا بہت بڑا حشر تھا اور خاص اور پرستانہ نقطہ نظر کا کچھ فائدہ نہیں اٹھایا، لوگوں کو یہ بھی محسوس ہوا کہ عرب قوم پرستی اور شریعت ایک ہوا بھری ہوئی خشک کھلی تھی جس کی سولی چھو تے ہی ساری ہوا اٹھ گئی تھی دنیا کو

انداز ہو گیا کہ یہ سارا کھیل ایک خارجی طاقت (سویت روس) اور تانک میں لائقوی جگہ کے بھروسہ پر کھیل گیا تھا جو وقت پر کام نہ آیا اس وقت عالم عربی کو جس ایسی اور ذات کا سامنا کرنا پڑا ایت المقدس کے نکل جانے کی وجہ سے تمام دنیا کے مسلمانوں کو جو روحانی صدور اور ذات کا احساس ہو اور شریک جنگ عرب طاقتوں پر جو بے بس اور بے چارگی کا عالم خارجی ہے اس کی مثال تاناکوں کے ہاتھوں عالم اسلام کی ذات اور مقنود انداز کے واقعہ کے بعد اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی اس سے حقیقت و وضوح کی طرح واضح ہو گیا کہ عربوں کی قسمت اسلام کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہے اور ان تک یہی کوئی ایسی ٹکر کیا اور کوشش کا یہاں نہیں ہو سکتی جس کی بنیاد خاص یا نہ پختی اور اسلام سے اتراف پر ہو اس سے مشہور عربی و غیر فلسفی رہن خلدون کی اس رائے کی بھی تصدیق ہوئی کہ عربوں میں دینی رشتہ کے سوا کوئی رشتہ اتحاد اور قوت نہیں پیدا کر سکتا۔

مصر اور اسادات کے عہد میں

سلسلہ میں جمال عبدالناصر کا انتقال ہوا اس وقت کی ملکیت کے تجربہ میں مصر جدید الیسیا میں اور افسانہ میں بتلا خطہ صحری قوم ملکیت خود کی کا ٹکڑا تھی۔

انور اسادات جمال عبدالناصر کے جانشین ہوئے انھوں اسادات دوسرے یلڈوں کے مقابلہ میں جو قیادت کے میدان تھے استعمال پسند اور دین کے باعث میں ان کے رجحانات فریادہ راز تھے ان کے مقابلہ میں ہوا میڈار تھے وہ بائیں بازو کے رجحانات کے حامل تھے جن کی پشت پناہی روس کر، انھوں انور اسادات کے انتخاب میں مغربی طاقتوں کی ہوا تھا۔
اختیار میں آنے کے کچھ عرصہ بعد انور اسادات نے جمال عبدالناصر مخالف عناصر کی

ہست افزائی کی لوری ساری (Lerner) رجحانات کو اپنے لکے کو شش کی سیاسی تبدیلی کو برکات میں خوانی بھی تھے پر اس کو قدس کے لوری دی گئی ہے۔ آہستہ آہستہ سیاسی چاروں کام کرنے کی ہمت دی، لیکن اس محدود آزادی کے ساتھ پالیسی اور سیکورٹی امور کا وہ نظام باقی رکھا جو حالِ جہلانِ صحر کے عہد سے ملک میں قائم تھا۔

اس محدود آزادی کے نتیجے میں دینی تحریکوں نے دوبارہ کام شروع کیا، اخوانیوں نے اپنا مضبوط شدہ دلائل الدعوة دوبارہ جاری کیا، الدعوة کی پہلی اشاعت کا ہر طرح ملک میں استقبال کیا گیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عصری قوم حق کی آواز کے لئے کتنی سیاسی تہیں پہلی اشاعت کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے، بعض ایڈیشن بازار میں آتے ہی ختم ہو گئے۔

صحر کی اینجور شیوں میں اسلامی دین کے طلباء یونین کے انتخابات میں غالب آئے تقریباً ساری اینجور شیوں میں ان کا قبضہ ہو گیا، جہلانِ صحر کے عہد کے نظام پر ان میں شائع ہوئے اور ہر کتاب کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہوئے اور عوام میں مقبول ہوئے عوام نے شریعت کے نفاذ پر زور دینا شروع کیا اور یہ طلبہ طاقت کو آگیا اس کی قوت کے پیش نظر حکومت کے دواڑوں نے اس مسئلہ پر ثبت رد کیا، لیکن بالواسطہ اس رجحان پر غور کرنے کی کوشش جاری رہی اس نے گورنری دین کے اس فروغ کو عصری حکومت اپنے لئے کیا طور پر خطرناک تصور کر لی اور ساری صحر کے نکش کے پیش نظر اس کے لئے یہی حکم تھا کہ وہ دین سے ہی کو ہوا دست پہننے کی کوشش کرے سرور کے غلط رویہ اور بیاریوں کی اس کے ساتھ جہودی نے انور اسادات کو ایسے اقدامات پر مجبور کیا جو دینی منہر کی توجہ کا باعث بنے۔

انور اسادات کو جو حالِ جہلانِ صحر کے ہر عنصر میں شریک بلکہ شریکِ مثبت رکھنے

تھے انہوں کی طاقت کا صحیح اندازہ تھا، اور وہ دینی دہن کو اپنے بے غلطو سمجھتے تھے انہوں نے اس کے مقابلے کے لئے اپنے بڑے اہل فکر کو خوش کرنے کے لئے عیسائیوں کی دست افران کی اور ان کی تقویت کا راستہ اختیار کیا، بابا شنودہ کو جو اعلیٰ ترین مذہبی حیثیت رکھتے تھے مساوی حقوق نہیں بلکہ امتیازی حقوق عطا کئے، بابا شنودہ نے عیسائیوں کے لئے مزید حقوق کا مطالبہ کیا شریعت کی تفسیر کا جب مطالبہ ہوا تو انہوں نے پروردہ طریقہ پر اس کی مخالفت کی اور کہہ کر سے تعلقات میں اضافے کے ساتھ عیسائی اثرات میں برابر اضافہ ہوتا رہا اور کہیں چاند نہ رہتا یونین دہشی کے وجود میں آئے ایک خاص عیسائی یونین دہشی قائم کرنے کا مطالبہ کیا گیا اور اور کہہ کر نے اس کے ساتھ مصافحہ برداشت کرنے کا وعدہ کیا، انہوں نے اسادات نے اس کو منظور کیا۔

مصر کے ان نئے رجحانات کا خارجی سیاست پر بہ اثر پہنچا، لہذا افریقہ کے ممالک میں ان اسلامی تحریکوں سے مصر نے چشم پوشی اختیار کی جو عیسائی حکومتوں کے خلاف تھیں، اور بعض موصوفوں پر اسلامی تحریکوں کے کچلنے میں مصر نے عیسائی حکومت کی مدد کی، انکار پر یہ جملہ دہشی کے بعد جب مصر گئے تو ان کا شانہ انا مستقبل کیا گیا، حکومت کے اس نئی رویہ اور عیسائیوں کے ساتھ غیر معمولی رعایت اور ان کی پشت پناہی اور سیاسی آزادی کے ساتھ انہوں ان کے ساتھ امتیازی سلوک نے دینی حلقوں میں انہوں نے اسادات کو شکوک بنادیا، اجمال میں ان کے بعد دینی اسلامی دہش کے لوگوں پر عظام اور بدعت کے ذمہ داروں کے ساتھ عدم رویہ کیا، جمہور نے انہوں نے اسادات کا مزید شہرہ کر دیا جس کے نتیجے میں انہوں نے اسادات اسلامی دہش کے لوگوں میں غیر مقبول ہو گئے۔

۱۹۵۲ء کی جنگ نے جس میں مصر کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تھی جس سے مصر نے

اپنا گھوڑا بھراؤ تارڑی جنگ بھال کر یا تھا مصر کو عالم عرب کی قیادت کا بہترین وقت فراہم کیا، سعودی عرب کی تائید و پشتوں کی جنگ نے عربوں کو ایک متحدہ عناصر کی شکل میں اکٹرا کر یا تھا ملک کی تاریخ کا بدعاشیوں نے بڑی طاقتوں کے مصائب متاثر کر دیے دنیا کی مادی قوتوں عربوں کے اقدام پر کوڑ بونگی تھی ایسا مسلم ہوتا تھا کہ دنیا کے مستقبل کا نصاب عربوں کے ہاتھ پر ہے اس وقت پر اتحاد اسلامی کا جو مظاہر ہو اس کی گتہ نشہ آئین میں بہت کم شایع ہو گئی ہیں لیکن بعد کے بعض اقدامات نے عرب قیادت کی جلد بازی اور حکمت عملی کی گئی اور دشمنوں پر اتحاد کا ایسا مظاہر کیا جس سے عالم اسلام کو سخت مایوسی ہوئی، مصر نے جنگ کے فوراً بعد اسرائیل سے افغروی طور پر صلح کی کوشش شروع کر دی۔

جنگ کی جنگ و داس کے بعد اتحاد بعض اسلامی ممالک کا مہم جوئی منت تھا جس کا احزاب مصری قیادت نے شروع میں کھل کر کیا لیکن بہت جلد انور اسادات نے اس ممالک کو موڑنے کی کوشش کی اس لئے کہ وہ حال بعد انصر کی طرح دینی رجحان کے لوگوں کے ہاں میں نفوذ کی انبیات کا لکار تھے انھوں نے اس کی کوشش کی کہ اس جنگ سے اہد کیونستوں کی مخالفت سے دینی رجحان کو فروغ حاصل ہو رہا ہے اس کو بڑھنے سے روکا جائے۔
 عشرہ میں جماعت انکسیر و اجماع کے خیر نے انور اسادات اعلان کے تحت حکام کی دینی دشمنی کو عیاں کر دیا، انکا کر حسین احمدی کے قتل کو دینی تحریکات کے خلاف پروپیگنڈہ کے لئے جس طرح استعمال کیا گیا اور دین کے خلاف کمال کرم صافست میں اہم چل گئی اور ملکہ اور دینی کن اہوں کی بے حرشی کی گئی اس سے بہت عانت ظاہر ہو گئی کہ انور اسادات دین کے بارے میں وہی تصور رکھتے ہیں جس کے مغربی حکمرانی حامی ہیں یعنی محدود مہارت اور است اسادات نے دین سے اس کی کھل بے دخلی۔

یہ بات زمین میں رکھی جائے کہ انور اسلامات ذاتی طور پر مذہب دشمن نہیں رہا اور
 جمال جہان صحر کے برخلاف وہ ناز و فخر کی کسی حد تک پابندی لگایا کرتے تھے اسی سے
 بعض لوگوں کو ان کے بارے میں خوش فہمی ہو گئی اور انھوں نے ان کو الزامیں لگائیں کہ قہر
 سے دیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان پر حملہ ہونے کا الزام نہیں لگایا جاسکتا لیکن ان کے خود
 بیانات سے ان کے دین کے تصور کی آشوب ہوتی ہے وہ دین سے مراد مجرور دین لیتے تھے
 اسلام نہیں، اسی لئے انھوں نے کچھ عرصہ پہلے ایک ایسی حیادت گاہ کا تصور پیش کیا جس کا
 مسلمان عیسائی اور یہودی حیادت کر سکیں تاکہ تینوں مذاہب بقاء کے باہم کے اصول
 پر قائم رہیں، عصری ریڈیو سے تلاوت قرآن کریم کے موقع پر اسی آئینوں کی تلاوت سے
 حتیٰ کہ مکان احقر کا کیا جاتا ہے جن میں عیسائیوں کے خلاف کسی طرح کا سواد ہوا ایسی
 کتابوں کی اشاعت یہاں تک کہ یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کے ایسے موضوعوں پر مناقشہ
 منع ہے جن میں حیادیت کے خلاف کچھ کہا گیا ہو۔

انور اسلامات نے اپنی کتاب "اصول و احکام" میں لکھا ہے اور اس کا ذکر
 انھوں نے اپنی تقریروں میں بھی کیا ہے کہ وہ کمال تاثرک سے کہیں ہی سے متاثر تھے ان کی
 تحریروں سے مغربی تہذیب و تصوف و مذہب سے تاثر ظاہر ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں مغربی تہذیب
 کے بارے میں اس کی ہمتی کا اظہار ہوتا ہے ان کی زندگی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ
 مغربی تہذیب اور دین کے حدود تصور کے قائل نہ تھے جس میں یہودیوں اسلام کی اپنی تہذیب اور مذہب
 زندگی کے تعلق نامتناہی تسلیم ہے اس لئے انھوں نے اپنے عہد میں ان جماعتوں یا شخصیات کے
 آزاد خیالی سے یا آزادی عمل نہیں دیکھی جن سے ان کے اس تصور کو نقصان پہنچتا ہو اس طرح
 ان کی دینی تحریکات کے انگیزش اس دائرہ میں رہی جس دائرہ میں جمال جہان صحر کے یہودی

بہانہ انکسفر و ایجوکے زمرہ داروں کو سرسری مقدمہ کے بعد چاہی ہوئی دی گئی گاؤں
اس خفیہ کو دین اور سیاست کو بچ کرنے کی سازش کہہ لیا اس کے بعد ایسے لوگوں پر سختی کی گئی
جو خارجی دہن رکھتے تھے انہوں نے اس دہن کی وجہ سے وہ عصری علماء جو جدید نام
کے عہد میں عصر سے باہر چلے گئے تھے مصداق اس نے یہ منہ دیا تھا بعض علماء جو عصر میں
موجود تھے عصر چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔

انہوں نے اس منہ دیا کو قبول کر کے اور اس میں جاکر مسلمانوں سے یہ نہیں
بلکہ عربوں سے بھی اپنے کو تسلیم کر لیا اس کے نتیجے میں ان کو امریکہ پر بڑا ستارہ دیا گیا اس کے
بعد کیپ ڈیویڈ (Cape David) معاہدہ ہوا جس کی پورے عالم میں مخالفت کی گئی اور
اس کو ذات و دھاتی کے معاہدہ سے تعبیر کیا گیا اس معاہدہ کے نتیجے میں ان کے پیروؤں کے
تعلقات کی وہی نوعیت پیدا ہو گئی جو پہلے عیسائیوں سے تھی اور اسلامی مملکتوں کی قدر
وہی اسلامی مملکتوں کی طرف سے مخالفت کے نتیجے میں ان کے خلاف تشدد اور گرفت میں
مزید اضافہ ہوا اور دونوں ملتے دوختا اسکے کپوں میں بٹ گئے اور اس طرح مشفقہ جنگ
کے نتیجے میں جو اتحاد اسلامی وجود میں آیا تھا وہ خود انہوں نے اسلاف کے انقلابات کا پارہ
ہو گیا اور عصر سے قیادت کی جو توقعات وابستہ کی گئی تھیں وہ منقطع ہو گئیں۔

مصر کا یہاں ہے کہ انقلاب مصر سے قبل اور انقلاب مصر کے بعد عصری حکومتوں نے
اپنا اصل حریف دینی مصر کو سمجھا اور اپنی ساری توانائی ان کے اثر کو کم کرنے میں صرف کی
آخر قتل نے مصر کو غلبہ غلبہ غلبہ اور فکری صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں جو اس میں
خود اعتمادی اور شہر اور قوت عمل اور قیادت کی صلاحیت کی خاصیت ہو سکتی تھیں،
وہ سب کی کشش کی خد ہو گئیں اور مصر پورے عہد میں فکری تضاد اور اخلاقی خلا

میں بیکار رہا ہے اور منہج قوت کے تعاون سے محروم، لیکن مصر کے لئے یہ ایک غیر طبعی صورت حال ہے۔ اس کی اسلامی روح اور اس کا دینی خمیر یقیناً اس کے خلاف بناوت کرے گا اور جس ملک کو کائنات اسلام کو گایا ہے اور جس میں عالم عربی کی قیادت کی سب سے زیادہ صلاحیت ہے، ملک نئی طاقت بن کر ابھرے گا۔

شام و عراق

فرانسیس دور بٹانوی اقتدار کے گداہنے کے بعد کے علم عربی باری کی غالب اکثریت کے یہ دونوں سرسبز و خرم ملک جو اپنی شاندار اسلامی تہذیبی تاریخ رکھتے ہیں اور جو علی الترتیب اولیٰ مدت تک مخالفت اسلامی کا مرکز و پیکر بن گئے تھے، یہاں سے اسلام اور جلد بڑھنے والے غریب دنیاؤں میں انقلابات گندھے یہ دونوں علم عربی کے خریکے گھرے دینی و اخلاقی و معاشرتی اثرات کی جھلک گام میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ سیاسی و فکری اور ادبی حکومت کا جھلک برابر عربی شکوہ، تازہ ہیبت و سیکولارزم، توجہ و خیریت کا طوطا تھا، اب اسے گروپوں و فکری گروپوں میں عوامی میدان سے نکلے ملای اور دین کے ہیبت رکھنے والے گروہ ہیبت میں تقسیم ہدایات و فکری جگہ عالم میں خاصی بڑی تعداد میں ایسے جدید علماء اور متفکرانہ فاضل ہو رہے ہیں جن کی فکری و سرگرمی میں کافی مشکل ہے لیکن مذہب و مذہم معاشرے دین کی گرفت و حاصل ہوتی جا رہی ہے اور علماء و اہل دین کا اقتدار و بڑھنا ہے۔ عورتوں میں آزاد خیالی اور بے پردگی عام ہوتی جا رہی ہے۔

لے مصر کا موجودہ صورت حال کا یہ جائزہ دہائی و اسیخ دیشیہ سے لے کر تازہ اسلام سے لے کر اسلام اور دین کے حوالہ کے علم ہے جو انھوں نے صنعت کا فراٹس پر کلب کے ٹائڈرٹس کے لئے کیا۔
شام میں علماء کی کارکن کا تناسب، وہی صدی و اسیخ میں عربی و اسلامی ہے۔

کچھ بڑی پروگرام آگیا اور تقریباً شاغل مسروں میں تو ان کا استحکام و سفاقتوں نے مخلوق کو
 واقع عام پروردگار ہے اور مذہب بزرگ اور لادینی عناصر غالب اور مذہبی پر جاویں گے بلکہ یہ
 اس باب کی آخری کڑی یہ ہے کہ ان سطور کے کھنکھنے کے وقت غاصل اسلامی حقیقت
 اور علم کثرت کا یہ نیک اس فرقہ اور اقلیت (خمسری فرقہ) کے زیر اختیار ہے جس نے صحیح اسلامی
 تعلیمات کا کبھی اثر قبول نہیں کیا یہ اقلیت جو مسلمان عوام کی طرف سے پیش سے بغض و کینہ
 اور سخت عداوت کی حامل رہی ہے اس اقلیت نے اپنے فوجی پیشے مسکری حقوق اور اس
 میدان میں دوسری جماعتوں کے مقابلہ میں زیادہ حصہ کر ملک کے اقتدار اعلیٰ پر اپنا
 تسلط قائم کر لیا سابقہ اسلامی حکومتوں نے اس فرقہ کی صحیح تعلیم اور اس میں دین کے
 اشاعت پر کوئی توجہ نہیں کی اس لئے وہ ہر زمانے میں ملک کی وحدت و سالمیت کے لئے
 خطر و ہتھکڑا اور غیر اسلامی دوسری جماعتوں سے ساز باز کرتا رہا۔

اس کی ایک نہایت عبرتناک مثال یہ ہے کہ بٹ پانی عرصہ تک عراق کی سیاست
 و حکومت پر حاوی رہی ہے اور ان سطروں کی تحریر کے وقت تک شام پر اس کی حکومت
 ہے اس پانی کا نعرہ اور مینی فسٹو یہ ہے۔

ایک بار پھر اگھال ایک بار پھر اس خطہ اور اس کو پناہ دینا رہی بھرتی ہے یہی
 عرب قوم اپنی ہے اور وہ حضرت زین العابدین علیہ السلام کے پورا ان ظلمتوں اور
 یورپ بھرتی کے پورا ان ظلمتوں اور پورا ان ظلمتوں کے درمیان واقع ہے۔

ذیل میں پارٹی کے منشور سے بعض اہم اقتباسات دیئے جاتے ہیں جس سے اس کے

لے اس کا تخیل میں کشیدہ اور دنیا میں شیخ الاسلام ہیں جس کے حالات شیخ ابو یوسف کو گناہ

ابن تیمیہ اور خلافت کی کتاب تاج الدولت اور مسند امام میں ملے گی۔

فکر و روح کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

① — عرب قوم ایک شافعی محدث ہے اور اس کے فرقہ والوں کے نزدیک امام احمدؒ

وہاں تک پہنچے اور پھر اسی طرح چلے گئے کہ وہاں تک پہنچے

③ — وہ تو ایک بد پرست نامک حال ہے جو اپنی کئی مختلف صورتوں میں بدلتا

ہوئی اور کھنگلی حاصل کرتی ہوئی فکروں پر یہ کہ ہر قوم اپنے اصول انسانی اتفاق کا تجزیہ نہیں کرے

فہرست کتابت خزانہ اور قوام عالمی کتابوں میں اس کتاب کی کتب خانہ ہے۔

(۴) — رویانیت ایک قوم پرست جماعت ہے جو اس بات پر عقیدہ رکھتی ہے کہ

قریب ایک تالیف نامہ حقیقت ہے اور یہاں شہر تو ہمارا ہی ہے مگر کہاجاتے

میں نے وہ ایک مقدس احساس و شعور پیدا کیا تو ان کے ساتھ ان کی قرآنی پابجانی والی

اس موضوع پر پیدائشی طور پر فروغ کی انا بیت کا اہل اور خیریت ہاں کہ نہ دے ہے۔

⑤۔ جو بے لوث اے ایسا خیر کی جامع ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ خیریت

ایک ایسی ضرورت ہے جو عرب و مسیت کے باطن سے پیدا ہوئی اور انہوں نے اس کا

[illegible]

(۵) — نوی دجله کی طرفی حکومت میں داخل ہو کر وہاں کے برائیوں کو

ہم اس طرح کے کاموں کے لیے ایک نیا ادارہ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

۱. $\frac{1}{x^2} = x^{-2}$ ۲. $\frac{1}{x^3} = x^{-3}$ ۳. $\frac{1}{x^4} = x^{-4}$ ۴. $\frac{1}{x^5} = x^{-5}$ ۵. $\frac{1}{x^6} = x^{-6}$ ۶. $\frac{1}{x^7} = x^{-7}$ ۷. $\frac{1}{x^8} = x^{-8}$ ۸. $\frac{1}{x^9} = x^{-9}$ ۹. $\frac{1}{x^{10}} = x^{-10}$ ۱۰. $\frac{1}{x^{11}} = x^{-11}$ ۱۱. $\frac{1}{x^{12}} = x^{-12}$ ۱۲. $\frac{1}{x^{13}} = x^{-13}$ ۱۳. $\frac{1}{x^{14}} = x^{-14}$ ۱۴. $\frac{1}{x^{15}} = x^{-15}$ ۱۵. $\frac{1}{x^{16}} = x^{-16}$ ۱۶. $\frac{1}{x^{17}} = x^{-17}$ ۱۷. $\frac{1}{x^{18}} = x^{-18}$ ۱۸. $\frac{1}{x^{19}} = x^{-19}$ ۱۹. $\frac{1}{x^{20}} = x^{-20}$ ۲۰. $\frac{1}{x^{21}} = x^{-21}$ ۲۱. $\frac{1}{x^{22}} = x^{-22}$ ۲۲. $\frac{1}{x^{23}} = x^{-23}$ ۲۳. $\frac{1}{x^{24}} = x^{-24}$ ۲۴. $\frac{1}{x^{25}} = x^{-25}$ ۲۵. $\frac{1}{x^{26}} = x^{-26}$ ۲۶. $\frac{1}{x^{27}} = x^{-27}$ ۲۷. $\frac{1}{x^{28}} = x^{-28}$ ۲۸. $\frac{1}{x^{29}} = x^{-29}$ ۲۹. $\frac{1}{x^{30}} = x^{-30}$ ۳۰. $\frac{1}{x^{31}} = x^{-31}$ ۳۱. $\frac{1}{x^{32}} = x^{-32}$ ۳۲. $\frac{1}{x^{33}} = x^{-33}$ ۳۳. $\frac{1}{x^{34}} = x^{-34}$ ۳۴. $\frac{1}{x^{35}} = x^{-35}$ ۳۵. $\frac{1}{x^{36}} = x^{-36}$ ۳۶. $\frac{1}{x^{37}} = x^{-37}$ ۳۷. $\frac{1}{x^{38}} = x^{-38}$ ۳۸. $\frac{1}{x^{39}} = x^{-39}$ ۳۹. $\frac{1}{x^{40}} = x^{-40}$ ۴۰. $\frac{1}{x^{41}} = x^{-41}$ ۴۱. $\frac{1}{x^{42}} = x^{-42}$ ۴۲. $\frac{1}{x^{43}} = x^{-43}$ ۴۳. $\frac{1}{x^{44}} = x^{-44}$ ۴۴. $\frac{1}{x^{45}} = x^{-45}$ ۴۵. $\frac{1}{x^{46}} = x^{-46}$ ۴۶. $\frac{1}{x^{47}} = x^{-47}$ ۴۷. $\frac{1}{x^{48}} = x^{-48}$ ۴۸. $\frac{1}{x^{49}} = x^{-49}$ ۴۹. $\frac{1}{x^{50}} = x^{-50}$ ۵۰. $\frac{1}{x^{51}} = x^{-51}$ ۵۱. $\frac{1}{x^{52}} = x^{-52}$ ۵۲. $\frac{1}{x^{53}} = x^{-53}$ ۵۳. $\frac{1}{x^{54}} = x^{-54}$ ۵۴. $\frac{1}{x^{55}} = x^{-55}$ ۵۵. $\frac{1}{x^{56}} = x^{-56}$ ۵۶. $\frac{1}{x^{57}} = x^{-57}$ ۵۷. $\frac{1}{x^{58}} = x^{-58}$ ۵۸. $\frac{1}{x^{59}} = x^{-59}$ ۵۹. $\frac{1}{x^{60}} = x^{-60}$ ۶۰. $\frac{1}{x^{61}} = x^{-61}$ ۶۱. $\frac{1}{x^{62}} = x^{-62}$ ۶۲. $\frac{1}{x^{63}} = x^{-63}$ ۶۳. $\frac{1}{x^{64}} = x^{-64}$ ۶۴. $\frac{1}{x^{65}} = x^{-65}$ ۶۵. $\frac{1}{x^{66}} = x^{-66}$ ۶۶. $\frac{1}{x^{67}} = x^{-67}$ ۶۷. $\frac{1}{x^{68}} = x^{-68}$ ۶۸. $\frac{1}{x^{69}} = x^{-69}$ ۶۹. $\frac{1}{x^{70}} = x^{-70}$ ۷۰. $\frac{1}{x^{71}} = x^{-71}$ ۷۱. $\frac{1}{x^{72}} = x^{-72}$ ۷۲. $\frac{1}{x^{73}} = x^{-73}$ ۷۳. $\frac{1}{x^{74}} = x^{-74}$ ۷۴. $\frac{1}{x^{75}} = x^{-75}$ ۷۵. $\frac{1}{x^{76}} = x^{-76}$ ۷۶. $\frac{1}{x^{77}} = x^{-77}$ ۷۷. $\frac{1}{x^{78}} = x^{-78}$ ۷۸. $\frac{1}{x^{79}} = x^{-79}$ ۷۹. $\frac{1}{x^{80}} = x^{-80}$ ۸۰. $\frac{1}{x^{81}} = x^{-81}$ ۸۱. $\frac{1}{x^{82}} = x^{-82}$ ۸۲. $\frac{1}{x^{83}} = x^{-83}$ ۸۳. $\frac{1}{x^{84}} = x^{-84}$ ۸۴. $\frac{1}{x^{85}} = x^{-85}$ ۸۵. $\frac{1}{x^{86}} = x^{-86}$ ۸۶. $\frac{1}{x^{87}} = x^{-87}$ ۸۷. $\frac{1}{x^{88}} = x^{-88}$ ۸۸. $\frac{1}{x^{89}} = x^{-89}$ ۸۹. $\frac{1}{x^{90}} = x^{-90}$ ۹۰. $\frac{1}{x^{91}} = x^{-91}$ ۹۱. $\frac{1}{x^{92}} = x^{-92}$ ۹۲. $\frac{1}{x^{93}} = x^{-93}$ ۹۳. $\frac{1}{x^{94}} = x^{-94}$ ۹۴. $\frac{1}{x^{95}} = x^{-95}$ ۹۵. $\frac{1}{x^{96}} = x^{-96}$ ۹۶. $\frac{1}{x^{97}} = x^{-97}$ ۹۷. $\frac{1}{x^{98}} = x^{-98}$ ۹۸. $\frac{1}{x^{99}} = x^{-99}$ ۹۹. $\frac{1}{x^{100}} = x^{-100}$ ۱۰۰. $\frac{1}{x^{101}} = x^{-101}$ ۱۰۱. $\frac{1}{x^{102}} = x^{-102}$ ۱۰۲. $\frac{1}{x^{103}} = x^{-103}$ ۱۰۳. $\frac{1}{x^{104}} = x^{-104}$ ۱۰۴. $\frac{1}{x^{105}} = x^{-105}$ ۱۰۵. $\frac{1}{x^{106}} = x^{-106}$ ۱۰۶. $\frac{1}{x^{107}} = x^{-107}$ ۱۰۷. $\frac{1}{x^{108}} = x^{-108}$ ۱۰۸. $\frac{1}{x^{109}} = x^{-109}$ ۱۰۹. $\frac{1}{x^{110}} = x^{-110}$ ۱۱۰. $\frac{1}{x^{111}} = x^{-111}$ ۱۱۱. $\frac{1}{x^{112}} = x^{-112}$ ۱۱۲. $\frac{1}{x^{113}} = x^{-113}$ ۱۱۳. $\frac{1}{x^{114}} = x^{-114}$ ۱۱۴. $\frac{1}{x^{115}} = x^{-115}$ ۱۱۵. $\frac{1}{x^{116}} = x^{-116}$ ۱۱۶. $\frac{1}{x^{117}} = x^{-117}$ ۱۱۷. $\frac{1}{x^{118}} = x^{-118}$ ۱۱۸. $\frac{1}{x^{119}} = x^{-119}$ ۱۱۹. $\frac{1}{x^{120}} = x^{-120}$ ۱۲۰. $\frac{1}{x^{121}} = x^{-121}$ ۱۲۱. $\frac{1}{x^{122}} = x^{-122}$ ۱۲۲. $\frac{1}{x^{123}} = x^{-123}$ ۱۲۳. $\frac{1}{x^{124}} = x^{-124}$ ۱۲۴. $\frac{1}{x^{125}} = x^{-125}$ ۱۲۵. $\frac{1}{x^{126}} = x^{-126}$ ۱۲۶. $\frac{1}{x^{127}} = x^{-127}$ ۱۲۷. $\frac{1}{x^{128}} = x^{-128}$ ۱۲۸. $\frac{1}{x^{129}} = x^{-129}$ ۱۲۹. $\frac{1}{x^{130}} = x^{-130}$ ۱۳۰. $\frac{1}{x^{131}} = x^{-131}$ ۱۳۱. $\frac{1}{x^{132}} = x^{-132}$ ۱۳۲. $\frac{1}{x^{133}} = x^{-133}$ ۱۳۳. $\frac{1}{x^{134}} = x^{-134}$ ۱۳۴. $\frac{1}{x^{135}} = x^{-135}$ ۱۳۵. $\frac{1}{x^{136}} = x^{-136}$ ۱۳۶. $\frac{1}{x^{137}} = x^{-137}$ ۱۳۷. $\frac{1}{x^{138}} = x^{-138}$ ۱۳۸. $\frac{1}{x^{139}} = x^{-139}$ ۱۳۹. $\frac{1}{x^{140}} = x^{-140}$ ۱۴۰. $\frac{1}{x^{141}} = x^{-141}$ ۱۴۱. $\frac{1}{x^{142}} = x^{-142}$ ۱۴۲. $\frac{1}{x^{143}} = x^{-143}$ ۱۴۳. $\frac{1}{x^{144}} = x^{-144}$ ۱۴۴. $\frac{1}{x^{145}} = x^{-145}$ ۱۴۵. $\frac{1}{x^{146}} = x^{-146}$ ۱۴۶. $\frac{1}{x^{147}} = x^{-147}$ ۱۴۷. $\frac{1}{x^{148}} = x^{-148}$ ۱۴۸. $\frac{1}{x^{149}} = x^{-149}$ ۱۴۹. $\frac{1}{x^{150}} = x^{-150}$ ۱۵۰. $\frac{1}{x^{151}} = x^{-151}$ ۱۵۱. $\frac{1}{x^{152}} = x$

Altavilla (Lombardia)

التي هي بمثابة إلهام للحركات "الغريزة" لادعاب السياسية في سوريا"

۱۰۔ اسلام عرب قوم کے ہندو ابدیت دوست کا پرچم تھا اور تعمیری اور اصلاحی
 سے وہ اپنی حقیقت میں عربی ہے اپنے شمالی مخالفین انسانی ہے پس اسلام کا پرچم
 درحقیقت انسانی عربی خلاق ہے:

اس لئے مانتے ہیں کہ اس بہم ناپی حور میں اور قریب قریب کہ اس ننگہ طرح میں
 اسلام ننگہ بکر ہے یہ کہ ساری قومیں عربوں کی حالت بھانے والی کہ تقاضے
 چھوٹ کی جائیں اور یہ ساری قومیں عرب قومیت کے دائرہ کے تحت محدود ہیں۔
 یہ یہ یہ خاص قومی نظریہ غلط فہمی کا نام ہے جب کہ قومیت کا نہج انسانی
 ہے شہداء عربی چکا ہے اس ننگہ یوں میں مذہب باہر سے آیا ہے اور اس کے عربی اور
 تاریخ کے لئے جنہی ہے اور وہ حقیقتاً آخرت اور مخلوق کا علم ہے اور ان کے انوں
 کا ضروریات کا تینوں ہے ان کی نیکی کے ساتھ وابستہ ہے جب کہ اسلام عربوں کے
 لئے صرف ایک فرقہ حقیقی یا بعض اصطلاحات کا جو مذہبیں بگڑے ہوئے کے بارے میں
 ان کے اعتقاد نظریات کے کائناتی شعور کا فصیح عربی ترجمان اور ان کا شخصیت کے مددگار
 کا متحد تعمیری پرچم ہے اس کا شعور اور فکر کے ساتھ ابدیت اور دوست ہے:

شام کی بے بسی اور بعثت پارٹی کی ناکامی

برہمنی سے پہلے نگر اور یہ فلسفہ حیات شام کے فوجی حلقوں اور یونیورسٹی کے فضلا
 میں روز بروز مقبول ہوا چلا گیا ملک کی آبادی کے ان حصہ سمر نے جو مختلف عقائد و مذاہب کے
 پیرو تھے اور مشرق سے فوج پر حاوی رہے ہیں ان کو دل و جان سے قبول کیا پہلے پہل چکا

شام پر امن پارٹی اور اسی کتب خیل کے پریژن کا افتخار چلائے گا ہے کہ دینی سیاست عرب قوم پرستی اور اشتراکی رجحانات ملک پر اتنے حاوی اور قابو یافتہ ہو گئے کہ اسلام پسندی اور کسی دوسرے نقطہ نظر کے حامیوں کا اس ملک میں رہنا اور اپنے خیالات کی تبلیغ کرنا قریب قریب ناممکن ہو گیا اور وہ بڑی تعداد میں ترک وطن کر کے دوسرے عرب ملکوں یا یورپ میں منتقل ہو گئے شام (جو کبھی دینی علوم اور اسلامی فکر کا مصر کے بعد دوسرا مرکز شمار ہوتا تھا) اپنے اپنے غار علماء، متکلمین، اہل علم اور دینی قائدین سے محروم ہو گیا، ملک کا باگ ٹوٹا اور جوان طبقے کے اس افراد کے ہاتھ میں آگئی جن میں دینی پیشگی تھیں نہ اسلامی تجربہ نہ دینی عقل و توانیاں یہ ملک جو کبھی اپنی سرسبز و خوشحالی کے لئے مشہور تھا، ماسی بھالی سے دوچار ہوا ملک کے سرمایہ کا بڑا حصہ صرفہ و خیرات کے واسطے اختلالات کی وجہ سے باہر نکل ہو گیا، قومیت کا خاص لڑی طریق نکل اور اشتراکیت کا نشاۃ الثانیہ ہو گیا کہ جوانوں کی علم و حکمت و فوج کے بعض ذمہ دار دینی تصورات اور ارباب سیاست اسی کے مشترک نلمات کا کھلے طریق پر مذاق اڑانے سے بھی باز نہیں رہے اس رجحان و طرز فکر کا ایک نمونہ شام کے کروی فوجی رہائے پیشیہ اشعبہ کے ایک شخصوں میں دیکھا جاسکتا ہے جو فوج کے ایک کئی کے نظم سے بے بیاد اس کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

عرب قوم نے اللہ (سبحانہ) سے مطالبہ کیا کہ اسلام کی سیرت کے عقیم عقیدوں کا ٹھکانہ جاگیر اور دار و سرایہ اللہ نظام سے مدد چاہی کہ اللہ تعالیٰ کے بعض مومن نکالوں گا جو تم کو پاکیزگی میں رہیں گے اس کلمہ پر ایمان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہ عقیدہ تو ہماری گنجینہ کی مانند ہیں اور تم جیسے کہ بہت مدد و تقویت دے دے اپنے اس عقیدہ کو کچھ کچھ کوشش کی کہ اس سے ثابت ہو کہ تیرے بعد چاہے تو نہ پیدا ہو نہ اشتراکی عرب نہ لائے۔

و تمام باران و فرقدی جو ما شروع کرنا چاہا تھا اسے جلیز لڑی صراحت کر
اور مشورہ کر پڑا کر رہی۔

و تقدیر انھوں نے عرب انسان کو ایک سستے کا پیسہ بہت مشکل اور
تقدیر کے سامنے سر جھکا دینے والا انسان بنوا دیا ایک لایا انسان جو کس صورت
ملاحت و ملا حقہ اللہ اللہ اللہ اللہ لکھتا ہے۔

تقدیر جو دنیا عرب انسان پڑا کر رہی تھی وہ اس تمام وسیع اور انسانی کے
سے بھری ہوئی ایک بھوکے ایک نئے انسان اور انسانی کے وجود سے پہلے ہوا
ہو گیا انسان اور صورت انسان پر تقدیر لکھتا ہے۔

عربوں کی تنزیم کا آئینہ عربی ما شروع کرنا لکھنے کا واحد سبب ایک نئے انسان
انسانی کا لکھنے کے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ انسانی بگاڑی و سراپا لایا انسان
وہاں تقدیر جو تمام ہوا ہے مگر ان صورت کے لئے کہ وہاں کہہ دے۔

جب ہم اپنے شوق کے لیے کہہ دے تو انسان کو اسے اپنے شوق کا کاروبار ہے
آہر یہ ہے کہ اس کے لیے تو تقدیر یہ ہے کہ تقدیر انسانی پر لکھتا
وہاں جو صورت اپنے وجود کے لیے اسے اسے انسانیت کا حکم ہے کہ
لکھتا ہے اس کے لیے کہ اس کا زندگی انسانی صورت کے لیے کہ اسے
نہایت ہی کہ دیتا ہے کہ اس کے لیے کہ اس کے لیے کہ اس کے لیے کہ
وہاں جو صورت کے لیے کہ اس کے لیے کہ اس کے لیے کہ اس کے لیے کہ
یہ کہ اس کے لیے کہ اس کے لیے کہ اس کے لیے کہ اس کے لیے کہ

عرب قوم پر ہوا اشتراکیت کے عین اس پوشیدہ شاہکار کے زلزلے میں اسرائیل و عرب کی جنگ پیش آگئی اور شام کو وہ بعد اس حریت سے اڑا پاؤں چھو کر وہاں تک بکھڑا ہوا تھا اور جس کے مقابلہ اور جہاں کی سرکوبی کے لئے دوست عربیہ کا فرو بلند کرنا تھا ایک ہی جنگ کے تجربے میں نہ صرف یہ کہ شام اپنی سرحدوں کی حفاظت نہیں کر سکا بلکہ عربین اس کی سر زمین میں ہونے تک گھس آیا اور وہاں کی کچھ جگہوں تک اس کا قبضہ ہو گیا ایک جیسے ہی کے عالم میں اپنے اشتراکی سر پرستوں اور دوست عربیہ کے طغیانوں کی لڑکے لڑے ہاتھ پاؤں لڑتا ہے معاشرہ یا اس کی طرف سے بدانتہا و براہ فہموں کے پیشین گوئی کرنی مشکل ہے کہ وہ ان پیچیدہ حالات سے کرپٹ ہو کر برا ہو گا، اسی کے ساتھ وہ شامی نوجوان جن کے اندر ایمان کی چمک رہی ہے اور وہ اس ملک کو آزادی کے ساتھ ریاست اور اپنی واپس کی خیریت کے گورنر میں جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے، اس ملک میں سر ڈھکر کی بازی لگانے ہوئے ہیں نوجوان مردوں اور عظیم پائے والی لڑکیوں میں ایک حیرت انگیز واپس پیدل پیدل ہو رہی ہے اس بیداری اور بڑی آواز کو کچلنے کے لئے حکومت کی طرف سے وہ سب کچھ کیا جا رہا ہے جو شاید بڑی سے بڑی حفاظت اسلام طاقت نہ کرے۔

معاشرتی بد حالی اور بے اعتمادی

صفت کو درج ہے کہ شام کی گت گت میں شام کو کچھ لکھنے والی شامی کی کچھ دقت گزرنے کا موقع تھا اور اس فرقہ کے کچھ خواتین اپنے سفر کے لیے کال سے واپس چھوٹ گئیں۔ میں نے دیکھا کہ ان کے پاس سے بھی اس خطرے کا اندیشہ ہوتا ہے، جبے صفت نے گذشتہ سطروں میں ظاہر کیا یعنی شامی قوم کو اشتراکیت سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا خطروں صفت نے لکھا تھا۔

اس وقت کا نو جوانوں کا بھوکے پیٹ کے ساتھ ایک لڑکا تھا جو گناہ کا نذر تھا کہ
 ایک لڑکا تھا جس کا گناہ بھی نہیں تھا اس کے حمل کے لئے اس کا بچہ تھا جس کا بچہ تھا

یہاں کرکسوں کے کام آیا انھوں نے مذہبی شیواؤں کی جہات صاف دلاست کہ
کے بجائے ان کو غلط کارکن قرار دیا مناسب تھا۔

جدید عصری تعلیمی نظام کو قائم کرنا اچھے فرائض میں تادیبی اور تعلیمی کے
جے جو کہ ششماں بھی کہ جاتی اس کا انحصار اس پر تھا کہ مذہبی شیواؤں کا اثر کتنا تھا
اس میدان میں جنگ کے دوران میں خاصا کام کر گیا۔

۱۹۲۵ء سے پانچویں دور کشیدی اسکولوں میں درسیات کا تعلیم دینی نہیں رہی
اور خدا تعلیم میں رہا یعنی اور شریعت کا اس میں پیدا کرنے پر زور دیا گیا کیلون کی
ہمت افزائی کی گئی متحدہ طور کے تعلیمی کمیشن (۱۹۲۵ء) نے اپنے رپورٹوں میں
بتائے گئے حکومت نے ہوائی اسکول (۱۹۲۵ء) اور اسکول (۱۹۲۵ء) (۱۹۲۵ء)
تعمیم پر شرکت فوجیوں کے لئے دینی فرائض کا کافی عمل میں قوم پرستوں کے خلاف
یہاں کرکسوں نے اچھے طریق پر جس کے فوجیوں کو مذہبی شامل اور مذہبی طرح پر
سوچنے سے مدد کرنا مسئلہ میں شریعت اس کی ممانعت کے مذہبی اثرات اور فضا
نے دینی ضرب لگائی اور گپوں کی جگہ پہلے پہل دیریت نے ہی پھر کچھ عرصے کے
بعد پر دیریت اس کے جگہ لگائی تاہم عورتوں میں تادیبی اور تعلیمی کا پیدا کرنے
کے لئے مختلف طریق اختیار کئے گئے کہ باہر اور اس سے پائینٹ نے ملحق رہنے کے
اختیار کو جو وہاں لگا طور پر حاصل تھا اور وقت کے دیا اور ان کی مختلف علاقوں
تعمیم میں ملازمت کے لئے کیا تادیبی حاصل ہو گئی مگر یہاں اس تقریبات میں اس کے
تاکید کا یہ بھی تھا کہ ان میں مخالف فرائض اور دیریت کے بعد دیریت کے ہوا
لئے اسکولوں کے مذہبی لباس اختیار کئے گئے ہمت افزائی کی گئی ششماں میں مذہبی

اور شہزادوں نے غریبوں کے ساتھ ایک لمبی تقریب میں حرکات کی اس وقت سے
برقہ منوع قرار دیا اس کے نتیجے میں کچھ فراموش ہوئے لیکن حکومت کے انتظامات
سخت تھے اور بالآخر سب کے قانون کے سامنے سر جھکا کر چلا۔

شاہ کی موت سے مذہبی اور بھی غریبوں کا کام شروع کیا گیا اس کا مقصد یہ تھا کہ شاہ کی
موت کے اثرات کو کم کر دیا جائے یہاں تک کہ اس کا اثر کم ہو جائے (diminution of influence)
جو غریبوں میں قائم ہو رہا تھا اس کا خاص کام قرار دیا۔ اور اس کے لیے ایک خاص قاری
زمان کا ضروریات کو دیکھ کر انہیں کتابت ترک کر کے خطرات ایمان میں بہم افراط کی
اسلامت میں رہی۔ اس طرح غریبوں میں سرکاری طور پر قاری پرشیا کے بجائے درج
یہ انہیں کہہ کر دیا گیا تھا (اس کو دیکھ کر غریبوں میں اس پر استقامت قائم قرار دیا۔

محمد رضا پہلی موجودہ شہنشاہ ایران نے یہ کہہ کر کہ غریبوں کے حقوق کو
آگے بڑھانے کے قوانین و اصلاحات کو تنقیدی حیثیت سے دیکھا ہے انہوں نے تنقید
و تادیب کے لہجے میں ان کے حقوق کی ایک نظم کرنے کے بعد ان کو ان کے ساتھ ہندو گھر
منتقل ہو سکے کے حق کو دستوری و قانونی شکل دے دی اس وقت کے حکماء اور مجتہدین نے
اس کے خلاف شدید احتجاج اور مظاہرے کئے تاکہ اس میں فراموشی نہ ہو جائے جو
لیکن حکومت کے فیصلے میں کوئی فرق نہیں ہوا۔

روشن پہلو

لیکن ایران اسلامی علم و ادب اور اسلامی فکر و تجربہ کا ایک بڑا میدان رہا ہے

اور اس میں ایک بڑا اسلامی اور اسلامی فکر و تجربہ اس کا حق نام ہے یہ کیا ہے۔

اس کو اپنے شعراء و ادباء افکار سفر و فکر میں اور صوفیائے کرام کی بنا و چرب کا شمار مشکل ہے
اسلامی شرق کا ایران کہنا بجا ہو گا وہاں بعض غالی مذہبی خیالات کے باوجود جو ایران کی
پچھلی تاریخ کا قدرتی نتیجہ ہے اسی واسطہ سے اس کا اتحاد اسلامی کی تحریک پائی جاتی ہے اور
وہاں جو مسئلہ آخری بعد روح پرورد اسلامی وہی بدروزانہ فزوں مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔

ایران کا اسلامی انقلاب

ایران میں شاہ ایران کے خلاف سیاسی جدوجہد کے سلسلہ پر اگر غور کیا جائے تو اس کا
اصل سبب شاہ ایران کا ایرانی عوام کے مذہبی اور ثقافتی اساسات اور تقاضوں کے
خلاف جہاد اور یہ معلوم ہو گا جس نے ان کی ساری خدمات اور فوجی حکمی اور سیاسی افواہی
سیاست کے میدان میں ان کی کوششوں پر پانی پھر دیا ایران کے واقعات نے یہ ثابت
کر دیا کہ ملک کے عوام کے جذبات کو بھڑک کر کے کوئی قیادت چاہے ملک کی ترقی کے سلسلہ
میں اس کی کتنی ہی خدمات ہوں مقبولیت حاصل نہیں کر سکتی۔

شاہ ایران نے اپنے آخری دور میں ایران کو فوجی لحاظ سے اتنا مضبوط کر دیا تھا کہ
وہ اس علاقہ میں فیصلہ کن پوزیشن حاصل کرنے لگا تھا اس کے علاوہ شاہ ایران سیاسی
موجہ بوجہ سے بین الاقوامی مسائل میں مؤثر رول ادا کر رہے تھے ملک خوشحالی کے راستہ
پر گامزن تھا احمدی تھا کہ سے ایران کا شمار ترقی یافتہ ملکوں میں تھا تعلیم کے اعتبار سے
اس علاقہ میں ایران بہت سے ملکوں سے آگے تھا، طلبہ کی ایک بڑی تعداد غیر ملکی یونیورسٹیوں
میں تعلیم حاصل کر رہی تھی ایسی صورت میں ملک کو کس حال میں اجتماعی یا اقتصادی لحاظ
سے پس ماندہ نہیں کہا جاسکتا تھا لہذا عوامی سرپرستی کا سبب اقتصادی ایسا ہی نہ ہوا

کو قرار نہیں دیا جاسکتا، محض شاہی نظام بھی اس کا سبب نہیں ہو سکتا اس لئے کہ بعض
 ترقی یافتہ ملکوں میں شاہی حکومت وجود ہے اور وہاں کوئی بیزاری نہیں پائی جاتی اس
 محض شاہی نظام حکومت کو اس سیاسی اہل کا سبب نہیں قرار دیا جاسکتا یہ بھی دین
 میں رکھنا چاہئے کہ ایرانی قوم کے مزاج میں شخصیت پرستی کا اثر سردور میں پایا گیا ہے اور
 شاہی نظام اس مزاج کے عین مطابق تھا، پھر آخر اس سیاسی تحریک کا سبب
 لیا تھا۔

سیاسی جدوجہد میں جو نوسوسب کا زیادہ موثر ثابت ہوا وہی نے پہلے ملک کو شاہ ایران
 کے خلاف صحت گرد کیا وہ غزوہ اسلامی نظام قائم کرنا تھا اس غزوہ کا مغرب شاہی نظام پر
 اتنی نہیں چڑتی تھی جتنی شاہ ایران کی مذہب مخالفت سیاست پر اس کی مغرب چڑتی تھی،
 شاہ ایران کی بطور دین اس نظام کو قائم کرنے کے لئے محض ایک وسیلہ تھی اس لئے کہ ملک کا
 مذہب اور اسلامی مخالفت کے خلاف جو رجحان پیدا ہوا تھا وہ شاہ ایران اور ان کے
 ہم نشینوں کی مغرب کی غلامی کے نتیجہ میں پیدا ہوا تھا۔

شاہ ایران جن کی تربیت غیر اسلامی اصول میں ہوئی تھی مغرب کی مخالفت اور
 اس کے تصورات کو ایران میں رائج کرنا چاہتے تھے اور ایران کو اسی رنگ میں رنگنا چاہتے
 تھے، انھوں نے اپنے عہد میں ایسے کئی اقدامات کئے جن سے مذہبی رہنماؤں کو اس کا پوری طعن
 سے اٹھانہ ہو گیا، مگر وہ ایران سے مذہبی رجحان کو پوری طرح سے مٹا دیا اور اسلامی شخصیت
 کو قائم کرنا چاہتے رہے، یہودیوں اور مسیحیوں پر پورا مذاکرہ کے انھوں نے ملک کا نظام اسلام
 دشمن طاقتوں کے ہاتھ میں دے دیا تھا، قوم کا اسلام سے رشتہ ختم کرنے کے لئے جس طرح
 مصر کے حکمرانوں نے اپنے غزوہ مصر سے انتساب کیا تھا، اسی طرح شاہ ایران نے اپنے انتساب

سائرس کے کیا اس کے لئے انھوں نے ایک تاریخی جشن منایا اور اس پارٹیوں روپیہ خرچ کیا
اسلامی کیلنڈر کے بجائے قدیم ایرانی کیلنڈر مانگ لیا۔

ایرانی عوام ہمیشہ سے اپنے علماء سے وابستہ رہے ہیں اس لئے شاہ ایران کی ترقی
پسند نہ پالیسیوں کی سب سے زیادہ مخالفت علماء ہی کی طرف سے ہوئی، علماء کے اثر کو
ختم کرنے کے لئے شاہ ایران نے اوقات کے نظام میں تبدیلی کا با اثر علماء کو جلا وطن کرنا
بڑی تعداد میں علماء کو گرفتار کئے گئے اور اسلام کے ایساوے کے لئے جبر و جبرد کرنے والوں کو
سزائیں دی گئیں اور ہزاروں کی تعداد میں جانی نقصان ہوا، لیکن اس تشدد نے لوگوں کے
جذبات میں اور شدت پیدا کر دی پھر آیت اللہ خمینی کی قیادت میں جو سرس میں جلا وطنی
کی زندگی گزار رہے تھے، ایرانی عوام نے عظیم قرائنی نے کر شاہ ایران کو ملک چھوڑنے پر
مجبور کر دیا اور کیم اریلی مشنڈ کو ایران میں اسلامی حکومت کی بنیاد پڑی۔

آیت اللہ خمینی کی بحیرہ اسفول کا سیاسی کی مختلف سطحوں میں مختلف توصیہات کی
جاتی ہیں شروع میں اس انقلاب کو یہ دیکھا گیا کہ یہ انقلاب کہا گیا شاہ ایران نے بھی
اس کو یہ دیکھا کہ یہ حرکت کہہ کر کچلنے کی کوشش کی تھی لیکن انقلاب کے فوراً بعد جو طاقت اٹھائی
ہوئی اس میں اسلامی عنصر اس کی قیادت علماء کو رہے تھے غالباً گیا اس سے اندازہ
لگایا جاسکتا ہے کہ اس تحریک کے پیچھے صرف اسلامی عنصر تھا۔

ایرانی علماء کے شعور اور قوت عظیم اور عوام پر ان کی گرفت اور کنٹرول انقلاب
کی کامیابی کے اہم اسباب ہیں جس کو کسی حال میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا،
اس کے ساتھ عوام کی ان کے ساتھ وابستگی اور ان کے ساتھ سیدھے واپس قرائنی
وینے کا جذبہ اپنی مثال نہیں دکھتا۔

تمامی اسلامی پیمانوں کا سبب ان کے نزدیک علوی انقلاب پر یہ دیکھ کر
اسی اس کے نزدیک دہلی کے مسائل نہیں تھے اس لیے اسلام سے متبرک و متکفر
دہلی کے قاتل کا ساتھ نہیں دیا جاسکتا۔

اسلامی حکومت کے قیام پر زور دیتے ہوئے وہ کہتے ہیں:-

”محض قوانین ماثلو کی صورت میں کرکے اس کے لئے ان کا خلیفہ ضرور
ہے اور خلیفہ کے لئے ان کا مروت ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود
قریش کے ساتھ ساتھ تمام اسلام کا خلیفہ بھی جیسا کہ یہودیوں کے ساتھ کہ اسلامی حکومت
جو رہی ہو گی۔“

تیسری کی رائے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ذمہ داری ان کے خلفاء
اور ان کے بعد ان کے خلفاء اور علماء امت کی ہے، وہ کہتے ہیں:-

”قوانین اور اجتماعی اصول کے لئے خلیفہ ضرور ہے کہ ان کی تمام قانونی
بنکرانہ نہیں ہو جائے بلکہ اس کو ان کے لئے کے مسائل کا حل دینا ہے قانونی مشورے
کے ساتھ خلیفہ مشیر کا کام ہے اور یہی مقتضا ہے آیت ”لَا یُخْلِی عَنِ الْوَعْدِ“
فَلَا یُخْلِی عَنِ الْوَعْدِ وَلَا یُخْلِی عَنِ الْوَعْدِ“

دین کے انحراف کرنے والوں کے خلاف تحریک چلانے کے سلسلے میں وہ کہتے ہیں:-

”ضرورت حال میں ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ حکومت دین کے لئے ہے یا دنیا
اس کے مقابلہ میں کہ جو حکومت سرکش کرے وہ قانونی نظام ہے اور ہم اس کی
زبردستی ہے کہ اس کے انکار اپنے دین سے اور اپنے ملک سے خالی کر دیں اس کے لئے
ہیروں یا نسل کشی کرنے ہو گی اور قانونی نظام کو پاش پاش کر دینے سے اس کے خلاف

میں صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے باطل سے نکلنے کر اس کو اور اس کے نزدیک

کو ختم کر دینا اور یہی اسلامی انقلاب ہے جس کی درستی ہر مسلمان پر ہے۔

وہ علماء اور فقہاء جو غیر اسلامی حکومت سے تعاون کرتے ہیں اور ان کے حق میں فتوے صادر کرتے ہیں ان کے بارے میں غصینی لکھتے ہیں:-

”یہ علماء اسلام کے دشمن ہیں ان کی حقیقت کھون عمروں ہے وہ ہم کو بچانے لگا

زہیں اور حکاک کے ماتے سے نکال دیں ان کو پگڑیاں بچھک دیں اور ان کو دین کے

استقلال اور وحدانیت کو ختم کر دینے سے روک کر رکھیں۔“

مزید اکثر غصینی نے اپنے ان خط و کتابت سے قوم میں ایک نئی روح پھونکنی انھوں نے

اسلام کو زندگی میں نافذ کرنے کا نعرہ دیا قوم نے ان کو اس کا موقع فراہم کر دیا اب ان کی

حکمت اور سیاسی تدبیر اور حسن تدبیر کا امتحان ہے کہ وہ کتنا حد تک اپنے مقصد میں کامیاب

ہوتے ہیں ان کے لئے ایک بڑا امتحان یہ بھی ہے کہ انتہائی جذبہ کو جو عرصے سے شاہ ایران

اور ان کے ہم نواؤں کے غلام قوم میں بھڑک رہا تھا کسٹرول میں رکھیں تاکہ قوم کو اس کے

تجربہ میں جانی اور مالی اور فکری نقصان سے بچا یا جاسکے اور ملک کو ترقی کے راستہ پر جلد

ڈال دیا جاسکے لیکن پہلے مرحلے میں وہ اس کو نہ روک سکے جس کی وجہ سے ملک کی عورتوں اسلامیت

تجربہ کار شخصیتوں کو محروم ہو گیا اور غلاموں و گندے کے بجائے اسلام کے بارے میں مساوات اور

استبداد کا تصور دنیا میں قائم کیا گیا جو حوالی سے ایک بڑا نقصان تصور کیا جاسکتا ہے۔

بعض اقتعات بالخصوص امریکی ریفرمائیرل کے سلسلے میں ایران نے جو بے تحاشہ

رویہ اختیار کیا ہے اس سے اس شبہ کی تقویت ہوتی ہے کہ ملک پر ان کا اور ننگی ہاتھ

لگا حکومت کو ساریہ ذرا تیر غصینی۔

پڑھ کر کہنے والوں کا پورا کنٹرول نہیں ہے اور ملک میں فوج اور پولیٹیکل رجمنٹ رکھنے کے عناصر کا تسلط ہے اسی طرح اداست اور ان کے بارے میں ان کے بعض ایسے بیانات سامنے آئے ہیں جن سے تمام نبوت کی شخصیات اور علماء امتداد اہلبیت کے اپنے خاصہ کامیابی میں ناکام رہے کا نتیجہ نکلتا ہے۔

اصلاحات کے سلسلے میں بھی بعض اقتدار میں جلد بازی سے کام لیا گیا جس سے رد عمل پیدا ہوا اور اسلام دشمن طاقتوں کو شہادت کا موقع اور شریعت کے احکام کے انکار میں خوب نفع سنی اقلیت کے مسائل کی روایت نہیں کی جس کی وجہ سے شیعوں سے ٹکرائی صورت پیدا ہوئی اس کی وجہ سے اتحاد کی وہ شکل ملک میں باقی نہ رہ سکی جو تحریک کے زمانہ میں نظر آتی تھی۔

غیر کی انتخاب کی کوششیں کی گئیں اور اسلامی حکومت کی ایسی کی وجہ سے حکومت کا کئی بعض مصلحتوں میں کام اور جواز خارج کیا گیا اور بعض مصلحتوں میں ایک شیخ حسن بن علی اور امام حسن علی قزوینی کی ایک آواز سے وہ باتیں کہہ کر ان کو باجماعی طور پر نکال دیں یہ کہہ کر کہ کیا یہ ہم پر یہ ادوی کی وجہ سے حکومت قائم کرنے کی ایک باوجود حکومت کے خلاف جتنے تک ممکن ہے۔

یہ ایسی باتیں کہیں ان کے خلاف بھی جو پذیر کرتے ہو حقیقت میں حکومت اسلام کا مقصد اصلی ہے۔ اس بات کے حالات میں پورے طور پر مستقر پیدا نہیں ہوا تھا کہ فتنہ کو چھوڑیں عراق نے اس پر حکم دیا اور ان کی داخلی حالات پہلے سے کمزور ہو چکی تھی اس حملے کے نتیجے میں کوئی بھی طرح سے متاثر کیا بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس غلطی سے کہ وہ کہیں تک نہیں آئے ہو سکے گا اور دنیا کے سیاسی و اخلاقی نقشہ میں اپنا وہ مخصوص کردار ادا کر سکے گا جس کے لئے اس نے اس ذریعہ سے قربانی دی۔

یہ وہ طرح کی تحریک ہے کہ کوئی ترمیم دینے نہیں آتی ہے۔

[illegible]

۱۔ یہ میری رائے ہے کہ اگرچہ یہ ایک نیا اور بہتر طریقہ ہے مگر اس کے
 لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 یہ اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 یہ اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 یہ اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 یہ اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے

۱۔ عزیز صحت کا یار ہے اور اسلام میں حق کے نام کے ساتھ کسی کو قتل کرنا حرام ہے اور اگر کسی نے

شامت تیرہی کے ساتھ چھوٹی ہے جس نے اس ملک کے نوٹے فیصدی آبادی کے مذہب (اسلام) کے لئے خطرات پیدا کر دیئے ہیں۔

نئے آزاد اسلامی ممالک مغرب زدگی کے راستہ پر

وہ مشرقی ملک جو ابھی حال میں آزاد ہوئے ہیں، تہجد اور مغرب زدگی کے اسی راستہ پر گامزن ہیں جس پر ترکی کال (آزادک) کی قیادت میں نیشنل قہدیا کو چکا ہے۔ ایسا نظر آتا ہے کہ جیسے ہی سب ممالکوں اور یونینوں نے مغرب کے فکری فلسفہ کو اپنے سامنے اقتضاری سیاسی اور ثقافتی پہلوؤں کے ساتھ تیز اس کی بات پر متاثر ہو سیتا اپنے اپنے اسلامی ملک میں نافذ کرنے کا عزم مصمم کر لیا ہے، وہ اس اسلامی مرکز کے ساتھ جس کی جو یہ اور شاخیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں اور اس کے اجتماعی طبع اور ثقافتی ڈھانچے کے ساتھ جس سے بہت فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا، اور ملک قوم کے خاد میں اس سے بیش قیمت مدد مل جاسکتی تھی) مستقل طور پر برسرِ یکراہ اور ان سوئی اور دھانی قوتوں کے ساتھ جو زبردست قربانیوں، سچی شہیدوں کی بے لوث اور بے نظیر خلاص کی بدولت اس امت کے افراد اور اس نسل کے دلوں میں داستان اور دل نشین ہو چکی ہیں) برسرِ جنگ مریا وہ اپنے طرز عمل، نظام تعلیم و تربیت اور اطلاعات کے ذریعہ قوم کی اس قوت ایمانی اور جذبہ دینی کو بار بار کمزور کرتے چلے جا رہے ہیں جو مذکورہ خادوں اور فکریوں سے جس کا نکلتا ہے اور زیرِ پوش اور دلالانگیر تقریروں سے پیدا ہوتا ہے اس کو صرف انبیاء کی تاثیر و صحبت ان کی طاقتور شخصیت اور اسی طرز و نمونہ کے اہلِ خلاص اور اہلِ دھوت کا جدوجہد پیدا کر سکتی ہے اگر خدا نخواستہ انسانی دلوں میں اس کا سوتا خشک ہو جائے تو اس خلو کو کوئی قومی شعور یا سیاسی بیداری اور علم و ثقافت کی ترقی پر نہیں کر سکتی اس

قوت ایمانی نے گذشتہ عہد ہی بھی غیر معمولی کارنامے انجام دیے ہیں چنانچہ انسانی صدیوں سے انگشت بدندان ہے اور اس کے اندر آج بھی وہی خارق عادت طاقت اور اعجاز پوشیدہ ہے اسی قوت ایمانی جذبہ قربانی اور شوق شہادت کی مدد سے سویرکا معرکہ لڑ گیا انجمن انارکلیوں آسام اور طولی جنگ لڑی گئی اور دس ہزار انسانوں کی قربانی سے راجہ جہاد کے جذبہ سے سرشار تھے ملک کی آزادی اور عزت خریدی گئی۔

یہ تاریخ کا عجیب الیہ اور سیاست کی عجیب ختم ظرفی ہے کہ کسی ملک میں جہت تک آزادی کا معرکہ پیش نہ آئے اور غیر ملکی اقتدار سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان لوگوں کی قربانیوں، سرفروشی اور جوش و خروش کی ضرورت ہوتی ہے جو خدا کی رضا اور ہی بھر دلوں اور اسلام کی سرحد کی کسی مقصد سے پس نہیں دیکھتے مذہب کی زبان کے کسی زبان سے تشا نہیں جوتے اور مذہبی نعروں کے بغیر ان کے خون میں لگی اور ان کے دلوں میں نشیب نہیں کیا جاسکتا تو جنگ آزادی کے رہتا اس زبان کے سوا اپنے حوام کے کسی اور زبان میں گفتگو نہیں کرتے وہ مذہبی نعروں کی کڑی اور دھڑکے ہم کی بلندی اسلام کی سرحدی اور دھڑکے احکام کے جہاد کا پیر ہے کہ ان کو آگ سے بچنے اور خاک خون میں نہ گرنے کی دعوت دیتے ہیں اور اس ایمانی طاقت سے ان کے مقابلہ میں کم سلطان اقوام میں کوئی طاقت نہیں پائی جاتی آزادی کا تعلق نہ کرتے ہیں اور ناقابل خیر و حسن کو سرگرمی پر مجبور کرتے ہیں لیکن جیسے یہ ناگزیر منزل طے ہوتی ہے اور ملک کا اقتدار داخلی اور خارجی سیاسی رہنماؤں کی زبان میں ملک و قوم کی قسمت ان کے ہاتھ میں آجاتی ہے وہ ملک کو مغربیت اور نافذ سیاست (سیکولارزم) کے راستے پر ڈال دیتے ہیں اور ملک سے جلد مذہب اور معاشرہ کی اصلاح اسلامی قانون (چرچل) کی نیچا دے دیتے ہیں اور ملک کو مغرب کے سانچہ میں

ڈھالنے کا سنہری کام شروع کر دیتے ہیں اور اس میں اتنی جلدت و شدت سے کام لیتے ہیں کہ بعض اوقات وہ لوگ جنہوں نے بے دریغ قربانیاں دی تھیں یہ سوچنے لگتے ہیں کہ انہوں نے شاید غلطی کی اور ملک کی آزادی اسلامی زندگی اور مذہبی آزادی کے حق پر ضحید ہونے کے بجائے سحر ثابت ہوئی۔ ۱۹۵۵ء کے ترکہ سے لے کر ۱۹۵۹ء کے انجمن ترکہ تک یہ ایک مسلسل داستان ہے جس میں کوئی استقامت نظر نہیں آتا اور عرب ملک بھی پورے عز و دار وادہ اور جوش و خروش کے ساتھ اسی ترکہ کے نقش قدم پر چل رہا ہے جس کے اقتدار کے خلاف انہوں نے کسی بغاوت کی تھی اور جس کی سیاست سے وہ ملک بھی بڑے سزاوار نظر آتے ہیں۔

تونس

ان آزاد ہونے والے عرب ملک میں سب سے پہلے تونس کا نام آتا ہے جس نے ۱۹۵۶ء میں آزادی اور حکومت خود اختیاری حاصل کی اس کے پہلے صدر الحبيب بورقيبة نے اپنے پر جوش سلطان عرب ملک تونس میں پوری بنیدگی کے ساتھ کئی اصلاحات و تجدید کے سلسلہ کا آغاز کیا ان کے بیانات و صحافتات جو وقتاً فوقتاً اخباروں میں آتے رہتے ہیں صاف بتاتے ہیں کہ وہ اپنے ملک کو تدریجی طور پر ترکہ کے راستہ پر لے جانا چاہتے ہیں اور اپنی فرانسیسی تربیت و ثقافت کے مطابق جدید تونس کی تشکیل کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک ایسے مقام فرانسیسی اخبار کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس کا اس کے انکار ہے کہ جدید تونس لادریست کے رخ پر جا رہا ہے۔

پیرس کا مشہور اخبار (Le monde) ۲۹ جنوری ۱۹۵۶ء کے شمارے میں آزادی تونس تیسرے سال کے روزانہ پرش کے عنوان کے ماتحت لکھا ہے۔

معاہدہ فطوریہ میں مسلم کو ترک کرنا چاہتے ہیں ایک سو بار جنوری مغربی نسل اور
 دنیاویات کے درمیان طاقت پر کیا گیا کہ کوشش کرتے ہیں اور اکثر ثابت کرتے
 گئے کوشش کرتے ہیں کہ اگرچہ اس کی اصولات عقلی طور پر قرآنی حید کی خصوص کی پابند
 نہیں ہیں لیکن وہ ان کے روح کی مثال بھی نہیں ہیں اس لیے کہنا صحیح ہوگا کہ تونس کا
 جدید روح کو ان ملک کے مقابلہ میں عصری ملک سے قریب تر ہے جس میں طرح صہرے نہایت دور کو
 بالہ رکھا اسی طرح برقریب سے تونس کے دورہ اعظم حاج زیتون کی مخالفت میں عقائد
 برقی لیکن دورہ سال سے اس کے دائرہ اثر اور اس کے کاسوں کو محدود کرتے چلے ہمارے
 ہیں اور اس پھر کہ ہے یہ کہ اس کو محض ایک ایسے کا لکھی شکل میں اپنی رکھیں
 جو تونس میں زندگی کے تحت انبیاء کی تعلیم کے ساتھ مخصوص ہے۔

پروفیسر جوزف شاخت (J. Schacht) نے بھی اپنے ایک جدید مقالہ جدید اسلامی
 قانون سازی کے سائل میں تونس کی اس ترقی پسندی اور عقیدہ کے یہاں پیش قدمی کا
 بہت صحت طریقہ سے اظہار کیا ہے اور لکھتے ہیں:-

”تونس کا تونس نے مشرق کے قانون کو منظور کیا ہے نہ کہ اپنی کون کون سی اسلامی
 ثابت کر دیا ہے اسلامی قانونی جہت پسندی کا منہ کی صورت کو کام مغربی سے پہلے
 اور اب ہمارے غم گئے اور ان کی آمد میں کو حکومت کا ملک تو دوسرا گیا یہاں تک کہ
 اہمیت کے اعتبار سے شام اور مصر کے اوقات کے خاتمے سے کہیں بڑھ کر تھوڑے
 ایک سال قبل کے عصری قانون کی پیروی کرتے تھے جسے محاکم شرعیہ کے ان احکامات کے
 جس کے تحت دورہ اسلامی قانون کا اظہار کیا کرتے تھے مطلب کہ یہاں تک

تیسرے تہوں کے لئے احکامِ شخصی (Personal Law) کو ایک نیا قانون بنانا

• پہلا مسئلہ (FUNDAMENTAL QUESTION) :

مشکوٰۃ کے تذکرہ گیارہ گروہ تہوں کا وزارتِ اعلیٰ نے کیا فیصلہ کیا ہے اس
 مسئلہ کا جواب کیا ہے کہ اس قانون کو اسلامی قانون کے اعلیٰ درجہ کے امر میں غلطی کی
 کا خطرہ ہے یا نہیں؟ اس قانون نے بعض ایسے اصول کو قبول کیا ہے جو
 فطرت کے اعتبار سے — خاص طور پر اسلام و احکام کے اعتبار سے
 درست نہ ہو اور یہ کہ یہ قانون فوری سہلی میں تہوں میں غلطی کی
 دونوں تہوں میں سے کسی ایک سے غلطی ہو جائے یا تمام کو روکا جائے
 اور اسے روکا جائے اسلامی قانون کو یہ قرار دینا اور یہ کہ یہ روکا جائے
 قانون میں کسی ایک بدلہ ہوئی شکل ہے، لیکن جس تہوں کے تحت اسے اعلیٰ درجہ کے
 عمل میں اس کا تعلق تہوں سے نظامِ قانون کے تحت کیا قانونی مسائل ہیں
 یہ اس کوئی کھل کر غلطی کا لگانا ہے اس میں سے چارے ہیں یہ اس کوئی کھل کر
 دونوں تہوں میں سے غلطی کا لگانا ہے اس میں سے چارے ہیں یہ اس کوئی کھل کر
 (Personal Law) کے بارے میں یہ کہ یہ مسئلہ ہے یا یہ ہے کہ
 کوئی ایک اصول قانونی وراثت سے متعلق ہے اس نے اسلامی قانون وراثت کو ترک
 تہوں کے بعد تہوں کو یہ کہ یہ مسئلہ ہے یا یہ ہے کہ یہ مسئلہ ہے یا یہ ہے کہ
 کے تحت اس کو یہ قانون وراثت میں بھی غلطی ہو سکتی ہے، لیکن اس کا
 عمل کے قوانین کو یہ کہ یہ مسئلہ ہے یا یہ ہے کہ یہ مسئلہ ہے یا یہ ہے کہ
 طور پر مسئلہ وراثت کو منسوخ قرار دے گا اسے ایک نیا قانون فہرستِ جرم

قرارداد ہو گیا، لیکن اب فریقین کو جتان دیئے جاتا ہے، مطلق صورت عدالت کے ذریعہ جو ممکن ہے اور وہ بھی صورت ہی میں مسئلوں میں (۱) ان فریقین میں سے کوئی ایک شرائط کی بنا پر مطلق کہہ دیا جاتا ہے کہ اس میں سے کوئی ایک فریق خواہست فریق مطلق پر باہم جتان ہو (راج) صورت ایک فریق مطلق کہہ دیا جاتا ہے اس صورت میں گاہ دو قسم تھیں کہ گاہ ہر جانب کے طور پر وہ فریق دو طرح کواداکہ گاہ اس طرح نہ صورت یکہ نہ وجیت اور مطلق کہہ دیا میں میں ہی اصولی طور پر شوہر کی ہمسری نہادی گئی بلکہ ضمنی طور پر لکیت کے ہی معاملات کے بارے میں بھی جو مطلق کا نتیجہ ہوتے ہیں یہ تو جمیع افریقاس ہے کہ تو نسلی قانون کا سہارا لے کر دلوں کو خدا بخشن کے خیالات کا علم ہوا تو گاہ تاہم اس میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ تو نسلی گٹا اس طرح کے خیالات سے متاثر ہے تو نسلی کے درباب میں (۲) خدا کچھ بھی اعلان کرے ان کا منکر شخصوں قانون اگر مروجہ نہیں ہو یہ دیکھا جاتا ہے کہ نسلی و نسلی قانون سے انہی عقلیت ہے جتنا ان کا سکوروں کو اور دینی قانون (۳) :

تو نسلی صدد کے اقتادات و بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ثقافتی سفر جو ان انکار کے ہر گز ہے جن کی تحقیق مغربی تہذیب کے راسی اور کئی مشنری اور سوشل سائنس کرتے رہتے ہیں) جاری رہے گا اور وہ اس نسا کا تک پہنچے گا اب وہ اس مرحلے میں پہنچا جہاں اشاروں اور کنایوں کے حدود ختم ہو جاتے ہیں چنانچہ اب انہوں نے بے خوف و خطر اپنے انکار کو ظاہر کرنا اور جہالت سے کام لینا شروع کر دیا ہے اس بات کی شہادت ان کے

لے مضمون پر غیر بیانیہ (SOCIETY) (PROBLEMS OF MODERN ISLAMIC —

(PUBLICATION) — مضمون پر بیانیہ (SOCIETY) (PROBLEMS OF MODERN ISLAMIC —

و دیانت میں جنہوں نے عالم اسلام میں ایک ہنگامہ پیدا کر دیا ہے ایک بیان انھوں نے
 یونیس میں اربعہ خطبات میں مستند ہونے والی عالمی شخصیات کافرنس کے مدین ورنیج کے
 کے شعبے میں دیا تھا جسے یونیس (انجرائٹ) کی ان فرقوں کو حذف کر کے شائع کیا تھا جس کا
 اسلام اور ذات نبوی پر شدید حملے تھے) اور جنہیں سرکاری مجلات نے بھی حذف کر دیا
 تھا، لبنان سے نکلنے والے ہفت روزہ "انتھاب" نے ساتویں سال کے پہلے شمارے میں جو
 ۱۵ ارب ۷۰ کروڑ روپے میں نکلا تھا یہ فرقے شائع کئے تھے۔

(۱) قرآن میں آیت ہے جسے عقل میں قبول کرتے ہیں وہ ایک جگہ کہتا ہے: "وہی
 یسبحون اللہ کتب اللہ انہم لا یعلمون" اور دوسری جگہ کہتا ہے: "ان اللہ لا یغیب عنہ شیء"
 حق پرستوں کا ہندسہ ہے

(۲) یہ نیز ہر ایک سال انسان تھے جو صحت عرب میں کثرت سے سرگرم رہتے
 اور اسی اوقات فراغت سنتے رہتے تھے پھر انھوں نے خلافت کو قرآن میں نقل
 کر دیا جیسے حضرت علی کا قصہ ہے عقل یا سچ کی تحقیق کے بعد رائے پر تیار نہیں
 اور جیسے اصحاب کعبہ کا قصہ ہے۔

لے متعدد صوفیہ جماعتوں میں آغوا ہوا ہے وہ انور انبان سے ان کی واقعیت پر غور کر
 ان کا علم (فرس میں پڑھا ہے) زبان کے قرآن اور اس کا تفسیر کے عدم مطالعہ کا نتیجہ ہے اگر انھوں نے
 اس طرح کے امور کو عالم اسلام میں ہم کیا ہیں تو یہ سراسر بے ہوشی ہے۔ علماء دین میں مسلک اور اقلیت
 اس گہری اختلاف کے خلاف کیا ہے جو دینی مادی کے صفت اخیر کے تعلیم پر مبنی ہے اور ہے جس میں تاریخی
 بحثوں نے بہت زیادہ فرقہ پرستی پیدا کیا ہے اور جس میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کا جو دین ہے اس سے
 بہرہ ور ہونے والا ہے کہ وہ دین قرآن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سمیت تحریر ہے اس کی تائید نہیں کر سکتے۔

(۳) مسلمانوں نے غیر غلام کسی مسیحی کو یا کسی کھوکھلے اور مسلمان شریعت کے تحت
 اور کسی کا مطلب ہے کہ شہر اور یہ مسلمان ہیں تاہم جو کو خدا کا بندہ ہے کہ اوستا
 یہ بعد کے بیانات تھے جنہیں اسلامی جریڈنگ نے نقل کیا ہے اور جنہیں مسکائی جریڈنگ
 نے تصدیق کر دیا ہے لیکن تو یہی جریڈنگ اسباب نے جو یہاں اشتراک ہے اور جسے مسکائی نے مزید
 بھی حاصل ہے اور بھی بعد کو بڑی نہیں قرار دیتا اور ان کے ٹکری یا تحریک کو کم رکھا تا
 ہے ہم اسے صرفاً حرفاً نقل کرتے ہیں۔

”یہاں کہ اور چیزیں ہیں جیسے صاف سے دیکھ چکے ہیں اور یہاں گیارہ سالوں کا
 وہاں تھا کہ بعد سے مجھ سے مل گیا پھر یہ کہ کچھ غلطیوں پر یہاں سے تھا کہ مسکائی
 (C. 1000) اس میں مسکائی کے وسط کا مشہور فرامینس اور یہاں تاہم جس نے
 مرتبہ انکشاف کیا کہ ان میں یہ لایا گیا کہ یہ ایک وقت سے بالکل غلط ہو گیا جنہیں انھوں
 میں سے چوبیس سال کی لڑکی کا یہاں تھا صاحب کوہن کا تصدیق ہے جو مسکائی کے
 رہے پھر ان میں مذکور ہو چکا۔“

ہم ان بیانات پر یہاں کوئی تبصرو نہیں کرنا چاہتے اس لئے کہ بعد از قیاس کوئی
 قابل ذکر علمی مقام نہیں رکھتے اور ان بیانات کے پیچھے کوئی فکر و مطالعہ نہیں ہے البتہ اس
 جو نتیجہ نکلتا ہے وہ ہے کہ بعد از قیاس اس کہتری اور ذہنی غلامی کا انکار یہاں انھوں نے

یہ مسکائی انھیں کہہ رہے ہیں کہ یہ صحت پر یہ جنہیں یہ کہانی کے ٹکڑے ہیں اور یہ
 بھلا مسکائی کہہ رہے ہیں کہ مسکائی کے بعد جانے کے یا جنھوں نے صاف میں صاف یہ کہہ دیا کہ انہیں یہ کہہ
 کہ یہی انھیں ہے اور ان کے ان کے کہہ دیا کہ ان کے کہہ دیا کہ ان کے کہہ دیا کہ ان کے کہہ دیا کہ
 وہاں کہہ دیا ہے۔ یہاں اصحاب نے یہاں۔ یہاں اور یہاں۔

کسی اسلامی علم کی تحصیل میں عربی نہیں کی جس میں بہادت پید کیا جاسکتی تھی اور عربی کو سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ جو شخص اس قسم کے اسلام دشمن خیالات رکھتا ہے وہ دراصل اسلام میں اتنا بھی رہ سکتا ہے یا نہیں اور کیا اسے ایک اسلامی اکثریت کے ملک پر حکمرانی کا حق حاصل ہے؟

صمد کے ان تحریرات نے دنیا کے اسلامی اور دینی حلقوں میں جو شدید رد عمل پیدا کیا وہ اس سوال کا بہترین جواب تھا۔ مذکورہ باتیں اعتراضات کے علاوہ جو صمد کے بیان میں ہیں ان کے ان افکار سے جو حیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلامیہ اور طریقہ اپنے عبادت کے تعلق پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صمد و صومند صرف یہ کہ اسلام کے اصولوں و بہادری اور شریعت کے حقوق نہیں بلکہ وہ مسلمانانِ تہذیب کو بھی اس طرف لے جانا چاہتے ہیں اور ان کے دلوں پر بھی دینی عقائد و عقائد کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر دینا چاہتے ہیں اس امر سے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ تہذیب کو جس طرح چاہ رہے ہیں نے ان خلدوں جیسا بلند پایہ اسلامی مفکر و دانشور اور عالم پیدا کیا تھا اور جس کی خاک سے صمد و صومند نے فقہ اور مشائخ کا دایہ و اشر پیدا ہونے ہم جانتے ہیں کہ صمد و صومند کے بیان پر وہ ان کے اسلامی عقائد میں شدید رد عمل نہ ہونے کے بعد تہذیب کو ایک مغربی نمونے کا ملک بنانے کا خطرہ اور ڈر ہو گیا ہے۔

لے اتفاق سے اس زمانہ میں جو اس میں خود اور اپنے عقائد کی اصلاح کریں گے وہ اس طرح ہوا کہ اس میں ایک نیا دور کی کھوپڑی اپنی نظم و حد و شک و شک کے سر پر پہنچے تھے۔ دہم صومند بھی اس کا کہہ سکتے ہیں کہ وہ دور تھا اس دور میں ایک غلط فہمیت میں ان پر بات کا ہوا تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ان پر اپنی سخت پروردگار کا خدا کی ہر ایک بات کے ذریعہ صومند پر یہ کوہا کے اس خدا و خدا کے اعلان کی گئی اس میں یہ اشارہ موجود تھا کہ ایسے خیالات کا حامل ہونا اسلام سے غلط ہے اور جاتا ہے۔

اور اس کی کوششیں بدتر ہو گئی ہیں۔

انجراٹر

۳ جولائی ۱۹۶۷ء کو لاکھوں مجاہدین کے بے مثال قربانی کے نتیجے میں فرانسیسی اقتدار ختم ہوا اور انجراٹر فریضی محاذ آزادی کے یٹھوں کے محاذ پر لگایا، فرجیت عباس اور انجراٹر کی قیادت میں لاکھوں حکومت قائم ہوئی جس نے بن خدہ کی جلاوطن حکومت کی جگہ لے لی۔

۴ ستمبر ۱۹۶۷ء کو رائے شماری کو آئی گئی اور بن بلا محاذی جمہوریہ انجراٹر کے باقاعدہ صدر منتخب ہوئے۔ ۵ ستمبر بن بلا محاذی جمہوریت امر کے دوستوں اور ان کے ہم خیالوں میں سے تھے ان کے انتخاب میں جمال عبدالناصر کے اثرات بھی محسوس و مددگار ثابت ہوئے تھے۔ ان کے اختیار میں آنے سے انجراٹر نے اشتراک راستہ اختیار کیا اور انھوں نے جمال عبدالناصر کی طرح دینی ذہن کو محدود اور حکومت سے دور رکھنے کی کوشش کی اور کیونسٹ ملک سے تعلقات بڑھائے۔

انجراٹر کی جنگ آزادی چند ہی عرصہ پہلے شروع ہوئی اور شہادت اور غیرت اسلامی کی بنیاد پر لڑی گئی تھی جس میں قربانی اور جہاں نشاری کے ایسے واقعات نمودار ہوئے ہیں جو جس کی مثال گذشتہ چند صدیوں میں نہیں ملتی، لیکن آزادی ملنے کے بعد یہاں قیادت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آئی جن کی تربیت دینی ورگاہوں اور روحانی تربیت کے مراکز کے بجائے فرانسیسی فوج کی تربیت گاہوں اور فرانس کے تعلیمی اداروں میں ہوئی تھی ان میں کئی ایسے ایڈریس تھے جن کے لئے عربی زبان، اٹلی زبان کی طرح تھی اور وہ صرف تک

نے انجراٹر کی تحریک آزادی میں حصہ لیا اور ان کا خیر ہوئے۔ (الاصلاح انجراٹر)

میں نے یہ فیصلہ اسلامی اہل میں رہنما کے درجے سے ذہنی طور پر اسلام کی اخلاقی تعلیم کے
آشنا تھے انھوں نے اس جذبہ سے ملک کی تعمیر میں مدد دی اور ملک کی تعمیر خیر بنا ہی
فیصلہ دیا کرتے تھے کہ کوشش کی ہے۔

اس صورت حال کا اندازہ جس کے خلاف انگریزوں کی سلاخی روج اور شہیدوں کا خون احتجاج کر رہا ہے علماء انگریز کے ایک بیان سے ہو گا جو کہ کثرت کے ایک یہودی اخبار (Jewish Observer) کی وساطت سے پہنچا ہے اخبار مذکور اپنی سرگت مستشرقین کی اشاعت میں انگریزوں کے ہر چھکار کے حوالے کرتا ہے۔

۱۰ اجمرد اور کے قریب دنیاؤں نے اعلان کیا ہے کہ مسلمہ سرکاری زبانوں کو اجمرد اور
میں اور قریب حاصل ہوگا۔ انھوں نے اپنے ایک بیان میں بیان توں بہت دنیاؤں پر
شعبہ امتزاج کیا ہے۔ چونکہ وہاں کے طالبان ایک جدید اشتراکی اور قریب حکومت کے
مافیہ میں ہیں۔ مذہب کو حکومت کے معاملات میں دخل دینے کی اجازت نہ ہوگا۔
ان کے سر بیان میں بیان اور قریب کیا گیا ہے کہ اجمرد اور کے جنگ اپنے خیریتوں
کے ساتھ یہ زمانہ اور خیانت کا ایک کتاب کے گیسو میں جنگیں کام آئے اور اپنے
اس تہذیبی اقتصاد میں کھل طور پر کام لگھیں جائیں گی۔ اگر وہ حکومت کا سرکاری
مذہب اور سرکاری زبان کو ملک کے سرکاری زبان قرار دے دیا گیا۔

[illegible]

جنگ جند کا سہارا یہاں واضح طریق پر بات کا تصریح کرنا تھا کہ اگرچہ
 کھانے والے آئیں یہ ایک خزانہ ہے کہ آواز کے ہونے اور فرانسیسی زبان اور عربی
 زبان دونوں حکومت کی سرکاری زبانیں ہوں گی اور یہ کہ ملک کے نامحدود ہونے کے
 حصول پر حاکم و شہر کو حق ہوں گے ملک کے دستور کا حاکم بنائیں گے نشست
 کوئی مرتب ہو کر کچھ اور بھی انٹرنیشنل اور سیاسی دنیاؤں کی گفتگو کی وجہ سے
 اس تادیب کو بھی منقذ ہو سکی۔

اب دہرہ کے علماء فرانسیسی اقتدار کے خاتمہ کے بعد پہلی مرتبہ اپنے کھلم کھلے
 بیان کے ذریعہ اعلان کرتے ہیں کہ آواز اور ملک کی سیاست کی ادنیٰ تعلق اگرچہ
 کے منقلب کی غایت نہیں ہو سکتی انھوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ ہرگز اور قوم
 اپنا کیا انفرادی وجود رکھتی ہے اگر یہ سب ہوتا تو دنیا کی قومیں ایک دوسرے سے اس
 غلط فہمی میں جھپٹیں جیسے پانی میں بچھلیاں اور اگر انہیں اور فرانسیسیوں اور
 روسیوں میں کوئی فرق نہ رہتا اگر وہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ کھلم کھلا
 میں ہر قوم اپنی دست بن جائے ہم اس پوری صورت حال سے اختلاف رکھتے ہیں
 ہم اگرچہ انہی میں ہمارے ایک مخصوص آزاد وطنی شخصیت ہے اور یہ ہمارے منسوب
 اسلام ہمارے زبان و ادب اور تاریخ کا تعلق فیصلہ ہے۔

علاء کے اس بیان میں اسلام کو حکومت سے علیحدہ کرنے کی کوشش کو قطعاً
 مقاصد ندرت ہی خود اس بات کے گہرے اسلام پر حلاوت پوری اگرچہ انہی
 قوم کی توہین کے باعث قرار دیا گیا ہے۔

مشرق میں فوجی انقلاب کے بعد عوامی بومدین اقتدار میں آئے اور احمدیوں کا
تبد کر دیئے گئے۔ بومدین بن جانے کے مقابلہ میں سیاسی ذہن سے زیادہ انتظامی ذہن رکھتے
تھے اس لئے انھوں نے تعلیم اور عری زبان کی اشاعت کی طرف توجہ کی اور ملک کی
تعمیر نو کے لئے اسکیم بنائی جس کے مقابلہ میں انھوں نے عموماً بازی سے گریز کیا اور ملک کی
سیاسی اور اجتماعی تنظیم کی طرف توجہ ہوئے لیکن وہ اپنے خاص مزارع اور اجراءات کے
مقامی مسائل کی پیچیدگی کی وجہ سے عالم اسلام کے مسائل سے زیادہ پرہیز نہ کر سکے،
اس کی وجہ سے اجراءات جو دوسرے ملکوں کے لئے سرفروشی اور تجارتی اور دینی غیر
وحیت میں شامل اور نہ نہاں کر سکتا تھا، اپنا رول ادا کرنے سے قاصر ہوا۔

اجراءات میں جو سیاسی تنظیم قائم کی گئی اس نے اشتراکیت کو بیت اور اسلام کا
شعار اختیار کیا لیکن اس سلسلہ میں سیاسی تنظیم کے قائلین کی توجہ اشتراکیت کے نفاذ
کی طرف زیادہ رہی اشتراکیت کو اختیار کرنے اور اس کو ترجیح دینے کی وجہ سے اجراءات
میں وہی فکر، تضاد اور کشمکش پیدا ہو گئی جو دوسرے اسلامی اشتراکی ملکوں میں پائی
جاتی ہے اشتراکی فکر کی بنیاد پر اجراءات نے عرب مشرق کے ان ممالک سے زیادہ تعلقاً
اور روابط قائم کئے جو اشتراکی ذہن کے تھے اور اشتراکی فکر کی وجہ سے مذہبی اداروں
اور احیاء اسلام کے لئے کوشاں جماعتوں سے متصادم تھے۔

اجراءات میں انتظامیہ اور تعلیم کے مراکز اور سیاسی تنظیم میں صرف ان لوگوں کو کام
کرنے کا موقع دیا گیا جو اشتراکی ذہن کے تھے اور راجہ بیچا مل نے جو صدر بومدین
کے انتقال بعد کچھ عرصہ تک قائم مقام صدر ہے، یہاں سیاسی تنظیم جو بہت حقیر
ظہور کے جلسہ میں مخالفی کے ساتھ یہاں ملان کیا۔

ملک میں اشتراک انصاف اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک ہم عربوں پر دلوں کا
 قابض نہ ہوں جو اشتراکیت پر پورا یقین رکھتے ہیں، صدمہ اس براطینان ظالم کی کہ
 اشتراکیت سے اتفاق نہ کئے والوں کو اثر اور لغو کے مواقع سے الگ کر دیا گیا ہے
 اور ان کی صفائی کر دی گئی ہے۔

نظام تعلیم میں جو قوم کی ذہنی سکون اور مستقبل کے لئے قوم کو رہنما فرما کر کے لئے
 اہم و اہم ہے تبدیلی کی گئی، شاق قوی کے بموجب متحدہ نظام تعلیم بنایا گیا، جس کی وجہ
 سے دینی تعلیم عصری تعلیم کے ساتھ ہو گئی، اس صورت حال سے جو نقصان پہنچا اس کا شکوہ
 اجماع کے منکر اور انشویہ شیخ احمد علی نے جو اسلامی کونسل کے صدر ہیں حزب جمہلہ تقریب
 الوطنی کے چوتھے اجلاس میں جس میں قائم مقام صندلی سید طاہر اور منتخب صندلی شافعی
 بن جہدہ شریک تھے اس طرح کیا۔

دینی تعلیم کا اہتمام انگریزوں نے دیکھا ہے، انگریزوں کی شرف حاصل ہے کہ حضرت
 عرب جمہلہ عرب نے اس نظام میں اس تعلیم کے لئے بھیجے، جمہلہ تلسان اور بجایہ میں
 ایسے مراکز تھے جہاں ایسے لوگ پڑھتے تھے ان میں سے جو علوم اور پختہ دینی
 مدارس تھیں، جمہلہ کے صدر بھی اپنا کام کرتے تھے اور ان کو تیار کرنے میں انھوں نے اہم و اہم
 اور کیا، لیکن شاق وطنی نے تعلیم کے لئے جو متحدہ نظام نافذ کیا ہے اس سے دینی تعلیم کے
 مراکز کو سخت نقصان پہنچا ہے، ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس نظام سے غیر دینی مدارس میں دینی تعلیم
 رائج ہوگی اور دینی تعلیم عام ہوگی مگر یہ نہیں اس کے برعکس ہوا؟

شیخ سمانی نے اس غلطی کا اظہار کیا کہ کچھ عرصہ کے بعد کتاب ساری میں پڑھنے والے
 طلبہ اعلیٰ تعلیم سے محروم ہو جائیں گے، نیز شیخوں میں دینی تعلیم کا جو اجماع بھی نظام ہے اور

دینی ذہن ہٹانے اور دینی علوم کی ترویج کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس نظام تعلیم سے جو لوگ تیار ہوں گے وہ دین اور اپنی ثقافت سے بیگانہ ہوں گے انھوں نے اس صورت حال کے مقابلہ کے لئے مطالبہ کیا کہ اسلامی تعلیم خزانہ جہاد، مساعیات اور اخلاق کو تسلیم کر ہر مرحلہ میں داخل کیا جائے، اسکول کالج اور یونیورسٹی کے ہر دور میں اسلامی علوم میں اختصاص کے لئے شعبے کھولے جائیں جس طرح دوسرے علوم میں اختصاص کے شعبے ہیں اور اس کے لئے بہت اخراجات کے وہ سائے وسائل اختیار کئے جائیں جو دوسرے علوم کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔

اسلامی یونیورسٹی اور اسلامیہ کالج قائم کئے جائیں ان کے لئے ایسے اساتذہ کا انتخاب کیا جائے جو اس کے اہل ہوں اور دینی شعور رکھتے ہوں۔
حکام قرآن کے لئے مکتب عام کئے جائیں اور خزانہ کی بہت اخراجات کی جائے۔
دارس مساجد کی دیکھ بھال اور ان کے اخراجات کے لئے چند جمع کرنے پر جو پابندی ہے وہ ختم کی جائے تاکہ یہ ادارے اپنے پیر پر کھڑے ہو سکیں۔
علماء اور دانشور کی دینی تربیت کا انتہام کیا جائے تاکہ باہر سے اساتذہ بلانے کی ضرورت نہ پڑے۔

ٹیبلوٹری اور ریڈیو اور وسائل اجلاخ میں دینی موضوعات اور تربیتی امور کے لئے وقت چڑھایا جائے اور ان پر دیگر کاموں کے لئے دیکھو اور تربیت یافتہ لوگ قرآن کئے جائیں۔

اسلامی تعلیمات کا احترام کیا جائے اور ان کا مذاق اڑانے والوں کے خلاف کارروائی کی جائے نظم اور قیود کے ایسے پروگرام منوع قزوقیئے جائیں جس سے اسلام

اور ضامنہ اشتر کی توہین ہوتی ہوگی۔

شیخ احمد مہدی کے مطالبات سے امتداد کیا جاسکتا ہے کہ ابجرا از تعلیمی، دینی اور اخلاقی لحاظ سے کس راستہ پر گامزن ہے اور نئے تعلیمی نظام نے جو مستقبل کے قائد تیار کرنے کا ضامن ہے اور وہ مسائل ابلاغ نے جو موجودہ نسل کی تربیت کر رہے ہیں ملک کے نئے کیا مسائل پیدا کر رہے ہیں اور مستقبل کے لئے کیا خطرات ہیں؟

اس کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ابجرا از کی قیادت اشتر اکیت کے نفاذ اور مددگی کے ہر شعبہ میں اس کی اجتماعی، اخلاقی اور فکری قدروں کے رولج میں کسی رہایت اور نرمی کی قائل نہیں اور اس کا اس کے لیڈر پوری صفائی سے اعلان کرتے رہے ہیں، اگرچہ وہ اس کے ساتھ اسلام کا بھی نام جیتے رہتے ہیں، اس سے ملک کی لیڈر شپ اور ملک کے عوام نیز سیاسی قیادت اور دینی قیادت کے درمیان فکری تضاد کو پیدا ہونا یقینی ہے۔

یہ آزاد ہونے والے عرب ممالک اور ان کے قوم پرست رہنماؤں نے فوجی اسلام سے اپنی وابستگی اور کسی کا انہماک بھی کرتے رہتے ہیں اور اس حقیقت سے ناواقف نہیں کہ اب بھی اسلام ان کے اور عوام کے درمیان جسے جو اور ساتھ ساتھ رابطہ ہے اور اس کا نام لئے بغیر وہ لاکھوں اور کروڑوں عوام کے دلوں پر حکومت نہیں کر سکتے، لیکن اسلام کا عہد ان کے ذہن میں ابھی موجود ہے بہت مختلف ہوتا ہے جو ابھی تک فیصلہ سازوں کے ذہن و عقیدہ میں چلا آ رہا ہے اس سے مراد ان کے نزدیک وہ اصلاح خدو (.....)

مذہب ہے جو مغربی تمدن اور مغربی انکار و انقلا کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکے اور ان کی

اصلاحی ادارہ ابجرا از کے بغیر ان کی جدید صورت حال پر جو اصلاح دینے والی کے علم ہے۔

قوم پرستی کا ساتھ دے سکے، نیز عقائد و اخلاقیات میں وحدتہ کران کی آئین سازی کا
 ان کے سیاسی مصالح و مسائل میں مزاحمت نہ ہو، اس طرح ایک لبنانی عرب جس کی یہ رائے
 اور تبصرہ کچھ زیادہ مبالغاً آمیز اور حقیقت سے دور نہیں جس کا اس نے امریکہ کے مشہور
 رسالہ (HARBINGER WORLD) میں حالی میں انکھار کیا ہے، فاکٹر سال ۱۹۷۱ء میں اپنے مضمون
 (NATIONALISM AND ISLAM) میں لکھا ہے:-

”اس مضمون کے لئے قومیت کے کال اتحاد اسلام سے پیدا کیا ہے، ایک عربی علم
 کو قومیت کے لئے اپنایا ہے، یہ وہ قدیم خشک اسلام جس پر اب کفر و بدعت کا طغیان
 جھینکا اس خط میں میں یہ اسلام کا سرور غفلت چھوٹا ہوا ہے، محمد مصطفیٰ علیہ السلام
 اور قرآن کے نام جنگ لڑتے جاتے ہیں مگر اس نے کہہ دیا اس جنگ کے لئے سید جواز با تھ
 انجائے جہاد، یہاں اختیار کرنا چاہیں عرب قومیت کو عوام میں مقبولیت اسی اٹھا
 سے لئے رہنے سے حاصل ہو تو ہے ایک حد تک یوں کہنے کا عرب قومیت ایک
 عرب قوم کی تشکیل کے لئے اسلام کے نام سے خوب نفع حاصل کر رہا ہے عرب
 قوم پرہد اسلامیت اور عربیت کو ماننے سے پوری حیثیت حاصل کر رہی ہے“

اشتراکیت اور اس کے حلیف

بھارت کے سابق صدر پر دینے سے معاشرہ عرب سربراہوں میں اشتراکیت و عقائد
 سیاسی اور میں نظریات دوسرے سے مشورہ کرنے کے سلسلے میں پیش پیش رہے ہیں اور جب مسئلہ

لے اسلامیت اور اسلام (HARBINGER WORLD) میں انکھار کیا ہے، فاکٹر سال ۱۹۷۱ء میں اپنے مضمون

اشتراکیت کو چھوڑ دیا اور اسلامیت کو ماننے سے پوری حیثیت حاصل کر رہی ہے“

کی جنگ میں دروں نے۔ ایسا وقت اختیار کیا جو شکست خوردہ عربوں کے لئے بالکل غلط
 موقع تھا اور اس کے نتیجے میں ان عرب ہاکھ میں ناکامی اور نامیدی کی ہر دوڑ لگ گئی جو
 اشتراکیت کی طرف خاصا میلان رکھتے تھے اور دروں کے غلام حدودی پرانی کا اختیار چرک
 ہونے لگا تو ایسے وقت میں حدودی بدھوں نے عرب ہاکھ اور عرب قوم میں دروں کے لئے
 نیلا ستارہ پیدا کرنے میں خاصا اہم ہول ڈا کیا تھا اور اسے نو تعلقات کو بحالی کرنے کے
 سلسلے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

اسی طرح ایشیا اور افریقہ کے بعض ممالک پر ترقی اور اشتراکیت کے دائروں نے
 داخل ہوئے تھے اسلانی شہزاد کو بدھ نے اور ان ممالک کو تیزی سے سیکولرزم اور اشتراکیت
 کی طرف لے جانے لگا جو باحصائی حدود پر اور اس سلسلے میں انھوں نے بعض تعلقات دنیا کا
 انسانی حقوق اور بنیادی جمہوری حقوق کو بھی پالی کر دیا اور کچھ سربراہوں کو بعض مغربی طاقت
 و بربریت سفاکی کا اظہار ہر جس کی نظیر دنیا کی مہذب دنیا میں ناقابل ہے چنانچہ جمہوریہ
 جنوبی افریقہ سے شہزادہ اسلامی کی بے ہوشی اعلیٰ ترین کی کو میں اور دین سے اختلافات کی
 اس خبر میں انیس جن سے ایک غلامانہ مذہبیت، جذباتی انتقام اور دین سے سخت عزائم کا
 اظہار ہوتا ہے۔

اسی طرح خبروں میں ان نفسیوں اور یوپی اخباروں نے یہ خبر شریک کر علماء کی ایک
 جماعت جس کا تعلق انکا تھی اصول میں اس لئے زبردہ جگہ دی گئی انھوں نے بعض
 سرکاری احکام کی مخالفت کی تھی جو قرآنی اصولوں اور اسلامی مسلمات سے ٹکراتے
 تھے جیسے ترکہ میں مرد و زن کی مساوات اور عورتوں کو حق طلاق دینا۔

۱۹۳۲ء میں ریڈی احمد الشریف نے دیرہ طویل میں وفات پائی۔

۱۹۴۹ء میں لیبیا کو مکمل آزادی ملنا اور یہی عہد لیبیا کی مسنونیت کے مسئلہ میں پہلے سربراہ مملکت منتخب ہونے پر متحدہ عربی کے صاحبزادہ احمد ام سوئی کے چچا زاد بھائی تھے۔

ملوکی شیخ کی روحانی تربیت اور دعوت و جہاد کے اثر سے لیبیا کے عوام پر دینی بھائی کا غلبہ ہوا ان کی دعوت کے نتیجے میں ایسی مستحکم دینی بنیاد پڑ گئی جس کو کوئی قیادت آسانی سے توڑ نہیں سکتی تھی اور یہی سبب ہے کہ لیبیا کے عوام شہرول کی دریافت کے باوجود مغرب کی مصیبت اور ترقی زندگی کے گہرے اثرات سے بڑی حد تک محفوظ رہے۔

۱۹۱۹ء میں پیدا ہونے والی اس فوجی انتھکاب ہوا کہ اس نے محمد قذافی نے جس کی عمر انتھکاب کے وقت ۱۱ برس تھی انتھکاب کو نسل کے صدر کی حیثیت سے ملک کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی۔
کرنل قذافی نے اپنی انتھکابی حکومت کی بنیاد عرب قومیت اور مغرب کی غلامی سے
کھینچ کر لڑی۔ یہ بھی بہرطانیہ اور امریکہ کے فوجی اڈوں کے ساتھ بے سندھ کئے اور مغرب کی ملک
کے امریکہ کی جگہ عرب ملکوں کے امریکہ کا تقریر کیا عربی زبان کی اشاعت اور ترقی کے لئے
احکام جاری کئے۔ عرب پر پابندی لگائی اور صحن شرعی صدر کا نفاذ کیا۔

برطانیہ اور اٹلی کے عہد حکومت میں عیسائیوں کے جہازات پیدا ہونے لگے تھے اور کئی قتلے
 لے کر کورس کرنے کے لیے عیسائی مشنریوں پر پابندی لگا لی۔ عیسائیوں کی فوجی طاقت کو قوت دینے
 کے لیے اقوام کے مابین (مسیحیوں و مسلمانوں) کے تعلیم کے کام کرنے کے لیے

۱۔ منوعہ میں انصاف سے یہ سب احکام شریعہ کے ناپا جانے کا ثبوت ملتا ہے کہ اگرچہ شخصیت نے تبادلات حاصل کر لئے مگر خاندان، معاشرہ، اسلامی (جائیداد) میں یکساں ہونے کا مفصل مشورہ دینا اور اس منوعہ میں

(۱۹۵۰ء) نیز کراچی منوعہ میں رد و لا اذ لم یفر فکر کا اضافہ کرنا چاہئے۔

تیس سال سے قائم کئے اور تعلیم اہل خانہ کے لئے شبیرہ مرکز رکھوئے۔

کرنل قذافی کے ان اسلامی انقلابات اور ابتدائی اہم دینی مقصدی رجحانات کی وجہ سے مغربی صحافت نے ان کی طرف خاص توجہ کی اور کئی بڑے بیلڈ کا ٹیٹ سے مغربی پریس نے بیشک ان شروع کیا اور ان کے ذریعہ اسلام کے احیاء کا پروپیگنڈہ اندویش سے شروع کیا گیا۔

تجیب کی بات ہے کہ یہ ایٹمیوں کے خلاف کرنل قذافی کی کلمہ دہائیوں بعد بعض مغربی ملکوں خاص طور پر برطانیہ اور امریکہ سے فوجی معاہدوں کی منسوخی کے باوجود مغربی پریس ایسٹ کے خلاف نفرت یا ناگوارى نہیں ظاہر کرتی اس کے برخلاف ان کا شخصیت کو نمایاں کرنے اور کسی مصلحتوں میں اس کی اہمیت کو بڑھانے میں مغربی پریس نے اہم بدلہ دیا کہ بعض مغربی کالم نویسوں نے انھیں اس جہد کا تحفہ تک تو دیا۔

کرنل قذافی بعض طبی وجوہ کی بنا پر شروع سے غیر متحرک رہے تاہم ابتدائی انقلابات کے ان کی وجہ سے پریس کی توجہ کا مرکز بنے۔ بچانے والے خیال کے مطابق اسلام کے احیاء کا غیر معمولی شوق اور اس کے طرز پر بننے کی فکر کی وجہ سے مختلف عالمی کانفرنسوں اور میسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ڈائلاگ (حوار) میں شرکت اور تقریریں سے رابطہ کی وجہ سے بیت جلدان کے انقلابی افکار کا دائرہ ریاست سے بہت گہری فکر میں انقلاب تک وسیع ہو گیا۔

سیاسی میدان میں جو انقلابات مختلف مصلحتوں پر ان سے ظاہر ہوئے انہی سے ان کے عدم اتہاد اور ذہنی اضطراب کا اندازہ ہوتا ہے۔ کاشکے میرا بیٹا، صبر و شام کے ساتھ تمام میں شریک ہوئے جسٹس میں صوبہ بیک کے درمیان مکمل اتحاد قائم ہوا اس کا مطالبہ خود قذافی کی طرف سے کیا گیا تھا۔

جمال عبدالناصر کے بارے میں کرنل قذافی کے خیالات کا اظہار اس وقت ہوا،

جب انہذا اساطات نے گزشتہ عہد کے بعض اقدامات اور تنظیموں کے خلاف کاروائی شروع کی، اور مصری پریس میں ناصر کے خلاف مضامین شائع ہوئے، اور ناصر کے بعض متحد علیہ اشخاص کو ہٹایا گیا، مصر قذافی نے اس وقت ناصر سے اپنے تعلق اور ان سے انتساب اور شاگردی کا اعلان کیا، آخری مصر اسرائیل جنگ کے دوران دونوں ملکوں میں سخت اختلاف رونما ہوا، مصر میں ناصر کے بعد اخوان پر سے پابندیوں میں نرمی کی گئی، اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت پر سے قیود کم ہوئے تو یہی اس اسلامی لٹریچر پر پابندیاں سخت کی گئیں، اسلامی مصنفین کی دعوتی کتابوں پر پابندیاں عائد کر دی گئیں۔

مصر اسرائیل جنگ کے بعد روس یہی تعلقات میں اضافہ ہوا اور مصر کی جگہ روس نے یہیہا کو مرکز بنالیا۔

کرنل قذافی کی فکر میں انقلابیت کا شروع سے غلبہ رہا، انھوں نے جو اقدامات کئے وہ انقلاب کی روح سے متاثر تھے، جہاں عہدانا مصر کے انتقال کے بعد سے خاص طور پر ان کو عالم عربی میں خلا محسوس ہوا، جس کو پر کرنے کے لئے انھوں نے صرف اپنے کو اہل پایا اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ برابر کوشاں رہے۔

کرنل قذافی نے شروع سے یہ اندازہ لگایا کہ یہ عہد اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا ہے اس لئے انھوں نے شروع سے اپنے کو اس نشاۃ ثانیہ کا قائد تصور کر لیا، لیکن انقلابی ذہن، تربیت و تسلیم کی کمی، مغربی افکار کے اثر سے جن کے سایہ میں ان کی پرورش ہوئی تھی، یہیہا کی دولت اور اس کی سیاسی، جغرافیائی اور اقتصادی اہمیت کے باعث اور بعد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی کی وجہ سے انھوں نے یہ تصور قائم کر لیا کہ

وہ اسلام جو کتاب و سنت سے ماخوذ ہے اس انقلابی جہد کا ساتھ نہیں دے سکتا۔
 اس لئے انھوں نے اسلام کو اپنے انقلابی ذہن کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش
 کی تاکہ اس سے وہ ایسے اسلام کا انیٹیشن تیار کر سکیں جو اس جہد کے پورے مغربی
 نظام کے ساتھ چل سکتا ہو اس انقلابی کوشش کی وجہ سے ان کو بعض مغربی مفکرین
 اس جہد کا نبی تک قرار دے دیا اور بعض انقلابی ذہن کے مسلمانوں نے مفکر مصر کا خطاب کیا۔
 کرنل قذافی نے بعض مغربی اقتدار جو سرمایہ دارانہ تھے اور بعض اشترکی اقتدار
 قبول کئے، زندگی کے صنعتی تصور کے غلبہ کی وجہ سے انھوں نے یہیاد کو صنعتی ملک بنانے
 کی کوشش میں غیر ملکوں کو کھلی چھوٹ دے دی جس کے نتیجے میں مذہب کی رعایت
 کے بغیر پیدا کی آبادی میں غیر ملکوں کا بڑا اضافہ ہوا اور اس سے یہیاد کی اجتماعی زندگی
 بری طرح متاثر ہوئی یہ ان کی مصلحت پسندی اور آمرانہ ذہن کا نتیجہ تھا۔

کرنل قذافی نے جہاں جہد انصر کے انتقال کے بعد اختلاف ملکوں میں انقلاب کا
 نظریہ عام کر کے اور وہاں قائم نظاموں کے خلاف جہانات کو انھیں پہنچانے
 کا کام اپنے ذریعہ انھوں نے سرمایہ داری اور اشترکیت مذہب اور مغربی تمدن
 اور افکار کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی اور کچھ ایسے اقتدار
 کئے اور بیانات دیئے جو اسلام کے تسلیم شدہ افکار و نظریات کے خلاف تھے،
 ان کے بیان کے مسلموں کو اسے کہ اسلام کو محض عبادت تک محدود کرنا چاہتے ہیں
 عبادت اور عام زندگی کے باہرے میں ان کا تصور تو اس کے عیب پر قیاس کے بعض
 افکار سے بہت قریب ہے جو مستشرقین کی طرف سے پیدا کئے ہوئے ٹکڑے و
 شبہات اور اعتراضات کا نتیجہ ہیں۔

جیب برقیب نے قرآن کریم کے بارے میں اپنے ٹکوک و شبہات کا اظہار کیا تھا اور نماز روزہ کے اوقات اور ضرورت پر اپنے مخصوص خیالات پیش کئے تھے جو امت اسلامیہ کے تسلیم شدہ فکر کے خلاف تھے۔ عمر قذافی نے اسلامی زندگی پر حکم کرنے کے لئے حدیث کا انتخاب کیا ان کی رائے میں جہاد کے طریقہ نظام تک حدیث کو محدود رکھنا چاہئے۔ باقی زندگی کے بارے میں احادیث کا انطباق اس زمانہ پر نہیں ہو سکا، عمر قذافی کا اس سے ظاہر ہی مقصد اسلام کو صرف جہاد تک محدود رکھنا ہے۔ جگہ حیثیت کی طرح اسلام زندگی سے منقطع ہو جائے۔ انھوں نے ایک مجلس میں علماء کے سامنے حدیث کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کیا جن پر اسلامی حلقوں نے سخت احتجاج کیا۔ ان کے خیالات صرف حدیث سے انکار کے مترادف ہی نہیں ہیں بلکہ امامت و ول سے انحراف کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اپنی گفتگو میں انھوں نے دعویٰ کیا کہ حدیث کی صحت ٹکوک ہے اس لئے کہ حدیث حدیث کے مہدی میں بقول ان کے کثرت سے جھوٹی حدیثیں حضور کی طرف منسوب کی گئیں، انھوں نے حدیث میں توازن بھی ثابت کر کے کہ کوشش کی جس طرح ان سے پہلے لوگ جیب برقیب نے قرآن میں توازن ثابت کر کے کہ کوشش کی تھی تیسری بات انھوں نے یہ کہ کثرت اقوال حضور کے بعد کے تصور کے مطابق ہیں اب حالات بدل گئے ہیں اس لئے دنیا کے معاملات میں ان اقوال کا انطباق نہ ہو گا۔ احمد رضا صاحب مدنی کتبہ کمالان کے نزدیک یہی مطلب ہے۔

عمر قذافی کا خیال ہے کہ حدیث پر اعمال کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں مشکل ہے کہ صحیح حدیث ہے یا وہ غلط اس لئے صرف قرآن پر انحصار کرنا چاہئے۔

مشرقِ قدانی سے علماء نے جب اس سلسلہ میں گفتگو کی تو انھوں نے اپنے خیالات پر اصرار کیا، بعض اخبارات کد پر لوں سے یہ بھی مسلم ہوتا ہے کہ انھوں نے علماء کو دھمکی دی کہ اگر ان کے اصطلاحی اقدامات کی راہ میں علماء کاوٹ ڈالیں گے تو وہ ان کے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جو مصطفیٰ اکمال نے علماء کے ساتھ کیا، اس گفتگو میں انھوں نے مصطفیٰ اکمال کی کارروائیوں کو حق بجانب بتایا، علماء کے ساتھ ان کی گفتگو سے ان کا مصطفیٰ اکمال سے تاثر اور معروضیت پوری طرح ظاہر ہوتی ہے، جمالِ بدایہ صحت شاگردی کا تعلق تو وہ اکثر ظاہر کرتے رہے، یہاں عبادات اور نظامِ حیات کے بارے میں عجیب اور خبیث سے اتفاق بھی پوشیدہ نہیں ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں اور وہ اسی درس کے شاگرد ہیں، انھوں نے اپنے افکار کی بی شکل میں جو اکثر بے باخضر کے ہم سے ملو، یہ ظاہر کئے ہیں، جس میں انھوں نے اجتماعی اور سیاسی امور پر ان کے افکار دیے۔

ایک مشہور عرب جہالت عربیہ تحریر کا ایک وفدِ مشرقِ قدانی سے ملا اور اس نے ان کے خیالات کی تصریح کی، گوشش کی اس کے علاوہ رابطہ عالم اسلامی کا ایک وفد بھی جس میں مختلف علمائے کبار کے نام سے تھے ان سے ملا اور ان سے اس سلسلہ میں گفتگو کی، لیکن ان کے خیالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

وفد سے قدانی نے کہا کہ سنت کو نواز دینا، مگر کہ اگر اہلک کے سلسلہ میں وہ تسلیم کرتے ہیں، البتہ دوسرے معاملات میں وہ صرف ان احادیث کو تسلیم کریں گے جو ان کے نزدیک صحیح ہوں گے، اہلک کے مطابق وفد نے ان سے احادیث کی صحت و ساقیت اور

یہ احادیث اس کے حدیث میں اس کا اور وہ بہت سے صحیح روایات اور قویٰ شواہد، رابطہ عالم اسلامی

پوری زندگی پران کا اعلیٰ ترین کمال کی زندگی میں بیان کیا اور ان سے اپنے خیالات سے رجوع کرنے اور توبہ کرنے پر اصرار کیا۔ مسرت قذافی نے جواب دیا کہ وہ اپنے خیالات کی وضاحت اپنی ایک مستقل تصنیف میں کریں گے۔

اسلامی تقویم (کیلنڈر) پر اعتراض

حدیث کے مندرجہ ذیل احادیث سے اختلاف کے بعد قذافی نے ہجری سال کے اختتام کے موقع پر ایک تقریر میں ہجری تقویم (کیلنڈر) پر اعتراض کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہجرت سے کیلنڈر کو شروع کرنا غلطی ہے، اہم واقعہ حضور کی وفات ہے اس لئے کیلنڈر کو یوم وفات سے شروع ہونا چاہئے، علماء کی تقسیم کے باوجود مسلم ہوا کہ یہی اس پریم شدہ کیلنڈر خلائع کو دیا گیا۔

اس کے علاوہ اجابات کی بعض اطلاعات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن اور نماز کے طریقہ پر بھی قذافی کے خیالات تسلیم شدہ اسلامی عقائد و فکر سے مختلف ہیں جن کا اظہار انھوں نے مختلف مجالس میں کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے خیالات کا سرچشمہ مستشرقین اور اعدائے اسلام کے اقوال و نظریات ہیں۔ یہاں کے درس کی تشکیل ہی ایسی ہوئی ہے، جس سے اس طرح کے تقولات و بیعت کا اظہار ہوتا ہے۔

یہا اور مراکش

یہا اور مراکش خاص مسلم اکثریت کے وہ دو عرب ملک ہیں جہاں دینی دولت، جہاد فی سبیل اللہ و اسلام کی راہ میں قربانی و قربانی کی کڑا لڑائی و حکومت کی بنیاد پر ہے

دونوں ملکوں میں ان خاندانوں نے حکومت کی طرح سبیل ڈالی جو اپنی شرارتیں نہیں چلی نکلیتیں
 کے ساتھ اپنے مستقل روحانی مسئلے رکھتے تھے اور ان ملکوں کے مسلمان (عرب و بربر) ان کو
 احترام و عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان کو اپنے ملکوں کا سیاسی قائد بننا سمجھنے کے
 ساتھ بلکہ اس سے زیادہ اپنا روحانی پیشوا اور دینی مقتدا بھی سمجھتے تھے سرکش پر جدا
 سال تک سیدی اور دینی اور سیدی علی الشریف کے خاندان نے حکومت کی اور ایسا کو سیدی
 احمد الشریف السنوسی اور ان کے رفقاء کے مجاہدانہ کارناموں اور سفر و شہدوں کی بدولت
 اٹلی کی خلاصی سے آزادی اور خود مختار حکومت کا موقع نصیب ہوا لیکن اب یہ دونوں ملک
 تہذیب و تمدن، تعلیم و تربیت کی بالائیں زندگی کے مختلف شعبوں میں مصوبہ بندی کے کام
 میں اس وقت مغرب ہی کو ٹھکانا اپنا نام لیتے ہیں لیکن یہ فیصلی و دینی اور جدید تعلیم کے ذریعہ
 ایک ایسی نسل کے تیار کرنے میں مصروف ہیں جس کے احساسات و جذبات اور اس کے
 اقتدار و میعاد اس نسل سے بنیادی طور پر مختلف ہوں گے، میں کی قربانیوں اور سفر و شہدوں
 کی بدولت ان ملکوں میں آزادی کی صحیح طور پر ہوئی ہو انھوں نے عورت کا احترام کا حق
 حاصل کیا، دونوں ملکوں میں اشتراک و برہان پایا جاتا ہے، ان جگہ اسلامی فکر و دعوت
 کے علمبرداروں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ایسا نے جس فلسفہ و مسلک کو اپنا یا
 ہے وہ اسلام، اشتراکیت اور قومیت پر ہے کا مجموعہ ہے اس کے قائد عمر القذافی نے مصر
 کے سابق صدر جمال عبدالناصر کو پیشاپنا استاد و مربی اور اپنے لئے مثالی شخصیت تسلیم کیا
 دونوں ملکوں کے سربراہوں کے مقاصد و اطلاعات کے غیر واضح ہونے کے باوجود اتنی آ
 صاف نظر آتی ہے کہ دونوں نے مغرب کو ٹھکانی اور قومی طور پر اپنا قائد بننا تسلیم کر لیا ہے
 اور وہ عوام و تہذیب کی طور پر اسی منزل کی طرف سرگرم سفر ہیں۔

تور پھوڑ کا عمل اور قدیم مہسہ کا ازالہ

مغربی تہذیب و فلسفہ کا بیشتر حصہ کی پروش اور نشوونما کے لئے ہرپ کا کتبہ بہت اہم تھا۔ اسی کتبہ کی اساس پر اس کی غذا اور پودوں کے داخلہ اسباب اور جو تھے یہ وقت نزدیک اسکا سر زمین میں منتقل کیا گیا۔ اس کے لئے غذا ساز کاربنائی گئی زمین و سہار گئی پھر بہت اچھی طرح زمین کھود کر اس کو نگایا گیا تاکہ وہ مضمونی سے قائم رہے۔ اس کے بعد اس کے گلے والوں نے تور پھوڑ کی کاہدائی شروع کی بتوں ان کے اس قدیم نگری اور اجتماعی لب کو بٹانا شروع کیا ہے۔ جو اس کے چاروں طرف پھیلا ہوا ہے اس بخوری میں اور تور پھوڑ کی کاہدائی میں اس قدر انسانی حالتیں اور سماجیتیں اور ترقی و اوقات صحت ہو رہے ہیں کہ اگر کسی ایماندار کو کسی کو شش پر صحت ہو کر اور ایمان دینی دولت اور اخلاق و صلہ کے ذریعہ اس علم قوم کی منفی قوتوں اور پوشیدہ صلاحیتوں کو بیدار کر کے اس کو شش کی جہالت کو کٹھن قوم کو یقین بنا دیا اور چونکہ سکنا تھا۔

ترقی پسندوں کی رجعت پسندی

یہ تہذیب (Hedonism) کہیں بھی تہذیب اور ترقی کی قوم میں منہج کے ایسے فلسفوں اور نظموں اور ایسے تعلقات اور فکروں کا سہارا دھونڈھنے لگے ہیں جو مغربی سوسائٹی میں عرصہ پہلے اپنی اہمیت اور حریت کھو چکے ہیں اور اب رجعت پسندی اور قدومت پرستی کی حکمت اور پائے تجربات کے ان بچے بچے آثار کی حیثیت سے باقی رہ گئے ہیں جن کو تاریخی منہج اپنے اجتماعی تجربوں کے دوران یک طرفہ فکرت کے لئے اختیار کیا تھا۔ لیکن اس کی مغربی رجعت پسندی

ہونے کے بعد ان کو فریڈ کچن پر جو بند تھا اس سے بیڑا اور بیچ نظر پڑا اور فلسفہ کے ایسی ہی بنیادوں
اس کی بجائے بھی مثال قومیت (nationalism) ہے جس کو اب ایسے تک کو کہا ہے
لیکن مشرق وسطیٰ کی بعض قیادتوں میں کلاب بھی سینے سے لگائے رکھتے ہیں مصری اور اس کو انسانی
فکر کی پہچان دے گا کہ ان کی شکل بھتیجی ہے مگر وہ محدود قبائلی تنگ اور پیمانہ نظر فکر کی
ایک وسیع تر اور قریباً مشتمل تھی وہ اصل ایسا ایسا کہ ہے جس کو خود اپنی طرف سے آکر
پھینک دیا ہے اب اس کے نزدیک وہ تحریر اور قبائلی عنصر اور قوت ہے جس نے انسانی مشر
کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور نسل انسانی کی شکل و صورت بگاڑ دی ہے۔

مشرق مشرق کے باخ نظر کہیں سالہا سالہ افکار و فکریں دہائی نظریات تو بہت ہی مشہور
کو نفرت و مخالفت کی نظر سے دیکھنے کے مادی ہو گئے ہیں اور اس کو انہی تعریف کا ایک پرانا
فیض اور جدوجہت پسندی و خدمات پرستی کا ایک نشان تصور کرتے ہیں اور اس کو انسانیت
اور اس عالم کے حق میں سب سے بڑا ہلکا اور تحریر یا عنصر سمجھتے ہیں اور انسانی وحدت اور
عالمگیر برادری کے قیام کے مادی یہ ہیں اس جدوجہت کے لئے مددگار فکریں اور مشرقی فکریں کی بنائے
پیش کی جاتی ہے ان میں ایک مشہور مغربی فاضل ڈاکٹر ڈی (Dawson) ہیں،
دوسرے ہندوستان کے مشہور فلسفی و مفکر سائمن سندھو اور بعد ازاں کچھ اور حاکم فلسفوں میں
ڈیوئی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں :-

انسانیت کا انتخاب اس دہائی خود ہی عنصر ہے کہ ان کی تہذیب بنی گئی ہے کہ ان
انسانی لوگوں کی اس کا اختیار ہے کہ یہ خود کو انسانی ہے کہ انہیں انسانی کو خود کو
ہے وہ انہیں میرا ہے کہ انہیں انسانی میں انہیں انسانی کے والی ایک قوت ثابت ہو
ہے یہ انسانیت بھی یہ کہ انہیں انسانی ہے بشریکہ وہ اپنے اصول کو بہت کر لکھا ہے

ہم بشرطِ اُمّی نوعِ انسانی کو خود نہیں کہنا بلکہ اسے خلعتِ نکوہوں میں تقسیم کرنا ہے چنانچہ اس کا کوئی مستقبل نہیں ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ سنا کہ نوعِ انسانی کو تباہ کرنا اور اپنے آپ کو اس کے کشتیاں میں دفن کرنا ہے۔

ایشیاد میں ہیں بدستاروں میں سے کسی ایک کو ختم کرنا اور گائیکہ اپنے چنگ تباہی اور بربادی سے بچنا کہ انہیں چاہتے تو ہیں کسی استثناء کے بغیر تمام نوعِ انسانی کو اپنی آغوش میں لے کر ایک واحد تمدنِ انسانی کو برکاتِ حیثیت سے زندہ رہنا دیکھنا ہو گا۔

سابق صدرِ جمہوریہ ہندو اکثر اداکارِ فنون نے، مروجہ تعلیم کا انہیں اقوامِ متحدہ (U.N.) میں تقریر کرتے ہوئے اقوامِ عالم سے منظورِ رضیہ پر ایک خاکہ پیش کر کے ایک قصہ کا پانے کی گلیشن کی تار دنیا فوجی قوم پرست کے پنجے سے محفوظ رکھ سکے انہوں نے کہا کہ۔

خطرناک اعلیٰ تجربات جنک نے سے انسانی کا تمدن کا کسی بہت بڑی غلط اندیشی کی نشاۃِ ثانیہ ہے۔

تاہم یہ غلط ہے کہ اس طلبِ اعلیٰ تیار اور انفرادی استعداد نے انسان کو جنگ کا اگر یہ جھوٹا ہے جھگڑا ہے آپ اس میں غلبہ اور ماضی استعداد کو ہر طرح خوشامیہ اور اعلیٰ تیار کا قیاس کر کے ختم کریں تو عالمی امن کے حق میں یہ بہت بڑی خدمت ہوگی۔

دن پرتی انسان کا اعلیٰ ترین قصہ نہیں بلکہ اصل چیز انسانی ہر ایک کا قصہ ہے ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں یہ گہرے خیانت فرسودہ ہو جائے۔

تجدد کے داعیوں کی نقالی

مغربی زندگی کے تجزیوں کو ایک شرعی اسلامی ملک میں دہرانے کی یہ نکلنا اور اصرار کو شیش اس بات کی غماز کی کرتی ہے کہ ان ملک کے رہنما باوجود اپنی وسیع عصری تعلیم و ثقافت اور بڑی بڑی ذمہ داریوں پر فائز ہونے کے ابھی داخلی لحاظ سے عہد طفولیت اور نقل و تحلیف اور اپنے مغربی اساتذہ کی نیا ازت و تائید نگاہ کے دور میں ہیں اور آزادانہ طریقہ پر سوچنے، جدوجہد، فکر، تخلیق، صلاحیتوں، شجاعت اور خیریت طریق نگاہ سے محروم ہیں اور صرف اپنی قوم کے مزاج سے تاواضع اور اس کی طاقتوں اور صلاحیتوں سے پابندی، بلکہ مغربی فکر کی ترقی و تبدیلی کا ساتھ دینے سے بھی قاصر ہیں اور مغربی سوسائٹی جس جہت پر اپنی تعمیر ہے دلی اور اکابریت کا شکرا اور ایمان و دعائیت کی پیاسی ہے اس سے بھی بے خبر اور تاواضع ہیں۔

نامذہبیت اور اسحاق کی تبلیغ کرنے والوں کی دورخی پالیسی

اس نامذہبیت روشن خیال اور ترقی پسند کا کہ پرورش و سرگرم حامی و مددگاروں کا جنہوں نے عالم اسلام میں "تجدد" کا صوبہ چھوڑ دیا ہے، خود اپنے حلقہ اثر اور اپنے گھر میں اس بلے میں کیا طرز عمل ہے اور انہوں نے اپنی حکومتوں اور حدود و ملکات میں نامذہبیت کی تائید کیا ہے یا وہ جب منع کیا اگر ترمیم یا حرجت پسند اور ایماء پرست ثابت ہوئے ہیں؟ یہاں تک ان دانشوروں اور حکومتوں کا سوال ہے کہ یہ دنیا سے تعلق کو کتنی دیر اس کے تعلق پرست کچھ لکھا جا چکا ہے۔

یہی متشرقین کی تحریروں میں جو شیخ زئی اسپرٹ جنگ صلیبی کی یادوں کی تلقین
 ترکوں سے عصبیت ان کے خلاف انتقامی جذبہ نمایاں ہو کر سامنے آجاتا ہے وہ کسی
 صاحبِ نظر سے مخفی نہیں ہے ان متشرقین میں جو عالمِ اسلام کے لئے سیکورزم اور اسکا
 شریعت و قانون سے بقاوت اور بے اطمینانی کے سبب بڑے بے باک ہیں، بڑی تعداد
 یہودیوں کی ہے جو اپنے مذہب اور ہم مذہبوں کے بارے میں سخت قدامت پسند خیالوں
 پرست اور غیر رواں دواں رہتے ہیں اسرائیل کی حکومت خود خاص مذہبی بنیاد پر قائم
 ہوئی اس نے دیاست کے دستور سے لے کر دزموکریزنگ تک اور مذہبی غرضات (الحکام)
 سے لے کر ریایات و اقتصادیات کے میدان تک ہر طرحی تورات کی تعلیمات کو رانٹوں سے
 مضبوط کر رکھا ہے اور اس بارے میں یکسر کی غیر ثابت ہوئی ہے وہ عالمِ اسلام کے لئے خطر
 دہں جبروت ہی نہیں بلکہ تازیانہِ خیریت بھی ہے اور اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ روشن
 خیالوں کے دامن میں ڈونبائیں ہوتی ہیں ایک دوسروں سے گفتگو کے لئے اور ایک ایک پنوں کے
 بات چیت کرنے کے لئے اور سیکورزم بلکہ اتحادِ مذہب دشمنی کی ساری تبلیغ بھولے بھلے
 اسلامی مالک کے لئے ہے جنہوں نے نئی نئی آزادی حاصل کی ہے یہاں پر ایک سابق
 کیونسٹ عرب کے مضمون کے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جس نے غرض کہ یہودی
 کیونسٹوں کے دوش بدوش کام کیا ہے وہ لکھتا ہے۔

مقامِ عرب کے طلبہ میں تورات کے ایک ہی کے نام پر ایک حکومت قائم ہوئی
 ہے اس کا کوئی دستور نہیں کیونکہ حتمی مذہبی پارٹیاں تورات ہی کو متفقہ قرار دیتے ہیں
 مصر میں اس سبب کے دن کام کرنا قانوناً ممنوع ہے اس سے اس کے اقتصاد
 اور مالوں کو اس کے تعلقات میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہوا کوئی کو بند

ہو تو یہ جگہ اس پر بھی موقوفہ کر لیا کہ ہفت ماہ پہلے انوار کی کوہوں میں حکومت میں ہر شخص کے دست کھائی کا انواروں کے لئے بھی مرام ہے۔

موتیہ دایین کی کتاب ایک سپاہی کی سرگذشت میں لکھا ہے۔

”ہم نے شیخ روحی کو جو نام کبیر کی خصوصی اجازت سے لکھا ہوا تھا لکھا۔

اسرائیلی فوج جو بہت جلد نیوکلینائی یوں کی ملک چھوڑنے والی ہے وہ بھی کہہ دیا

کہ ان پکٹے سے ہر چیز کھینچ لی جائے گی اور شاندار جہاز کے ساتھ دنیا کا علم ستر

پر چل کے جہاز میں ڈھکیل پھیل چلتے ہیں کہ وہ اتفاق سے نیوکلین تھا اور

تو اس میں نیوکلین کے دن سوا لاکھ کا استعمال منور ہے اس وقت یہ نیوکلین کا کمر

۱۰ سال کی حد تک لاکھ سال کی حق ہے۔

لیکن اگرچہ یہ مصافحت اور رائے مار کر اس میں تھیکہ کا کوئی پہلو نظر نہیں

آتا لیکن اس کے نزدیک انتہائی قابل قدر چیز ہے۔

اس طرح شہر انجیل میں حضرت ابراہیمؑ کی پرانی مسجد میں جس کو وہاں کے

اب اپنا مسجد بنایا ہے (جہاں تک کہ وہاں کا نصبت تعمیر مسجد کی فوجوں کی

ہوتی ہے) اس لئے مسجد نہ کے انکار کا ممکن کیا جاتا ہے اسرائیلی دیر فائزر

۱۰ سال کے عرصہ میں اس اسرائیلی شپ سروس ۱۰ ایم کے جہازوں میں خنزیر کا

گوشت نہیں دیا جاتا بلکہ خود اسرائیلی مذہبی پارٹیاں قائم ہیں اور ان میں

وہاں سولہ سو غلاموں کا قتل ہے اور اس میں خنزیر کا گوشت ہے کہ یہ گوشت کے

پہلے کہ اسرائیلی کے شہر میں صوم اس دور سے نہیں مل سکتا کہ اس کی اور یہودی شہر

میرانی وہاں کی سرکار کی زبان ہے اور اس میں انھوں نے لکھا ہے اور ان کو یہ

تعلیم کے میدان میں اسرائیل کی پالیسی اور اس کا طرز عمل کیا ہے ؟ اس کا اندازہ
مندرجہ ذیل معلومات سے ہوگا جو شرق وسطی کے اہل تعلیم کی سندھ کتابوں اور
ریپورٹوں سے ماخوذ ہیں۔

ڈاکٹر یوزف ماٹھیوز اور ڈاکٹر سٹی عقراوی اپنی کتاب "التربیت فی الشرق
الوسطی" میں رقم طراز ہیں کہ۔

۱۔ فلسطین کے اسرائیلی سکول میں سب سے اہم اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ
ساتھ ساتھ عربی تعلیم زبان (انگریزی فرانسیسی اور عربی) کے علاوہ عبرانی زبان
ہے اور تعلیم کے ساتھ ساتھ عربی میں مذہبی تعلیم کا سخت دستاویز تمام عربی تعلیم کو عبرانی
کی بنیاد اور اس کی ترقی کا لازماً قرارد یا جاتا ہے ؟

اس کے بعد انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ۔

۲۔ اسرائیل میں ہر قسم کے اسکول اور ان کے رجحانات ان پارٹیوں کے تابع
ہیں جو ان اسکولوں کے طلباء کے سرپرستوں کا متعلق ہے یہ پارٹیاں اپنے
تعلیمی مذہب اور یا کما کما درجہ ان کے اسکول کے باوجود اس بنیادی فکر
پر متفق ہیں اور مذہبی تربیت کا خاصہ دستاویز خیال کہ یہی اللہ تعالیٰ پر مبنی
کا خیال ہے کہ یہی وہ مذہبی روایات ہیں جو مثلاً یہاں سے نظام تعلیم کو دینی
و ہدایت حاصل کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ پر مبنی اساتذہ کے لئے ضروری ضروری ہیں
ہیں کہ وہ روایات پرستوں یا بنی و ملوک یہود کا اصل روایات کے پس منظر پر

۳۔ فلسطین نے فلسطین ہائیڈروپیکٹی کی رپورٹ تحقیق و مطالعہ سے اکتفا
نہیں کیا ایک مضمون "اسرائیل میں تعلیم کے شعبہ" کے عنوان سے شائع کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ۔

”سرزمین میں غنی تسلیم کا مقصد اصل یہودی عینہ کی پوش و ترقی اور اس کے
 وفاداری کا جذبہ پیدا کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسرائیل کے بطن پر بیگانہ
 کہنے اور اس کے لئے نئے نئے دوست حاصل کرنے کا فی کھانا ہے اس طرح
 میں اس کی حیرت انگیز تفصیلات واعداد و شمار پیش کئے گئے ہیں اگر کس طرح اسرائیلی
 عبرت مذہب ان کے احیاء و ترقی اور اس کی یونیورسٹیوں کی اعلیٰ اعداد و تقویت کے لئے
 بے دریغ رقوم صرف کرتا ہے؟

اس روشنی پر جیسی سے واقف ہونے کے بعد جو غیر مسلم دانشوروں نے اپنے ممالک
 اقوام اور مسلم ممالک اقوام کے بارے میں اختیار کر رکھی ہے اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ
 کس ساتھ کوئی کے ساتھ مسلم ممالک کے رہنما اور دانشور نادریت اور روشن خیالی کے
 منافع اور پروپیگنڈہ کا شکار ہو گئے ہیں غالباً ان یہودی یوکی دانشوروں، مستشرقین
 اہل فہم اور صحافیوں کو بھی اس کا اندازہ نہ تھا کہ مسلم زعماء اور دانشور اس کمائی کے ساتھ
 اور اس قدر جلد بات کو اس تکلفیں پر ایمان نہ آئیں گے اور اپنے اپنے ملک یا اس کے پرچم
 داخلی بن جائیں گے اور ان سے یہ روشن حقائق مخفی رہیں گے جیسا کہ مکی تجربہ نے ثابت
 کیا، دنیا کی فکری اور تمدنی تاریخ میں قیادت کے ذہنی ویلی ایمن اور فریب خوردگی کی
 ایسی کم شایع نہیں گئی جیسی مسلم قیادت نے اس بیسویں صدی میں پیش کی۔

غریب مسلم ممالک کی شاہ خیرچی

مسلم ممالک کی سماجی حالت بالعموم کمزور اور متزلزل ہے اور وہ سب ممالک
 کے دست نگر اور ضروریات زندگی کی کمی کے محتاج ہیں خاص طور پر ان ممالک کے

عوام معاشی بحال سے اور میاں زندگی کے اعتبار سے بہت پست زندگی گزارتے ہیں جن ممالک میں آبادی زیادہ ہے ان کا میاں زندگی اور بھی پست اور ان کی معاشی حالت اور بھی خستہ و زبوں ہے، لیکن ان ممالک کی حکومتیں ترقی یافتہ اور مرفہ الحال مغربی حکومتوں کی پوری تقلید کرنے کی کوشش کرتی ہیں، ہر ملک میں ضرورت و بلا ضرورت سفارت خانے اور توصل خانے قائم کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے، پھر یہ سفارت خانے وہ تمام طریقے اختیار کرتے ہیں جو ان مغربی ممالک کے (جو دینی و اخلاقی حدود و قیود سے کیسے زیادہ ہیں) سفارت خانے اختیار کیا کرتے ہیں، مسلم و عرب ممالک کے ان سفارت خانوں کی طرف سے مختلف تقریبات کے لئے شاہانہ دعوتوں اور کاک ٹیل پارٹیوں (cocktail parties) کا انتظام کیا جاتا ہے جن میں غریبوں سے جمیع کی ہوئی دولت پانی کی طرح بہاؤ جاتی ہے، سفارت خانوں کی طرف سے ان تقریبات میں شراب، باغیچہ اور کہیں کہیں قیمتی خنزیر بھی پیش کیا جاتا ہے، بالعموم ان سفارت خانوں کو تبلیغ اسلام اور اپنے اخلاقی اصول و میاں کے مظاہر اور ان ممالک کے مسلمانوں کی بہت افتخار اور دینی رہنمائی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، اور ان سے بہت کم علمی و کھافتگی فائدہ پہنچتا ہے۔

بہت سے مسلم ممالک کے سربراہ (حتیٰ کہ جنہوں نے جمہوریت اور اشتراکیت کو اصول و مقصد کی حیثیت سے اختیار کیا ہے) سخت سرفراز زندگی گزارتے تھے، ان کے مصارف شاہانہ ہیں اور ان کے دوسرے قیصر و کسریٰ اور زار و س کی یاد تازہ کرتے ہیں، ان کی معاشرت اور طرزِ ہائش کو دیکھ کر اللہ علیہ کے دعوے کا آثارہ ہو جاتی ہے اور ہرگز یہ یقین نہیں آتا کہ یہ غریب و خستہ حال ممالک کے سربراہ و وزراء اور اشتراکیت

عوامیت کے حامی و علمبردار ہیں یہاں پر نوٹ کے طور پر صرف اکثر کی دعوای جمہوریہ
انڈونیشیا کے سابق صدر سوئیکارنو کے طرز عمل کے متعلق صرف ایک تاثر پیش کیا جاتا ہے
لندن کا (SUNDAY TELEGRAPH) لکھتا ہے :-

انڈونیشیا کے صدر سوئیکارنو نے اپنے قیام کو ایک کے دوران ۵ ہزار پونڈ
(۵۰ ہزار روپیہ) روناہ خرچ کئے ان کے ساتھ ۱۰ سرخ نگیناں (طلحات) اور
دوسری عورتیں ان کی تصویر طبع کئے اس ہوش میں طب کی بجائے یہاں
صدر سوئیکارنو ٹھہرے ہوئے تھے اور ۵۰ پونڈ روناہ کرایہ ادا کر رہے تھے ان کی
مخالفت کے لئے ۵۰ ہزار روپیہ خرچ کئے وہ گیناؤں کے آنے سے سخت پریشان ہو
جائیں گا دفر خارج بہت پریشان ہے کہ صدر سوئیکارنو اکثر کو یہ سچے سچے
ہیں اور اپنی ضروریات میں مصروف رہتے ہیں مگر چونکہ جاپان انڈونیشیا کے قدرتی
وسائل سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے لہذا اس نے اب تک ناراضگی کا اظہار
نہیں کیا ہے

حکومت اور عوام کی کشمکش

پہلے زمانہ اپنے مسلمان عوام کی طرف سے بڑی دقت اور مصیبت میں مبتلا ہیں
لہذا انڈونیشیا کی اکثر گھنٹی اب بھی کہہ رہی ہے کہ جاپان کے اہل گروہ کیوں انڈونیشیا
پر ان کے دھمکیاں ہیں اس کا کہ گنگ جگہ افراد قتل سال کا لکھا ہے انھوں نے بتایا کہ اس وقت
سکائی ہے کہ اس میں ۱۰ ہزار افراد کو جلائیے گا کہ اس میں لاکھوں کی روٹیں دی جائیں گی۔

اس لئے کہ وہ اپنے دینی مصلوٰی، ایمان کا دولت اور اپنی تاریخی میراث اور زندگی اور قوت کے اس عظیم سرچشمے سے بے تعلق ہونے پر تیار نہیں ہیں جیسا کہ اسلام نے ان کو حکم کیا ہے اور مصلحین و مجددین امت نے اس کو باقی رکھنے کے لئے اپنا خون اپنی دیکھ کیا ہے اس کے لئے ان کو ایک عظیم ایسا اور وسیع پیمانہ پر توڑ پھوڑ کی کارروائی کرنی چاہی ہے اور متحدہ مسلمانوں سے مقابلہ کا سامنا کرنا چاہی ہے۔

دوسری طرف خود مسلم قوم ان قائدین و زعماء سے سخت نکالاں اور پریشانی ہے اس لئے کہ وہ اس کے مزاج اور ذوق سے ہمیشہ پر سرچنگ رہتے رہے وہ ان غمزدہ اور غمناکوں سے اس کی قیادت کرنا چاہتے ہیں جن کو قبول کرنے کے لئے وہ تیار نہیں ہے اور جو اس کے اندر کوئی جوش اور کوئی انگ پیدا نہیں کرتے وہ اس کے لئے سوٹ کو آسان اور زندگی کو دشوار بنا سکتے ہیں نہ جان و مال کی قربانی، ہجرت، ترک وطن اور خوارشات اور شخصی اتانیت پر تقابو حاصل کرنے کی صلاحیت ہی پیدا کر سکتے ہیں، قوم کی رہبریت کو چھوڑنے اور اس کے جذبات کو ابھارنے میں ان غمزدہ و غمناکوں کی بے اثری اور ناکامی ان قائدین پر ظاہر ہو چکی ہے چنانچہ نازک و گھٹن لمحات اور فیصلہ کن محروں میں انھوں نے ہمیشہ دینی غمزدگی، اسلام کے راستے میں جہاد اور فدا کے راستے میں شہادت کے غمزدگی کی پناہ لی لیکن جب جنگ ختم ہو گئی اور ملک کی کنوینشن کے انخیزا میں انھوں نے وہی پٹے کوئی اور وطن غمزدگی کے شریں گئے اور یہ فرین کر لیا کہ وہ ایک ایسی قوم پر حکومت کریں جس کو کوئی ایسا ذمہ نہیں رہتا جس سے اس کو شش ہے اور وہ اس کے راستے میں جہاد تک پیشہ نہ آوے گا اور نہ کسی ایسے دینی جذبات کی حامل ہے جو تھوڑی سی قربیت اور پروش کے بعد دنیا کی سب سے عظیم طاقت بن سکتی ہے اور جس کے اندر بڑے بڑے ممالکات پوشیدہ ہیں۔

مخفی طاقتوں اور خزانوں کی ناقدری

اس طرح ان اقوام کی طاقتیں صلاحیتیں اور ترقی کے امکانات غائب ہو رہے ہیں جو اگر اچھی طرح استثنائی کئے جاتے اور ان کے صحیح طور پر فائدہ اٹھایا جاتا اور یہ قارئین غیری کے ذریعہ حقیقت پسند ہوتے تو ان سے عجیب کارناموں کا ظہور ہوتا اور آج اسلامی جنگ، مشرقی و مغربی جنگ کے مقابل میں ایک تیسرا اوقات و دائرہ فاصلہ کی جنگ ہوتا، اس کا سبب صرف ان قارئین کی کوتاہ نظری، مغرب کی اندھی خلیہ دانہ ہونے تک میں اس کو جوں کا توں ناخذ کرنے کا عزم ہے اور یہ نتیجہ ہے اس غیر فکری ثقافت کا جس کا انہوں نے اپنے ملک سے باہر وہ کرف مسل کیا ہے یا خود اپنے ہی ملک میں اس کو اچھی طرح بھنم کیا ہے اور اس کے سامنے اپنا تسلیم بالکل ختم کر دیا ہے۔

مغربی تہذیب کی پیروی کے نتائج!

اجتماع و معاشرت اور سوشل زندگی، مغربی طاقتوں کی پیروی اور ان کے اصول زندگی اور طرز معاشرت کو قبول کر لینا اسلامی معاشرہ میں جسے وہ بھی نتائج دیکھنا ہے اور یہ مغربی کی مثالی بنیاد میں جس کے جس سے اس کا ہم برابر نکلا اور نکلتا چلا جاتا ہے اور اب اس کی حقارت پر جسے اصول میں پہلی ہوئی ہے اس میں خزانہ کا سبب (جو تقریباً غائب ہے) اس کا غرضی ہے اور وہی اور اخلاقی نامک ہے جو ہر سیت و حیوانیت کے حدود تک پہنچ گئی ہے لہذا ہر ایک فرد و جماعت یا سماج کی بنا پر غلطی میں آیا یا پر فلاح ہو کے دوسرے عالم واقعہ

لیکن اس کیفیت کا بھی حقیقی والوں سبب عورتوں کی حد سے بڑھی ہوئی آزادی کسلی بے بچہ گی
مرد و زن کا غیر محدود اختلاط اور شراب نوشی تھی کسی اسلامی ملک میں اگر عورتوں کو ایسی ہی آزادی کا
دی گئی پردہ کیسر اٹھا دیا گیا، دونوں صنفوں کے اختلاط کے آزادانہ مواقع فراہم کئے گئے، مخلوط
تعلیم جاری کی گئی تو اس کا نتیجہ اخلاقی انحسار اور جنسی انار کی سول میسج، تمام اخلاقی و دینی
حدود و اصول سے بناوٹ اور بالاختصار اس اخلاقی جذام کے سوا کچھ نہیں جو مغرب کو ٹھیک
انہیں اسباب کی بنا پر لاحق ہو چکا ہے، ان اسلامی ملکوں میں جہاں مغربی تہذیب کی پرچوش
نقل کی جا رہی ہے اور جہاں پردہ بالکل اٹھ گیا ہے اور مرد و زن کے اختلاط کے آزادانہ مواقع
حاصل ہوا ہے پھر صحافت، سینما، ٹیلی ویژن، لٹریچر اور حکمران طبقہ کی زندگی اس کی ہمت افزائی
بلکہ رہنمائی کر رہی ہے، وہاں اس جذام کے آثار و علامات پوری طرح ظاہر ہونے لگی ہیں اور
یہ قانون قدرت ہے جس سے کہیں بچ نہیں۔



مغربیت کے عالمگیر حجاب کے ابواب اور ان کا علاج

تجدد و مغرب زدگی کے اسباب اور ان کا علاج !

اس وقت جب کہ کمالِ انارک کی قیادت (۱۹۲۳ء-۱۹۲۷ء) میں عالمِ اسلام میں
تجدد و مغرب زدگی کی تحریک کے آغاز سے لے کر اس تحریک کی تیسری اوج والی و اختصار کے ساتھ آج
جے اور سرسبز مغرب نے رکھ لے کر آ رہے ہونے والے اسلامی ملک یا اشی قائم ہونے والی
مسلمان مملکتوں کے اپنی اور دنیا کو ہمیشہ کمالِ انارک کے فکر سے متاثر
نظر آتے ہیں اور ہر ملک کے ذہین اعلیٰ تعلیم یافتہ صاحب اختیار طبقہ کا جی کالی طرح کا دستا
ور قیادت اور تجدد و مغربیت کی طرف ہے، ہم کو اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ کیا یہی سبب اتفاق ہے
یہ کہ کمالِ انارک کی مانتو شخصیت کا نتیجہ ہے یا اس کی تریس اس سے زیادہ شہسوں کو
اور عالمگیر سبب پائے جاتے ہیں کہ عالمِ اسلام میں ملک اور دوسرائی کی نئی نئی تحریکوں کے
لئے ہوا تھا ہے وہ کمالِ انارک ہی کے نقش قدم پر چلتا ہے اور ملک کی ترقی اور استحکام کا
راز تجدد و مغربیت ہی میں رکھتا ہے۔

ہم اسے نزدیک اس کے کہ گہرے شہس اور عالمی اسباب ہیں ہم یہاں مختصر طریقہ پر
طبیعیہ و عظیمیہ اسباب و عوامل (natural causes) کا جائزہ لیں گے۔

مغربی نظامِ تعلیم

اگر نظر جائے تو ہم کہ انسانی وجود کی طرح نظامِ تعلیم بھی اپنی ایک کیم اور ضمیر رکھتا
ہے یہ کیم اور ضمیر و اصل اس کے فاضلیں و تربیتی کے عقائد و نفسیات زندگی کے
متعلق ہیں کے نقطہ نظر مطابق ان کا نشا و ظہور اس کی اس وقت اور ان کے اختلاف

نکس اور تو یوں ہے جو اس نظام کو ایک مستقل شخصیت ایک مستقل روح اور ضمیر عطا کرنا ہے
یہ روح اس کے پاسے اچانچہ ادب و فلسفہ تاریخ، فنی و لطیف علوم عمرانیہ حتیٰ کہ سائنس
و سیاسیات میں ہر طرح سرایت کر جاتی ہے کہ اس کو اس سے بھوکنا ہوا ہوا انھیں کام ہے یہیت
ہے صاحبِ جہاد اور اعلیٰ تنقیدی صلاحیت رکھنے والے کام ہے کہ اس کے عینہ اجرا
کو صراحتاً سے انگ کر کے مثلاً فلسفہ اور جہاد پر عمل کرے اور اصل دونوں عالم میں
فروق کر کے اس کا جوہر اور اس کی روح لے لے طبی و تجزیہ درسا (مثلاً) علوم میں یہ کام بہت
زیادہ مشکل نہیں لیکن ادب و فلسفہ اور علوم عمرانیہ میں یہ کام بہت مشکل اور نازک ہے خاص طور پر
جب کوئی ایسی قوم نہیں ہو جو حکمِ حقانی مستقل فلسفہ حیات اور سکینہ زندگی اپنی ایک مستقل
تاریخ (جو محض ماضی کا ایک لمبہ نہ ہو) نہیں بلکہ آئندہ نسلوں کے لئے نشانہ کا شیعہ
رکھتی ہے اور میں کے لئے پیڑ کی شخصیت اور اس کا زمانہ آئینہ ملی کی حیثیت رکھتا ہے جب
کسی ایسی قوم یا ذوق کا نظام تعلیم قبول کرتا ہے جو اس میں دنیا اور مثال و معیار میں اس
مختلف بلکہ اس کی چند واقع ہوئی ہے تو قدم قدم پر تصادم ہوتا ہے اور ایک کی تعمیل دوسرے کا
تخریب اور ایک کی تصدیق دوسرے کی نفی و تردید ایک کا احترام دوسرے کی نفی کے بغیر
ممکن نہیں ایسی حالت میں پہلے ذہنی کشمکش پھر عقائد میں نزاعیں پھیلنے سے گزرتا
اور قدیم انکار و انقاد کے بجائے جدید انکار و انقاد کا آنا ضروری ہے یہ سب ایک قدرتی امر
ہے اور بالکل قدرتی امور کی طرح اس کا پیش آنا ضروری ہے کسی قوم کی خوش فہمی یا غمیر کی
غلط سرچشموں کی خواہش متعجب و جبرائی انتظامات اس امر کے وقوع میں حاسہ نہیں
ہو سکتے اس کی رفتار کو شست اور اس کے وقوع کو موثر کر سکتے ہیں مثنوی نہیں کر سکتے
ورخت لگا رہے طبی نظام سے نشوونما پائے تو وہ اپنے برگ و بار ضرور یہاں کرے گا اور وقت پر

پہلے دیکھ لیں کہ اس کا اختیار ہے کہ وقت نگاہیں یا اس کو پانی نہ دیا یا جب تیار ہو تو اس کا کئی کھلم کر دیا گیا اس کا اختیار نہیں کہ ایک تو اسے نہ دے اور دوسرا بے وقت کو اپنے قومی وجود و شخصیت کے اعتبار اور وقت پر پہلی پھولی لانے سے روک لیں۔

یہی سالہ مغربی نظام تعلیم کہتا ہے کہ وہ اپنی ایک روح اور اپنا ایک مغز وغیرہ رکھتا ہے جو اپنے معنیوں و تہذیب کے عقیدہ و مذہبیت کا کس ہزاروں سال کے عیسائی عقائد کا نتیجہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا عقیدہ اور ان کی تہذیب کا یہ نظام تعلیم جب کسی سماں تک یا سماں سے سواٹھی میں داخل کیا جائے گا تو اس سے ابتدا و تہذیب کی انگلیں بھر رہی ہوں تو لڑائی پھڑپھڑائی اور بددیانتی و منافقانہ مشاغل و منافقانہ عقیدے کے ایک سلسلہ میں مغربی تہذیب کے اس نظام تعلیم اور شرقی میں اس کے نتائج کا وسیع تجربہ ہے صحیح کھاتا ہے۔

ہم نے گذشتہ صفحات میں اس بات کا تاثر دیا تھا کہ اسباب و عوامل ہیں جن کے یہ کام اور مغربی تمدن کے کام کے درمیان فرق ہے تاہم یہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہیں دیکھ سکتے جب کہ یہ ہے تاہم کچھ اس بات کا تعلق کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی تہذیب کے مغربی تہذیبوں پر تعلیم و تربیت اور تعلیمی طریقہ کے اثرات کا نتیجہ ہے اور یہ مسلمانوں کے لئے ہے۔

ہماری اس تاریخ کے لئے کہ وہ جو دہائیوں میں اگر ہم جن اپنے مغربی حالات کا مطالعہ کریں اور ان کے ساتھ ساتھ کہ مسلمانوں کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے دینی مضامین سے خارج نہیں ہو سکتا اور ہم اس میں یہ دیکھ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی تہذیب کے مغربی تعلیم و تربیت کے اثرات کا اس کا نتیجہ ہے کہ اس کے لئے کہ اس میں

دیکھا تھا کہ کائنات بھیر چمکا رہا ہے کہ آسمان پر آگ لگی ہے اور زمین پر آگ لگی ہے۔
 میں نے سوچا کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ آسمان پر آگ لگی ہے اور زمین پر آگ لگی ہے۔
 میں نے سوچا کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ آسمان پر آگ لگی ہے اور زمین پر آگ لگی ہے۔

[illegible]

تاریخ گاہ اس طرح کا تنظیم نو جانوں کے ساتھ میں اس کے ساتھ کوئی اور اور نہیں
چھوڑ سکتی کہ وہ اس کی کج روی پر دیکھ کر بدلتی نہیں ہی اقلیت کے کچھ اور اپنے
مضمون تاریخی ہمہ کا حمایت کا غرور دیکھتے نہیں اور مستقبل میں ان کے لئے حق و
عدالت کے جو وسیع اور روشن امکانات ہیں ان کا انکار نہ کریں اس طرح وہ ایک ایسی
منظم و تربیت حاصل کرتے ہیں جس پر اپنے ان کو اور اپنے مستقبل کا حمایت پس منظر

کا ذرا ہونے پہ ان کے نزدیک ہی کے مستقبل کا کیا باہمون میں ہے چکر وہ مغرب
 میاں کے ہیں اور مغرب کے فکاہا قدرت ہم آہنگ ہیں
 آگے چل کر وہ بڑی جرات کے ساتھ کہتے ہیں۔

اگر سائنس نے زمانہ میں علمی تحقیق و فکر کے کام نظر انداز کے غلطی کی تو یہی
 کوئی شے نہیں کہ اس غلطی کا صلہ کا طریقہ نہیں ہے کہ مغرب کا نظام تعلیم جو کتنا
 قبول کریں یہاں یہی تعلیم پانچ سو سال پہلے بنی اس میں ہلکا سا کتنا ہے کہ
 ہمیشہ نہیں کہتے جو مغرب کے نظام تعلیم کا مذہبی عقیدہ اسلام کا عقیدہ دینی طاقتوں پر
 لانے کی گنجی سام کے ہو کر، کچھ غصہ نہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایک مستقل علم و
 تہذیب انصاف پر توجہ دے لے مغرب کی ہر گزیم مغربوں کے دینی اصول اور فلسفے
 و عقائد پر یہ وہ غلطی جو اسے ماحولیت و حالات پر مبنی حاصل کرنے کے ہے
 تیار ہے مغرب کے غور و فکر اور اس کے پاس وہ نظام ہیں کہ ان کو قبول کر لینے کے سوا
 اور ہمارے مغرب کے غلط فکر کو قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے، غرض نظام کا عقیدہ
 اس دنیا میں جہاں تک پہنچا رہا ہے!

اس نتیجہ کی پیشین گوئی ان معین حکمرانوں نے کی کہ جو ایشیائی اور مشرقی ملکوں میں
 نظام تعلیم کو رائج کرنے والے تھے، ایشیائی گریز اپنی قلم و لکڑی کے لئے جو عرصہ میں یہ تعلیم
 کے صلہ تھے وہی ملے کہ ان کے علمی فکر کا جہد ستائیسویں صدی مشرقی زبانوں کا جگہ انگریزوں کا
 یہ تعلیم دی جا کر اسے اپنا پیراستہ ہی سمجھا تھا۔

یہی ایک ہی بات ہے کہ جو اس نظام کا مطالعہ کرے وہ

فرمان ہو یہ اس کی حاجت نہ لی جائے جو نونہ رنگ کے اعتبار سے تو جہود ستانی ہو
گذاقی اور ذاتی اتفاق اور کچھ کا اعتبار نہ مگر یہ جو:

یہ مغربی نظام تعلیم جو حقیقت مشرق اور اسلامی ممالک میں ایک گہرے تم کی ایک غامض
نسل کشی (concealment) کے عر وں تھا، مخلوق مغرب ایک چری نسل کو بہانی طور پر چاک کرنے
کے فرسودہ اور بدنام طریقہ کو چھوڑ کر اس کو اپنے سانچہ میں بھال لینے کا فیصلہ کیا اور اس کام کے لئے
جا بجا امر کو قائم کیا جس کو تعلیم گاہوں اور کالجوں کے ام سے ہو کر ان کا بڑا جرم نے اس بخیل تاریخی
حقیقت کو اپنے مخصوص طریقہ انداز میں بڑی خوبی سے ادا کیا ہے ان کا شعور شرع ہے

یوں نقل سے کہیں کے وہ بدنام نہ ہوتا

انہوں کو فرعون کو کالاج کی نہ سوچی

ایک دوسرے غریب انہوں نے مشرق و مغربیا مکرانوں کا فرق اس طرح بیان کیا ہے:

مشرق تو سرور دشمن کو بیکل دیتے ہیں

مغرب اس کی طبیعت کو بدل دیتے ہیں

اس سے کہیں بہتر آواز نے انہوں نے اس نظام تعلیم کا خوند تم کھایا تھا، اس حقیقت

کو زیادہ عجیبہ انداز میں اس طرح پیش کیا ہے

ہاں میں اڑاں ملے کر خوانی

کہا دوسرے درج تو ہے کی توں کشت

تعلیم پر تکیہ اسیت کرتی ہے اور میں طرح ایک سانچہ تو اگر دوسرا چاہتا ہے

اس کو یہاں کہتے ہوئے کہتے ہیں۔

تعلیم کے قریب پہنچا کر خود کا ہوجا کر مانتا تو جہدِ حریف ہے پھر
 بشیر ملک سیر سے بڑھ کر ہے قریب شوق کا ہالہ تو مٹی کھپے کانِ حریف
 وہ فرقہ کے اس نظامِ تعلیم کو دین و اخلاق کے خلاف ایک سازش قرار دیتے ہیں۔ فراتر یہ ہے
 اور یہ اعلیٰ کلیسا کا نظامِ تعلیم
 ایک سازش ہے نقطہ پیش و عقبہ کے خلاف

اقبال ان حدود سے چند خوش قسمت افراد میں سے ہیں جو مغربی نظامِ تعلیم کے متعدد میں
 غوطہ لگا کر ابھرائے اور درحقیقت یہ کہ صحیح سوائت ماحول میں پونچے جگہ اپنے ساتھ سیرت سے ممت
 سے نکال کر لے اور ان کو خود اعتمادی اسلحہ کی ادیت اور اس کے وسیع مضمرات پر ان کا
 یقین اور زیادہ مستحکم ہو گیا اگرچہ یہ کہنا مشکل ہے کہ انھوں نے مغربی تعلیم اور مغربی فلسفہ کا مطلق
 اثر قبول نہیں کیا اور ان کا دینی فہم کتاب و سنت اور سلفیت کے بالکل مطابق ہے لیکن
 اس میں شبہ نہیں کہ اس آتشِ فرود نے ان کے جہازوں میں سامریں کی طرح ان کی فہمی ڈال دی
 کو جگان کا نہیں کیا اور جڑی جھٹکان کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اس

علیمِ علم ما عندنا شکستہ رہو دم دانہ و دانش شکستہ
 خدا داد اند کہ مانند برا ایم بنا و اوچے بے پروا شکستہ
 اس جدید تعلیم اور اس کے اثرات کے متعلق مولانا محمد علی جوہر کی شہادت بھی بڑی عمدہ

لے مغربی تعلیم کے پیغام ہے کہ اس کا اندازہ ان کے خطبات سے ہوتا ہے جو انھوں نے دہلی میں
 تھے اور یہ کہ انھوں نے (RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM) کے نام سے
 ڈالے ہوئے دور میں ان کی اس حقیقت کی تائید اور تائید کا شدید نغمہ بجاتے ہیں۔

رکھتی ہے جنہوں نے ایک واضح عقیدہ دینی اصول پر تربیت پائی تھی پھر مغربی تعلیم کے بہترین
بندہ ستانی مرکزوں میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور اپنی خود نوشت سوانح میں لکھتے ہیں۔
حکومت برطانوی نے ان کی تعلیم کو ختم کر دیا کیونکہ ان کی تعلیم برطانوی حکومت کے خلاف
نشیات کو بھی بالکل بے دخل کر کے اس نے اس پر پھینکا تو اسی بار بھی پناہ صرف
وہ ملوات جن کو ان کے زعمی انگریزی اور شرقی زبانوں کے ساتھ ساتھ ان کے اپنے جانے
والے لفظ بھی سمجھ کر سمجھ رہے تھے۔

دوسری طرف وہ انیسویں صدی کے برطانوی حکومت نے ہندوستانیوں کے لیے یہ پروگرام
تیار کیا کہ وہ ایک ایسی تمام تعلیمی صلاحیت کے ساتھ اس کا ساتھ دے سکیں جو ان کے
تعلیم کے علم کے ساتھ ایک ہیو مین کا احساس پیدا کر دے جس سے ان کے تعلیم پرانے
توہمات کے ساتھ ساتھ داریت اور حیرت و وحشت کی ماری محنت کو ختم کر دے اور
غیر شعریہ کر دے اور ان کے ساتھ یہ تعلیم حقیقت کی تلاش اور حیرت کے ایک افسانہ ہندو
پیدا کر دے کہ سب سے پہلے ان کی تعلیم پرانے میں یہ خاص طور پر تعلیمی ہی ہے جو ان
علم کے ہوتے توہمات کے بدلے میں جو توہمات اس نے ان کے عقائد خود بے بنیاد
تھا اور توہمات پر مبنی تھا ان کے خود ہے کہ یہ توہمات بہت جدید تھا

ISLAM IN MODERN HISTORY کا مصنف (M. C. SMITH) جو اسلامی ملک

میں کام کرنے والے مختلف رجحانات اور ان کے مختلف طبقوں کے تعلق تازہ معلومات دیتا
ہے اسلامی ملک میں جدید مغربی تعلیم اور اس کے کردار کے گہرے دینی اثر کا احراز کر رہا
وہ ملک اسلامی کی حریت پسند تحریک (Islamic League) کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

یاد رہی اثرات و اقسام نے ان کے نواریان اور فہم اسلام کی مخالفت کی یہ ان کے اندر
 سرب کی تہذیب نگ کے خلاف کوئی شدید رد عمل پیدا ہوا عام طور پر عرب اور اسی ملک کے
 ذہنی علم و جوانوں کو جو اپنی قوم کا جوہر اور سرایہ تھے اس نظام تعلیم کے تیزاچے انتہا بل
 دیا کہ خدا سلام لاپی صحیح شکل و صورت میں ان کے جدید ذہن میں فٹ ہو سکتا ہے اور نہ
 وہ عام اسلامی ماحرروں میں فٹ ہوتے ہیں اور بقول اقبال ع
 رنگِ شیشہ گر کے فن سے پھر ہو گئے پانی

نہر کے ایک پار ٹوٹ سا لڑ ہونے پر مصر جس کو سیاست و ریاست میں دخل ہے کا
 کوئی حق نہیں اور یہ اسلام کے ساتھ سچی کلیسا کا اسامہ لڑ ہوٹ سیاست کی تقریب کا فکرو
 مذہب کو ترقی و کشاکش کو جن کی راہیں خارج اور غل بچنے کا خیال طلب اسلام کو سچی کلیسا
 کے ان ناشلوں کا صحت میں کھڑا کرنا جو قرون وسطیٰ میں ملحقہ استبداد کے ایک تھے
 عورت کو بالکل مرد کے مساوی کچھ کر اس کو زندگی کے تمام میدانوں میں بٹھانے اور حیلے کا
 اہل تہذیب بھٹا پڑے کہ وہ خود کو کھانگی شکل میں جو (شرق کے تعلیم و رسم کے نظام کی یادگار اور
 مردوں کے منفی استبداد کا نشان بھٹا اور اس کے ختم کرنے کے اصلاح و ترقی کا پہلا قدم تصور
 کرنا اسلام کے قانون میراث اور مضابطہ نکاح و طلاق و قروبی و ملی کے مسلمان فقیہوں کا
 اجتہاد اور اس محدود اور ابتدائی ماحرروں کا طبعی نتیجہ بھٹا جو ساتویں یا آٹھویں صدی عیسیٰ میں
 قائم تھا اور اس کی تبدیلی و ترمیم اور مغربی اصولوں اور سیاروں کے مطابق بنانے کے کام کو
 دلت کا ایک غریبی فریضہ قرار دینا اور شراب قمار جنسی تعلقات میں لڑائی و بے نیادی کو
 زیادہ محبوب نہ سمجھنا نظر انداز کرنا قوم پرستی و تحکیم و قابل اسلام التہذیب اور زبانوں کے ایجاد
 کا جذبہ اور طبعی سماجی فطرت و اہمیت پر تھیں یہ اور اس طرح کے بہت سے دیکھنا

(جو اس جدید تعلیم یافتہ نسل کے نزدیک) حقائق و کمالات کا درجہ دیکھتے ہیں اور دشمن فیماں اور ترقی پسندی کی علامت ہے مغربی نظام تعلیم اور (محمد صہ صاحب) اندکائیں، اس کے دہنی و فکری ماحول اور فضا اور اس کے تاریخی و ذریعہ کا نتیجہ ہیں۔

آپ کو ترک سے لے کر انڈونیشیا تک مسلمان ممالک کے مختلف سربراہ اور بڑے افسران ہیں وہ سب ہی مغربی نظام تعلیم کی پیداوار ہیں یا لڑیں جسے کو برہان دے کہ کسی مغربی ملک یا لوگ کسی شہر تعلیم کے مرکز میں پڑھنے اور پڑھانے پر جتنے کا موقع نہیں ملا انھوں نے اپنے لکھے ہوئے کہ اس نظام تعلیم سے اس کے خاص نمائندوں کی گرائی و سرچرخی میں پورا فائدہ اٹھایا اور نیک سٹڈ انھیں اس نے انگریزوں کی تعلیم پائی جہاں مغربی طرز کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اور تمام ہوتا ہے۔ اس بنا پر آج عالم اسلام میں دو ذہنوں اور فلسفوں اور سیدوں اور صدقوں کے درمیان جو کشمکش برپا ہے اور جو عام طور پر فتنے ہوتی ہے، زیادہ طاقتور مسلح، صاحب اختیار و اعتماد گروہ کی کامیابی پر وہ بالکل قدرتی ہے، وہ اگر بے خوف و کھتنے یا سست کی بات ہو، تعجب کی بات نہیں تعجب اس وقت ہوتا ہے جب کشمکش اور تجدید و غربت کا یہ جہان پالا نہ جائے۔

زہر کا تریاق

اس کا علاج (خواہ وہ کتنا ہی مشکل اور کتنا ہی درج طلب ہو) اس کے کچھ نہیں کہ اس نظام تعلیم کو از سر نو ڈھال دیا جائے اس کو مسلمان اقوام کے عقائد و کمالات اور عقائد اور ضروریات کے مطابق بنایا جائے اس کے تمام علوم و مضامین سے اس کو پھرستی، خدا پرستی، اخلاقی و روحانی اقتدار سے بناوٹ اور جہنم پرستی کی روح نکال کر اس میں خدا پرستی، خدا طلبی، آخرت کو شوق، آخرت کی شہادی اور انسانیت کی روح پیدا کی جائے۔

زبان وادب کے فلسفہ و نفسیات تک اور علومِ عمرانیہ سے لے کر ماحیاتیات و بیابان تک سب کو یک نیت سانچے میں ڈھالا جائے، مغرب کے ذہنی تسلط کو دور کیا جائے اس کی مسکوتہ ولادت کا انکار کیا جائے اس کے علوم و نظریات کو آزادانہ تنقید اور حراتِ مبادیہ تشویش (پوسٹ مارٹم) کا موضوع قرار دیا جائے، مغرب کی سیادت و بالادستی سے عالمِ فہانی کو جو عظیم ایشیائی اختصانات چھو نچے ان کی نشان دہی کی جائے، مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کے علوم و فنون کو پڑھایا جائے اور اس کے علوم و تجارب کو موارِ خام (raw material) فرمیں کر کے اپنی ضرورت اور اپنے قدر و قاست اور اپنے مقصد و معاشرت کے مطابق سلان تیار کیا جائے۔

اس عظیم کام میں ٹوہ کتنی ہی مشکلات ہوں اور اس میں ٹوہ کتنی دیپ نگاہیں لازم ہیں۔ مجاہد و مغربیت کی اس عالمگیر رو کا اس کے ہر اکوئی علاقے میں جو اسلام کے وجودِ قیام اور اس کے اجتماعی ڈھانچے کو چیلنج کر رہی ہے اور اس کے لئے شدید غلو و بکروت جہالت کا مسئلہ بن گئی ہے، اور جب کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان عوام کا خلوص ان کی قربانیاں ان کا جذبہ اور ان کی توجہ ملی جس کے سرانِ گلوں کی نڈاری اور لطافتوں کے قیام کا سہرا ہے اس مد و شن خیال و تہجد کی آگ کا حقیقہ زبندِ حق بن کر دکھائی ہے اور یہ سادہ دلی بے زبان گرگوش اور خلص عوام، ان قائدین اور سرگروہوں کے ہاتھ میں بھیر بکریوں کا ایک ریوڑ بن کر دھمکے ہیں جن کو جس منزل کی طرف چاہا جائے، اٹھا سونگی کے ساتھ

لے ڈاکو رین، انہی ماسک کی قاضی کا کتاب قرآن اور علمِ جدید اس کا اچھا نمونہ ہے اور اس کا نام (ISLAM AT THE CROSSROADS) ہے اور اس کی تصنیفات ’اور پورہ‘ اور

سیدنا علیؑ کا قصہ اور ان کا بیانیہ فی القلم میں بھی مغربی نگاروں نے زیادہ انکشاف و تفسیر کی ہے اور ان کا

بکھایا جاتا ہے۔

ہندوستان میں انگریزی حکومت کی کامیابی اور انتظام کاردار رسول سروں کے طبقہ اور حکام کی مغربی تربیت، سلیقہ بندی اور اطاعت شہزادی میں تھا، انھیں نے اس ملک کا سانچہ بنایا اور ڈھوپوں ملک کامیابی کے ساتھ اس ملک کو اس کے غیر ملکی حکمرانوں کے تشاؤ و مزاج کے مطابق چلاتے رہے اب بھی اسلامی ممالک کے رخ کی تبدیلی اور اسلامی فکر اور اسلامی زندگی کی طرف ان کو لے چلنے کی تدبیر یہ ہے کہ اس طبقہ کی اسلامی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے جس کے ہاتھ میں ملک کی رہنمائی اور اس کی نام کار کرنے والی ہے اور اس نظام تعلیم کو درست کیا جائے جو اس طبقہ کو تیار کرتا ہے۔

نظام تعلیم کی بنیادی تبدیلی اور اس کی اسلامی تشکیل اگرچہ نہایت ضروری ہے مگر دیر طلب اور طویل کام ہے اور اس کے لئے وسیع عظیم صلاحیتوں اور وسائل کی ضرورت پڑے گی جدید اسلامی نسل کا سالیک ملک کی آخری اور انتہائی کاردار نہیں، جدید اسلام کا کام کیلئے ملک اور حقیقت اس کی موجودگی میں بھی یہ کاموں اسلامی اقامت خانوں (Islamic Hostels) سے دیا جاسکتا ہے جن میں بنیادی بنیادوں کا بچوں کے سلم طبقہ میں کریں اور وہ بالی اسلامی تربیت اسلامی زندگی اور اصول کے قیام اور صحیح ذہنی و روحانی تعلق کے بہا کرنے کا خاصہ بہنام کیا جائے اقامت خانوں کا جسکی زندگی درست دوران کے مطلق اور جماعات کی تشکیل میں جو اگر حصہ ہے اس سے وہ حضرات بے خبر نہیں بلکہ اس نسل کا کچھ تجربہ رکھتے ہیں اسلام یہ اسکول اور کالج (جن پر ملت کے سرمایہ اور توجہ کا قیمتی حصہ صرف ہوتا ہے) بہت جگہ لگاؤ کی تبدیلی سے اپنی ناقصیت کو چھوڑیں، پھر کثرت و کثرت دکاہ برآمدات کا مصداق ثابت ہو تے ہیں ان کے برعکس اقامت خانوں کی تاسیس و انتظام کی مشکلات کم اور فائدہ

زیادہ ہیں اور جہاں نظام تعلیم کا سوشل سٹیج بخیاں دور دراز مسلمانوں کے مابین قائم کرنے کے لئے
سے نکل چکا ہے اور اس کے بڑا پک جلد امید نہیں ہواں یہ احساس خالصیہ اور تعلیم مسلمان
نوجوانوں کی اخلاقی مخالفت اور مذہبی و دینی تربیت کا سامان کر سکے یہ اور بہت ہی امیدواروں
کا سدھ خدا عمل اور سچ کرنے والے نظام تعلیم اور مرکز تعلیم کی نیکی محفوظ رکھ سکے ہیں۔

ان اسلامی امانت خاںوں کی مسلم ممالک کے علاوہ مغربی ممالک میں بھی ضرورت ہے،
جہاں وہ مسلمان نوجوان بڑی تعداد میں تعلیم پاتے ہیں جو زراعت و قوت عمل میں ملت کا سرمایہ
اور جوہری اور جہ کے لئے باہم الامنیہ و دینی صلاحیتوں اور مغربی علوم و مادیات سے
واقفیت کی بنیاد پر گو کہ مسلم ممالک کی قیادت اور کم سے کم ان کی کلیدی جگہیں محفوظ رکھی گئی ہیں
انگلیز ممالک میں ملک کے رجانات کی اصلاح اور اسلامی ذہن کی ترقی کا سامان کیا جاسکے اور
اسلام اور اس کے مستقبل پر ان کا اعتماد بڑھا کیا جاسکے تو اس خاص کام کے ذریعہ اسلام ممالک
میں خاصوٹی کے ساتھ وہ اسلامی انقلاب یا جاسکتا ہے جس کی قیادت دیر یا سویر یہ نوجوان
سنبھالنے والے ہیں اور پھر یہ ان تمام طریقوں سے زیادہ آسان اور محفوظ اسلام بننا ہے
جس کا وعدہ براہ راست ان ممالک میں تجویز کیا جا رہا ہے۔

مغربی مستشرقین اور ان کی تحقیقات و افکار کا اثر

موجودہ عالم اسلام کے دنیا و مکران حلقہ کے (جس نے عام طور پر مغربی تعلیم کا ہی سہا
اور اسلامی امانت خاںوں کی ان کی ترقی کے پہلے سوا یہ نہ تھی کہ وہ اس مابین لائے اٹھائے ان کے بعد
اس ترقی کے سہا و ان کے ترقی اور بہت سے غلام اور عبد الہیہ و سرور تھے جس نے ان
پر بوجھنا ہے کچھ عرصہ مسلمانوں کو اور دے رہے تھے۔

تعلیم پائی ہے یا سوزی زبانوں میں اسلامی تحریک کو سلا لیا گیا ہے اور انہوں میں اسلام کے
 امن کی طرف سے بدگمانی اس کے بدل کی طرف سے سوزی اس کے استقبال کی طرف سے
 ایسی اسلام و غیر اسلام اور اسلامی (source) کے بار میں شکوک و شبہات پیدا
 کرنے اور اصلاح مذہب "اصلاح قانون اسلامی کے اس طرز پر آمادہ کرنے میں جس کا نمونہ
 اور گروہ کا ہے بہت بڑا حصہ ان علماء مغرب کا ہے جنہوں نے اسلامیات کے مطالعہ
 کے لئے اپنی زندگیوں وقف کر دی ہیں اور ان کو عام طور پر مشرقیہ (oriental) کہا
 جاتا ہے اور جو اپنے علمی تجربہ تحقیقی انہماک اور شوقیات سے گہری واقفیت کی بنا پر مغرب
 مشرق کے علمی و سیاسی مملکتوں میں بڑی عظمت و احترام کے لئے جاتے ہیں اور ان
 مشرقی اسلامی باحث و مسائل میں ان کی تحقیق و نظریات کو عربی اقوام و ان فیصل
 سمجھا جاتا ہے۔

اس مشرقی کی علمی بہت پائی ہے اور واضح طریقہ پر جو یہ حدیث کی سے شروع
 ہو جاتی ہے اس کے محرکات دینی ہیں جسے سیاسی بھی اختصاری بھی دینی تحریک واضح ہے اس کا
 براہِ مقصد مذہب عیسوی کی شاعت و تبلیغ اور اسلام کی اس تصویر پیش کرنا ہے کہ مسیحیت کی
 برتری اور ترجیح خود بخود ثابت ہو اور نئے تعلیم یافتہ اصحاب اور نئی نسل کے لئے مسیحیت میں
 کشش پیدا ہو جائے گی مگر مشرق اور تبلیغ مسیحیت ماحول تھوڑے ہیں مشرق کی
 بڑی تعداد مسلمانوں میں ہے ان میں سے ایک بڑی تعداد مسلمانوں میں ہے۔

سیاسی تحریک یہ ہے کہ مشرق میں عام طور پر مشرق میں سوزی حکومتوں اور اقتدار کا ہر اول
 دستہ (source) ہے یہ مغربی حکومتوں کو علمی کمک اور مدد دینا ان کا کام ہے اور
 ان مشرقی اقوام و ممالک کے ہم مدد و اعانت و حمایت و مزاح طریقہ انداز اور زبان عام ہے

بلکہ جذبات و غریبات کے متعلق صحیح اور تفصیلی معلومات بھی پیش کرتے ہیں تاکہ ان پر اپنی غریب حکومت کرنا آسان ہو اسی کے ساتھ ساتھ ان حالات و تحریکات کا مفاد و خیالات کا قیاس کرتے رہتے ہیں جو ان حکومتوں کے لئے پریشانی اور درد سر کا باعث ہیں اور اسی ذہنی اور علمی خفا پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں ان حکومتوں کی مخالفت کا خیال ہی پیدا نہ ہونے پائے اس کے بالقابل ان کی تہذیب کی عظمت اور ان کی خدمات کی وقعت پیدا ہو اور اپنے ملک کی اصلاح و ترقی اور ان کو مغرب کے نقش قدم پر چلنے کا ایسا جذبہ پیدا ہو کہ ان غریب حکومتوں کے ہٹ جانے پر بھی ان کا زہن اور تہذیبی اقتدار قائم رہے۔

اسی بنا پر غریب حکومتوں نے مستشرقین کی اہمیت و تقدیریت کو پوری طرح سمجھ لیا اور ان کے سربراہوں نے ان کی پوری سرپرستی کی اور اسی مقصد کے تحت مختلف ملک کے مستشرقین عالم اسلام سے متعلق رسائل اور مجلات شائع کرتے رہے جن میں عالم اسلام کے رسائل اور مجلات پر حیرانہ تبصروں اور اہل ان مضامین شائع ہوتے ہیں اس وقت بھی رسالہ شرق و وسط (The Eastern World) اور مجلہ عالم اسلام (The Eastern World) امریکہ سے اور (Commonwealth) فرانس سے نکلتے رہے ہیں۔

ان اہم تہذیبی و سیاسی تحریکات کے علاوہ قدرتی طور پر مستشرقین کا ایک تحریراتی اقتصادی بھی ہے بہت سے فضلا اس کو ایک کامیاب پیشہ کے طور پر اختیار کرتے ہیں بہت سے ناشرین اس بنا پر کہ ان کتابوں کی جو شرفیات اور اسلامیات پر لکھی جاتی ہیں یورپ اور ایشیا میں بڑی منڈی ہے اس کام کی بہت افرائی اور سرپرستی کرتے ہیں اور بڑی سرعت کے ساتھ یورپ و امریکہ میں ان موضوعات پر کتابیں شائع ہوتی ہیں جو بہت بڑی مالی نفعیت اور کامیابی کی ترقی کا ذریعہ ہیں۔

نہایت سبب شکل میں پیش کرنے میں صحت کرتے ہیں وہ خود ہی سے دیکھتے ہیں اور اپنے قارئین کا
دور میں سے دکھاتے ہیں۔ رانی کا پرہیز بنانا اس کا رنی کام ہے اور اپنے اس کام میں (یعنی اسلام
کی تاریکی تصویر پیش کرنے میں) اس بیک وقت ہنرمندی اور صبر و سکون سے کام لیتے ہیں جس کی
نظیر ملتی شکل چندہ پہلے ایک قصہ تجویز کرتے ہیں اور ایک بات طے کر لیتے ہیں کہ اس کتابت
کرنے پر اس شخص کے لئے ہر طرح کے دلب و ایسا مذہب، ایلیک ادب افسانہ شاعری
مستند و غیر مستند وغیرہ مواد فراہم کرتے ہیں اور جس سے ذرا بھی ان کی مطلب باری ہوتی
ہو اور وہ صحت و ستاد کے اعتبار سے کتابت ہی بکری و شکوک ادب قیمت ہو اس کو بڑے
آپ سے پیش کرتے ہیں اور اس تفریق سادہ سے ایک نظر کے کچھ روزہ خانہ چیا کر لیتے ہیں یہاں کا
اجامی وجود صرف بات کے دہن میں ہوتا ہے اور اکثر ایک بات بیان کرتے ہیں اور اس کو سنا
میں بھالنے کے لئے بڑی خیال مانی کے ساتھ اپنے مرنے کی دلی خواہش بیان کرتے ہیں تاکہ اپنے لئے
کلاز میں ان کے اخصان و دوست طلب اور بے قصی سے عروج ہو کہ اس ایک بات کو درہم تمام
خوبیوں پر پانی پھیر دیتی ہے قبول کرنے اور کسی شخصیت یا دعوت کے اصول و تائیدی میں نظر
قدتی طور پر حوالہ و محرکات کا انقضاء میں خوبصورت اور عالمانہ انداز سے کھینچتے ہیں اور وہ
محض خیالی ہو اگر وہ اس کو قبول کرنا چاہا جائے اور اس کے نتیجہ میں وہ اس شخصیت و
دعوت کو اس اصول کا قدتی رد عمل یا اس کا فطری نتیجہ سمجھنے لگتے ہیں اور اس کی عظمت و
قدس میں کوئی غیر انسانی سرچشہ سے اس کے اخصان و تعلق کا سنگربن ہوتا ہے اکثر مستشرقین
اپنی تحریروں میں زہر کی ایک مناسب مقدار کہتے ہیں اور اس کا انجام کرتے ہیں کہ وہ
تھاب کے بڑھنے نہ پائے اور پھٹنے والے کو تنفر اور ہلکان نہ کرنے ان کی تحریریں زیادہ خطرناک
شعبت ہوتی ہیں اور ایک تو سداوی کلاں کی زد سے بچ کر شکل بنا مشکل ہے۔

قرآن، سیرت نبوی، فقہ و کلام، صحاح کرام، تاجعین، دائرہ مجتہدین، محدثین و فقہاء
 مشائخ و صوفیہ، روایۃ حدیث، فن جرح و تعدیل، الاسماء الرجال، حدیث کی بحیثیت تدریس
 حدیث، فقہ اسلامی کے گنجد، فقہ اسلامی کا ارتقاء، ان میں سے ہر موضوع کے متعلق مستشرقین
 کی کتابوں کا دور تحقیقات میں اتنا تشکیلی مل رہا یا جاتا ہے، جو ایک ایسے زمین و سما کی دی کو
 جو اس موضوع پر وسیع اور گہری نظر نہ رکھتا ہو، اسے اسلام سے غفلت کر دینے کے لئے کافی
 ہے۔ اس کا عملی جائزہ دینا، ان کی تحقیقات، فنی غلطیوں اور بات کے درجہ و تہیں کو واضح کرنا
 اس وقت ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہے۔ یہ ایک اہم علمی موضوع اور عظیم شانِ دینی
 خدمت ہے جس کے لئے ایک عظیم و عظیم ادارہ کی ضرورت ہے۔

یہاں ہم نہایت اختصار کے ساتھ ان کی اس دعوت و تلقین کا خاکہ پیش کرتے ہیں
 جو وہ اپنے بڑے بھائی کو ملنا اور ترقی پسند نوجوان تاجرین کے سامنے بار بار اور مختلف
 عنوانوں سے پیش کرتے رہتے ہیں اور جس کو ان نوجوانوں کا ذہن ایک نقول اور بدعتی حقیقت
 کی طرح قبول کرنا چاہتا ہے۔ اس دعوت و تلقین کا اسلامی ملک کی اصلاح و ترقی
 کی تحریکات سے تفریق تعلق ہے، اور ان کی نوعیت کا اتنا زہاں اس کے بغیر نہیں ہو سکتا، اس
 موقع پر ہم اس خاکہ کو بطور اقتباس پیش کرتے ہیں جو ایک مصری فاضل (ڈاکٹر محمد ابوالحسن)
 نے اپنی فاضلہ کتاب الفکر، اسلام و حدیث میں پیش کیا ہے اور جو اکثر غیر مستشرقین
 کی کتابوں کا قدر و شکر اور ان کے خیالات کا عکس ہے۔

”اسلام ماشرکہ، جنگِ اسلام کے ساتھ صورت کی تفسیر و تفسیر، جنگِ اسلام“

وہ تاریخی واقعہ ہے جو کہ اسلام ماشرکہ ابتدائی حالت اور وضویت میں تھا،

لے سامنے ڈاکٹر محمد عثمان، اسلام ماشرکہ، مصر، مکتبہ دارالافتاء، مجتہدین و محدثین

اس ابتدائی حالت اور مدخلیت نے اس کا موٹے ریاکتنگ اور اسلامی تعلیمات میں تباہیت اور کج فہمی پیدا ہونے کے لیکن اس مختصر ابتدائی وقفہ کے ختم ہونے پر اسلامی معاشرہ اور اسلام کے رویہ میں بھی بڑی گہرائی اور اسلام زندگی کے بنیادی اصول پر نہیں رہا۔ کچھ ایسا ہی اقتصادی اور دوسرے خارجی عوامل کے نتیجہ پر اسلامی معاشرہ کے اندر زندگی کو بھی تبدیل ہو گیا اور ترقی کر گئی اور اسلامی معاشرہ میں بدترقی اور ترقی کر گئی۔ زندگی کا ساتھ دینے سے معاشرہ تباہ ہو گیا۔ مٹنے کا بار بار سامنے ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ خانہ بد اسلامی کے آخری مرکز اور بدترکی بننے اس کا اصل بن کر آیا اسلام اپنے اندر زندگی میں داخل نہ دے سکے گا اور اپنے کسی جگہ فروغ کے ضمیمہ میں ہو گا اور فروغ برسر اس اعلیٰ درجہ میں کہ اپنی ذات کے لئے اس کا خواہاں کر سکے گا۔

اسلامی تعلیمات کا اندازہ کو سکھانا ابتدائی ضرورت کا میں تھا اصل میں یہ توجہ دینا ہے۔ معذرت بخدا ہوئی زندگی کے مسائل کا کہیں کہیں اسلام اپنی تعلیمات کے لئے بنیادی سطح پر نہیں جاسکا اور ان کے لئے اپنی تعلیمات کے رویہ میں بڑی گہرائی نہیں دے سکا۔ اسلامی تعلیمات چل کر نہ ہی نہ دے گئے کے سنی اس زمانہ میں اس کے سوا کچھ اور نہیں رہا کہ زندگی کے کئی کئی اختیار کر لیا جائے۔ توحید جدید کے مسائل سے ناگوار اٹھانے میں ملان دیا ہے پھر وہ بائیں ملان ملک میں فرسٹ ہیڈ ہیں اور یہ حالت کو برتنی گوارا کیا جائے جیسا کہ اس وقت سعودی حکومت میں حال ہے یہ وہ تباہ اسلامی ملک ہے جس نے سرکاری طور پر اسلام چل کیا ہے اس لئے وہ اس بات کا نود ہے کہ اسلام چل کر نہ لے کر کیا ناسا پیڈا ہوتا ہے جیسا کہ

”تیسرے درجے کے افراد کی زندگی کا یہاں عام قانون ہے جس سے غرضیں بدلنا ان کو اپنے اسلام کے حصے میں بھی اس سے کام لینا چاہئے تاکہ وہ جدید و غزلیہ دنیا کے قدم بقدم چل سکیں اور کڑی و بدظنی کے اسباب سے نجات پا سکیں اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اسلام پر بھی یقینیت ایک مذہم کے اس قانون کو نافذ کریں اور اس کا زمانہ کے ساتھ بدلنے اور ترقی دینے کی کوشش کریں۔ ملت اسلامی کو بھی تیسرے درجے کے اس فطری اور ادنیٰ قانون کی پیروی میں غلطی (error) کے طعن پہنچا دیئے۔ مشرقی ممالک میں اس سے حائل ہونا ضروری ہے اس لئے کہ نگر و زندگی کے میدان میں باہل مغرب کے درجہ ذات طویل آسانی تجویز میں اپنی مغرب نے ان درجہ ذات کی تکلیف میں ملٹی اور اس اشکال طریقہ استعمال کیا، یہ طریقہ اودام و غزوات اور مخصوص مقامات سے متاثر نہیں ہوتا، اس کے پیش نظر صرف ذہانت کی تلاش ہوتی ہے۔“

قریباً ڈیڑھ سو صدی کے طویل و مسلسل تجربہ کے بعد مشرق قریب نے محسوس کیا کہ ان کے طریق کار میں بنیادی غلطی تھی جس کی وجہ سے ان کی جدید و جدید کا پورا تجربہ نہیں نکل رہا تھا اور بعض اوقات اس کے خلاف اسلامی حلقوں میں شدید رد عمل اور اشتعال پیدا ہو جاتا تھا جو تبلیغ و دعوتی نقطہ نظر سے خطرناک تھا، وہ برابر اپنی سماجی اور ان کے اثرات و نتائج کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیتے رہے اب ان نتائج کی روشنی میں غصوں نے کیا کہ ان کو پسندیدہ اور طریق کار میں بنیادی تبدیلی پیدا کرنی چاہئے اور پچھلے مسلمانوں کو بدلنے کی کوشش کے اسلام کی جدید تعبیر پیش کرنے اور اصلاح مذہب (reform) کی

تحریک پہلانی چاہئے اور جیس جہاں تجدید و اصلاح مذہب کی تحریک چلی رہی ہے اس کی بہت افزائی اور تائید کرنی چاہئے اس ذہنی تبدیلی اور ایک نئے طریق کار کی جستجو پر اقتباس سے بخوبی نشان دہی ہوتی ہے (TOWARDS UNDERSTANDING ISLAM) میں لکھتا ہے :-

”اصلاحی تحریکیں، دینی تعلیمات کی موجودہ تحریروں کی روشنی میں از سر نو تشکیل کرنے کی غلغلہ کو ششیں ہوتی ہیں ان کے ذریعے نئے تحریروں کو دینی تعلیمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس لئے وہ (سیست کے) ایک مبلغ کے لئے اولین بہت گہنی ہیں، اس کے معنی ہرگز نہیں ہیں کہ نئے تحریک جبکہ گہنی شعلی شروع کر دیں وہ اس کا استحقاق رکھتی ہیں کہ اس کا نتیجہ کے ساتھ مل کر کیا جائے، ہماری سزاؤں تحریکوں سے چہاں کی حیثیت موجودہ زندگی کے بچے دنیا نگار کی ہے اور جو مذہب کے تجربہ کنندہ حلقہ تشریف کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھیلتے جا رہی ہیں اور جس میں بدو حلقہ قوتیں حقائق سے خبردار نہ ہیں۔“

بہت ممکن ہے کہ ان میں سے ایک اصلاحی تحریکی مسلمانوں کے حضور عیسائی کو سمجھنے کے سلسلے میں، ایک غلطی کا اہم ثابت ہو گا کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آئندہ چند سالوں میں اسلامی ممالک میں (سیسی) مبلغ کا حصول کا رتہ مسلمانان افراہ کی اصلاح و احیاء سے زیادہ خود اسلام کی تجدید و احیاء اور بہر حال یہ کام کا

لئے تجدید و احیاء کا ہر ہے کہ ان مشرقیوں کے اصول و معیار کے مطابق ہی ہو گا اور یہ حقیقت تجدید کے بجائے تحریک، تجدید کا صل ہے جو تقریباً تمام اسلامی ممالک میں شروع ہو گیا ہے۔

ایک میدان ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور جس سے عظمت نہیں ہوتی چاہی
یہ میدان کھلے ہوا ہے یہ ان معذرت پسندوں کی مثال ہے ظاہر ہے جو میدان
اور لوگوں کے ساتھ دل کو کام کرنے کا غیر مقدم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اس نصف صدی کے خند عالم اسلام میں اصلاح و ترقی اور حقیقت تہد و
مغربیت کے جتنے علمبردار پیدا ہوئے ان کے خیالات و علامات اور ان کے طریقہ کار میں
مستشرقین کی اس دعوت و تحقیق کا عکس صاف نظر آئے گا یہاں تک کہ مستشرقین کے
ان خیالات کو ان مصلحین و علماء کے فکر و عمل کی اساس قرار دیا جاسکتا ہے اور اس کو
ہن کا مشرک منشور (Manifesto) کہا جاسکتا ہے۔

ان مستشرقین نے ایک طرف اسلام کے دینی احکام و اقدار کی تحقیر کا کام کیا اور دوسری
مذہب کے احکام و اقدار کی عظمت ثابت کی اور اسلامی تعلیمات و اصول کی اس تخریب
پیش کی کہ اس سے اسلامی اقدار کی کمزوری ثابت ہو اور ایک تسلیم یافتہ مسلمان کا رابطہ
اسلام سے کمزور ہو جائے اور وہ اسلام کے باغی میں تشگک ہو جائے کم از کم یہ سمجھنے
پر مجبور ہو کہ اسلام موجودہ زندگی کے مزاج کے ساتھ ساز نہیں کرتا اور اس زمانہ کی
ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنے سے عاجز ہے ایک طرف انھوں نے بدلتی ہوئی
زندگی اور تغیر پزیر اور ترقی یافتہ زمانہ کا نام لے کر خدا کے آخری اور ابدی دین اور
قانون پر عمل کرنے کو روایت پرستی اور جہت پسندی اور قدامت و وقیالوسیت کا
ملاوت قرار دیا اور دوسری طرف اس کے بالکل برعکس انھوں نے ان قدیم ترین تہذیبوں
اور زبانوں کے احیاء کی دعوت دی جو اپنی زندگی کی صلاحیت اور ہر طرح کی اقدار

کے اختیار کرنے کی دعوت دی اور ان کے تلامذہ نے وقتاً فوقتاً اس کی ضرورت ثابت کی اور اس کے فوائد فضائل بڑی بلند آہنگی سے بیان کئے اس کا نتیجہ بھی اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکا کہ پوری عرب قوم صحیح طور پر قرآن مجید پڑھنے سے محروم و آشنا ہو جائے اور وہ پورا علمی ذخیرہ (جو اپنی دہشت اور غلی فیت میں بے نظیر ہے) بے حسنی اور بیکار ہو کر رہ جائے۔

ان تجاویز اور شخوہوں کے تشریح کے حقیقی مقاصد خیالات ان کی دینی حیثیتوں کے
اسلام دشمنی کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے ان میں سے اکثر کی تصنیفات اسلام کی بنیادوں پر
غیر چلتی ہیں، اسلامیات کے سرخیوں (مثنویوں، حدیث و فقہ) کو خشک قرار دیتی ہیں، یہ علم
معاشرہ میں سخت زہری آفت اور خشک واریاب پیدا کرتی ہیں، اسلام کے عالمی شہر
(محدثین و فقہاء) کی عظمت و ذہانت کی طرف سے خشک بتکا ہوا ناقص علمی غلطیوں،
مستحکم غیر غلط فہمیوں، زبان و قواعد سے ناواقفیت اور بعض اوقات کھلی تحریفات کا نتیجہ
بکثرت نمایاں ہوتی ہیں، لیکن ان کی اکثر و بیشتر تصنیفات مغربی و شرقی دنیا میں مقبول ہیں،
نیا تعلیم یافتہ طبقہ جس میں سن وید عالمی علم کی بھی ایک تصاویر شامل ہے، اس کی بھی توجہ
طرز استدلال، نتائج کے اعتبار اور پیش کرنے کے علمی (ماتحتک) طریقے سے مروجہ و
سودے ہوا اس کی تحقیقی خاص علمائے شرق کی تصنیفات سے نہیں ہوتی، مغربی علمائے
مشرقیات جس بد قسمت و اعتماد کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں، اور انھوں نے شرق میں جو مقام
حاصل کر لیا ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ شرقی و علمی کی تینوں و اقربا میں علمی
(academics) (مجمع الفتویٰ) (مجمع العیالیں، الفتاویٰ) (مجمع الفتاویٰ)
الہدایہ (مجمع الفتاویٰ) میں تشریح کی ایک خاص تصاویر کے ساتھ ساتھ اس سے

استاذ و محنت اور اپنے حکم استدلال میں تشریف کی کتابوں سے کہیں فائق و ممتاز ہوں، ان میں ان کی تمام خوبیاں ہوں اور وہ ان کی کمزوریوں اور عیوب سے پاک ہوں اور دوسری طرف ان تشریف کی کتابوں کا علمی محاسبہ کیا جائے اور ان کی کیسیات کو بے نقاب کیا جائے، متن کے کچھ حصوں کی غلط فہمیوں اور زحمۂ اخذ مطلب میں ان کی غلطیوں کا واضح کیا جائے ان کے آخذ کی کمزوری اور ان کے اخذ کئے ہوئے نتائج کی غلطی کو روشن کیا جائے اور ان کی دعوت و تلقین میں ان کی جو بیہوشی سداسی اور افسردہ و یا سی متعاند شامل ہیں ان کو حشمت ابراہیم کیا جائے اور بتایا جائے کہ یہ اسلام اور سنت اسلامیہ کے خلاف کبھی گہری اور خطرناک سازش ہے۔

اس پہلے مثبت و اصلاحی کام (اسلامی موضوعات پر تصنیف) اور اس دوسرے سلسلے و جوابی جزو (علی محاسبہ) کے بیرون یا اسے اسلام کا ذہین و مصلحت مند طبقہ جو روپٹ امریکہ کی بلند پایہ یونیورسٹیوں یا اپنے ملک کی اعلیٰ تعلیم گاہوں میں تعلیم پاتا ہے، اور مغربی زبانوں میں (جس میں وہ زیادہ مہارت رکھتا ہے) اسلامی فرقہ پرکار مطالبہ کرنا چاہتا ہے، مستشرقین کے زہر اور خیالات کے اثر سے آزاد نہیں ہو سکتا اور جب تک اس اثر سے آزاد نہ ہو اسلامی ممالک پر برہنہ کی (شکار اور ذہنی داناؤ کے خطرہ سے دور چار میں گئے اور ان ممالک میں تجدید و غریبیت کے علمبردار پر ابان خیالات کا اظہار کرتے رہیں گے اور جب اقتدار ان کے ہاتھ میں آئے گا تو ان کو ہر نئے کارہائے کی کوشش کریں گے، جو اسلام کی روح کے منافی ہیں اور ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرتے ہیں جو صرف نل و توہیت میں تقدیم اسلامی معاشرے سے شبہت رکھتا ہے، اور جس کا رخ مغرب اور غلطی و بدعت کی طرف ہو گا اور جس کو دیکھ کر کم سے کم عالم اسلام

کے ان فضلاء اور متناقض سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ

ترسم زسی بکعبہ اسے اعرابی
کیں وہ کہیں وہی بزرگستان است

علوم اسلام کا زوال اور علماء کا فکری انحطال

عالم اسلام کے جدید اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ اور ان لوگوں کی جن کے انہیں حکومت و سیاست کی باگ ڈور ہے، بے راہ روی، غلط اندیشی اور دین سے ایسی کسی قدر سبب وہ موجود انحطال بھی ہے جو علوم اسلامیہ کے مرکزوں اور نمائندوں پر طول مدت سے طاری ہے اس موجود انحطال کی وجہ سے یہ علوم جو خود راہِ خدا کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بھرپور رہیں اپنی صلاحیت و افادیت اور بدلتی ہوئی زندگی کی رہنمائی کی قابلیت کا وہ روشن ثبوت پیش نہیں کر سکے جو تنازع البقا کے اس دور میں درکار تھا علوم اسلامیہ کا قدیم نصاب تعلیم اس زمانہ میں تو برابر بدلتا اور زندگی کا ساتھ دیتا رہا جس میں انقلابات بہت درمیان آئے تھے اور ان کی نوعیت میں زیادتی فرق نہیں ہوتا تھا یہ انقلابات اشخاص اور گروہ خاندانوں کی تبدیلی کا نام تھے لیکن اس کے باوجود خاصیتِ نصاب و حد و علم میں علمی و تعلیمی تحریک کے درخشاں اثر اپنی ذہانت و حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے اور تبدیلی و اضافہ سے کام لیتے رہے لیکن جب اسیویں صدی عیسوی کا وہ زمانہ آیا جس میں سکراں خاندانوں کا نہیں بلکہ تہذیبوں اور انکار و اقبال کا انقلاب رونما ہوا اور انقلابات کی کثرت اور شدت دونوں صدیوں کے تجاوز ہو گئیں تو یہ نصاب ایک منزل پر آ کر ٹھہر گیا اور اس نے ہر تہذیب و اضافہ سے انکار کر دیا اضافی منظرہ دکھایا اور طریق تعلیم پر صحیح سے

اس روش پر اصرار کیا گیا جو ہندوستان میں بانی دینی نظامی (ملاحام) اور دیگر کھنوی
 مہانتہ اور شرق وسطی میں اٹھارہویں صدی کے علماء اذہر کے زمانہ میں
 قائم ہو گئی تھی۔ فقہ و قانون اسلامی میں توحید و اہل افران کے مسائل میں (جو بدیدہ کنکنا
 نئی اختلاوات اور نئی تعلیمات نے پیدا کر دیئے تھے) اجتہاد کے کام پر پناہ چھوڑ دی گئی،
 اجتہاد کو اپنے اعلیٰ نازک اور نہایت ضروری شرائط کے ساتھ بیرونی علماء اسلام کا
 فریضہ اور بدلے ہوئے زمانہ کی رہنمائی کا ذریعہ بنا، مطلق و مسدود ہو گیا اور ایک
 معاشرہ عرب عالم کے طبع افغان میں، علماء کے نزدیک اس درجہ تک کو کھونٹا اور شرعاً ممنوع
 نہیں تھا، مگر جس کبھی سے وہ کھل سکتا تھا وہ فرصت گم شدہ تھی۔

اسلامی علوم، احکامات قرآنی اور شریعت اسلامی کے لئے جس طرح اقتدار و موثر و پائیدار
 و نفیس تصویر تشریح اور اس کے نظریات و ادب کے اس نئے دور میں جس کا سلوب اور طریقہ
 بیان کی ضرورت تھی وہ اگر نایاب نہیں تو کیا بے ضرورت تھا ایسے علماء خال خال پائے جاتے
 تھے جو ان دینی حقائق کی اجیت زندگی کی صلاحیت اور اسلام کی فوقیت و برتری کا
 نقش جدید طبقہ کے دل و صاف پر قائم کر سکیں اور انہی بھرپور علمی تنقیدوں اور اہلوانہ
 تحلیل و تجزیہ سے تہذیب جدید کے ظلم کو توڑ سکیں۔

قانون اسلامی کی تدوین جدید کی ضرورت!

اس میں شبہ نہیں کہ عالم اسلام کے مختلف گوشہ و کنار میں ایسی ممتاز ذہنی شخصیتیں

لے جی کی تفصیل کتاب اصول فقہ میں ہے۔

لے اٹاؤ سب سے اہم اور تمام اٹاؤ فقہ اسلامی جامعہ عمان و ماہی و زراعت کو مہتمم۔

پیدا ہوئیں جنہوں نے بعض وسیع مصلحتوں کو اپنی طاقتور اور دلاویز شخصیتوں سے متاثر کیا اور ایک بڑے طبقہ کو ذہنی ارتداد سے بچایا اور مسیح گوشتوں میں نقد و مسائل اسلامیہ پر کسی حد تک انفرادی کام بھی ہوا اور نقد و قانون اسلامی کو نئے لباس میں پہنی گیا لیکن عالم اسلام میں ایک ایسی طاقتور عالمگیر علمی تحریک کی کمی برابر محسوس کی جا رہی ہے جو جدید طبقہ کا اسلام کے علمی ذخیرہ سے رشتہ و رابطہ قائم کر سکے اسلامی علوم میں نئی روح پھونک سکے اور اس حقیقت کو ثابت کر سکے کہ اسلامی قانون اور فقہ نہایت وسیع اور ترقی پذیر قانون ہے اور وہ ایسے عہدی اصولوں پر قائم ہے جو کبھی فرسودہ اور راکھ و زبر نہیں ہو سکتے جس میں زندگی کے تغیرات و ترقیات کا ساتھ دینے کی پوری صلاحیت ہے اور جس کی موجودگی میں کسی دشمنی و انسانی قانون کی پناہ لینے کی ضرورت نہیں رہی مگر جو ماضی کا وہ ضروری کام ہے جو اسلامی ملکوں اور موجودہ اسلامی معاشرہ کو ذہنی و معاشرتی ارتداد سے بچا سکتا ہے اور غریب زندگی اور تنہد کے اس تیز رخسارے کو روک سکتا ہے جو عالم اسلام میں اس وقت اپنی پوری لطیفائی پہنچے، علماء اقبال نے اس کام کی ضرورت ثابت کی اور اس کے دودھ میں شائع کے تسلی سے بجا طور پر لکھا ہے :-

”میر (مستند ہے کہ شخص نامزد ملی کہجوری ہڈا نس (Jussive)
(اصول قانون) پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنیک کی اہمیت کو ثابت کنگا
ہوئے اسلام کا مجتہد ہوگا اور بنی نوع انسان کا سچے وجود ہمیں یہی شخص ہوگا اگرچہ
تمام عالمگیری اس وقت کے علمائے قانون اپنی ناداری کے لئے لایہ نشانی یا قانون اسلامیہ پر

لئے مثال کے طور پر ان کے مصلحتی رنگ و رنگ قابل تحسین کتاب ”مقدمہ علم و تحقیق“ نامی کتاب کو ملاحظہ فرمائی
گو کتاب کا عنوان ”مقدمہ علم و تحقیق“ ہے مگر یہ کتاب جو کچھ لکھنے والے نے لکھا ہے اس کا یہ

خود کر رہے ہیں غرض کہ وقت ملے گا کام کچھ کر سیریں رکائے انھیں میں مذہب اسلام
اس وقت گویا لڑائی کی گھنٹی بج رہی ہے اور شاید تاجی اسلام میں یہ وقت
اس سے پہلے بھی نہیں آیا۔

فقہ اسلامی کی جدید تدوین و توسیع کا کام کسی نئے قانون کی بنیاد رکھنے کے مترادف
نہیں جس کے نئے اصول وضع کرنے اور ایک چیز کو عدم سے وجود میں لانے کی ضرورت
ہو۔ اسلامی فقہ، قانون کا وہ عظیم سرمایہ اور انسانی ذہانت و محنت کا وہ عجیب و غریب
نمونہ ہے جس کی نظیر دنیا کے قانونی ذخیروں میں ملنی مشکل ہے یہ زندگی کے بہت بڑے
حصہ اور عصرِ قدیم کے اکثر حالات پر حاوی ہے، صرف اس کی ضرورت ہے کہ ان کی بار
اصول و کلیات سے (جو سراسر قرآن و حدیث پر مبنی ہیں) نئے جزئیات کا استنباط کیا جائے
اور ان سے موجودہ زندگی کی ضروریات اور تبدیلیوں میں رہنمائی حاصل کی جائے، اس
فقہی ذخیرہ کی وسعت اور اس کی قانونی تقدیر و قیمت کا اندازہ کرنے کے لئے مشہور شاہی
فاضل و ماہر قانون مصطفیٰ احمد اور قاضی کی کتاب "التدوين الفقہی الاسلامی" فقہ
الدینیہ کے مقصد سے بیک وقت اس پیش کیا جاتا ہے جس میں انھوں نے جویریہ بنی ہاشم
کے ہندو قانون اسلامی کے سینہ میں عزلی ماہرین قانون کا فقہ اسلامی کے تعلق آثار و آثار
پیش کیا ہے، وہ کہتے ہیں۔

• ماہی قوانین کی عالمی کمیٹی کی مشرقی قانون کی شائع نے جویریہ بنی ہاشم
کے نکاح میں درجہ دار مسلمانوں میں فقہ اسلامی کا ہفتہ نکاح اور ایک کانفرنس
مشفقہ کی کانفرنس ہوئی۔ ۱۹۵۲ء میں فقہ اسلامی میں جویریہ بنی ہاشم کی

صلحت میں ہوتی اس میں عرب غریب ملکوں کے فکاہوں کے ساتھ ازہر کے نہایت
عرب اور فریسیوں کا وزیر مشترک تین بڑی تعداد میں دے گا گئے اصرار پر نہایت
مختار ہو کر گئے اور باوجود اس کے ایک ہاں اور ابلیس کے فکاہی کے پہلے ہاں نہ کر
ہیچہ آگیا اسلئے اس کا ایک فائدہ دشمنوں پر نہ رہی کے فکاہی کی طرف سے نہیں
اور ڈاکٹر معروف اللہ صاحب نے تائید کی کہ تائیدوں نے اور اپنی افواج اور
ان قوانین کے پانچ حوانات پر بحث کی جو ایک ہی کی طرف سے پہلے نہیں کرتے گئے
تھے وہ حسب ذیل تھے :-

- (۱) ملکیت کا اثبات (۲) عام مفاد کے لئے اشتراک (۳) عام کی ملکیت پر قبضہ
- (۴) جرم کی ذمہ داری (۵) اجتماع کی ممانعت (۶) ایک دوسرے پر اثر (۷) سود
کے باعث میں اسلام کا نقطہ نظر

یہ سب کچھ اور باہر فرنگی میں ہوئے تھے اور یہ موضوعات کے لئے ایک نیا تصور
تھا کہ کچھ کے بعد قرار دیا کہ فرنگی کے ناموں کے درمیان باہر ہوا تھا اور جن
اور صورت کے اعتبار سے کچھ طویل ہوا تھا کچھ مختصر اس کا خلاصہ بیان کیا جاتا تھا
اس قسم کے ہاں کے درمیان ایک میر جی جی کے بار میں وہی ایشی کے مسئلہ تھا
کفر سے جوئے اور انہوں نے کہا ۔۔۔۔۔۔ میری مجلس نہیں آتا کریں اس میں خیال
میں کہ اس کی تعداد ہمارے اور اس میں جدید ماحول کی ضروریات کی گیلی کی صورت
نہیں ہے اور اس کا فرنگی کی تقریریں اور ہاں اس سے حاصل خواہد کہ زیادہ
پاس کے بالکل برعکس جو بات ثابت ہوئی ہے اس دروں میں کیسے مطابقت
لے ملے اور کہ وہ کچھ کچھ جہم میں وہی اس میں فیصلہ کرتی ہے۔

پیدا کروں؟

کافر نس کے اختتام پر تمام نامعلوموں نے اجماعاً ایک تجویز پاس کی کہ
ترجمہ جب ذیل ہے۔

اس کا کافر نس کے شرک کا مان رہا ہے کہ مشرک و کافر اسلامی کے سلسلے میں
میشی ہو شفا اور ان کو شفا کے جناح ہیں۔ یہ بات بھی غریبہ ظاہر ہو گئی کہ —
(نعت) اسلامی فخر کی ایک خاص (قانونی و دستور) قیمت ہے جس پر فریضہ
کیا جاسکتا — (۱) اس عظیم قانونی سرمایہ پر فریضہ مذہب کا یہ استحکام،
سلطات، مملکت اور قانونی اصولوں کا بڑا خزانہ ہے جو احترام جو میں کاچھا
مستحق ہے اور اس کے ذریعہ فخر اسلامی میں قابل ہے کہ جدید مذہب کی منہویا
اور حاکم کیسے کرے۔ (۲) اس فخر میں ان کا اعتبار کہ تہذیب کی یہ بہت پروردگار
جایا کہ اس کا کافر نس کے سرکشیہ کو اس کا ذریعہ قرار دینے کی وجہ سے
کی ایک قیمت تیار کرے جس کو آئندہ جہیز میں بہت وفاقہ کا فائدہ بنانے کی ضرورت
ہو اور جس کی اہمیت کا گذر خود برائیاں سے اظہار ہوتا ہے۔

کافر نس کے نزدیک اس کا بھی امید رکھتے ہیں کہ فخر اسلامی کی ایک لکڑی
تیار کرنے کے لئے ایک کچی بنا دی جائے گی جس کے ذریعہ قانون کی کتاب سے
استفادہ اور مزاحمت آسان ہو جائے گی اور یہ ایک ایسا فقہی اور فکری پیشہ
ہو سکے گا جس میں اسلامی قانون کی تمام سلطات جدید طرز پر مرتب کی گئی
ہوں گی۔

امید کی روشنی

جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو اپنی مخصوص عمر کی تربیت اور جدید سلاہیتوں کی بنا پر قیادت و سرانجامی کے منصب پر فائز ہے، اپنی ان تمام کمزوریوں اور مزاحمت کے باوجود جو نئی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے، سلاست، فہم اور قبولیت میں کمی استفادہ و صلاحیت سے محروم نہیں بلکہ کامیاب و توفیق فیصلہ قوت مند اور حقیقت پرستی میں بعض دوسرے طبقوں سے بھی ممتاز ہے، اس طبقہ کے بہت سے افراد جو کہ کسی بات کو صحیح اور حق سمجھ لیتے ہیں تو بڑے جوش و اداسانہا کے ساتھ اس کا تبلیغ و اشاعت میں مشغول ہو جاتے ہیں، اس طبقہ میں کثرت ایسے افراد پائے جاتے ہیں جن کو اسلام سے گہرا تعلق اور پچایشن ہے، اس طبقہ سے اسلام کو جس بڑے صحیح انجیلی عین نظر و فکر اسلام کے حیدائی اور سرفروش بھادو حاصل ہوئے، بہت سی دینی دھوتوں اور اسلامی تحریکوں کو اس طبقہ سے یہ جوش و اداس پائی، شریعت کو کھلی میں یہ جہاں اللہ نے انسانی، شیخ محمد عبدہ الصلیح منہاگو اور ہندوستان میں تحریک خلافت سے لے کر صدر جامعہ کی امام دینی تحریکات کے قائدین کو اس طبقہ میں سے اپنے بہترین کارکن اٹھائے اب بھی گروہین کے داعی بے بوٹ اور مخلصانہ طریقہ پر اس کو دین سے انوس کرنے کی کوشش کر رہا ان کے ذہن کی ان شکلوں کو دور کریں جو مغرب کی مخصوص مزاج کی تعلیم نے ڈال دی ہیں اور ایمان کی اس چنگاری کو تحریک کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو اب بھی ان کے دل و جان کے اعتماد پہ ہوئی ہے تو اب بھی اس طبقہ میں اقبال و محمد علی جیسے صاحب فکر و صاحب عمل افراد پیدا ہو سکتے ہیں یہ دین کے داعی کے لئے ایک ایسا میرٹ اگیزہ کی سرت بخش اکشاں ہو گا کہ اس کا ذہان بے اختیار کھلے گا۔ ج۔

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

عالمگیر صوبہٴ محال کی تبدیلی کے لئے اور عالم اسلام کے حالات میں انقلابِ عظیم پیدا کرنے کے لئے دہشت کے داعیوں کو اس طبقہ پر اپنی توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے کہ اسی طبقہ کی غلط اندیشی اور بے راہ روی نے عالم اسلام کو ذہنی ارتداد کے خطرہ میں مبتلا کر دیا ہے، اسلامی ممالک کا تاریخ خاص اسلامیت کے بجائے خاص مغربیت کی طرف موڑ دیا ہے اور حرام کو حلال بن کر اور جائزوں کے دلیلیں نکال کر تاریخِ اسلامی قیادت کے ہاتھ میں دے دیا ہے اور اسی طبقہ کا اصلاح سے دوبارہ ان ممالک کا تاریخ مغربیت سے اسلامیت کی طرف موڑا جاسکتا ہے۔

ذرا غم ہو تو یہ مٹی بہت نازخیز ہے ساقی



عالم اسلام
مستقل و مجتهدانه کردار

تفسیر موقف

اب دیکھنا ہے کہ تفسیر موقف کیا ہے؟ وہ متوازن اور صحیح موقف جو عالم اسلام کو مغربی تہذیب کے بارے میں اختیار کرنا چاہیے اور جو غربیت و اسلامیت کی اس کشمکش میں اس کی شخصیت کی حفاظت کر سکتا ہے۔

عالم اسلام کے موقف کا تعین اس وقت تک نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ ہم اپنی اسلامیہ کھجور اور اس دنیا میں اس کے نصب اور حیثیت سے واقف نہ ہوں پھر اس زندگی کے بارے میں اس کے نقطہ نظر سے باخبر ہوں جو تہذیب کو پیدا کرتا ہے اور دنیا میں لگا رہتا ہے اور تمدنوں کی تشکیل کرتا ہے۔

امت اسلامیہ کا مقام اور اس کی دعوت

امت اسلامیہ آخری دینی پیغام کی حامل ہے اور یہ پیغام اس کے تمام اعمال و تحریکات و سکنت پیداوی ہے اس کا منصب قیادت و رہنمائی اور دنیا کی نگرانی و امن کا منصب ہے قرآن مجید نے بہت قوت اور مراحت کے ساتھ احکامات کیا ہے :-

لَا تَجِدُ أُمَّةَ مُعْتَدِلَةً إِلَّا آتَتْهَا الْبَاسُ	(سورہ بقرہ، آیت ۱۷۵) تم لوگو! خودی
تَأْتِي السُّبُوتُ وَالْمَعْرُوفُ وَالْجَنَّةُ	”ہجرت“ ہو جائیگی کہ اللہ تعالیٰ (سج)
فِي الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَالْمَشْرِقِ	کے عبور کی گئی ہے قرآن کی حکمت سے بڑی
(الاعراف: ۷۷)	حد کے لئے اور شرح پر ایمان رکھنا ہے۔

دوسری جگہ کہ آیا ہے :-

یہ قوم زندگی کا ایک خاص مقصد رکھتی ہے دنیا کے لئے اس کے پاس ایک
کمل دعوت ہے اس کی تہذیب و ثقافت اس کی جدوجہد اور عمل اور اس کی ہر کم کی
سرگرمی اور لٹا اس کے عقیدہ و مقاصد اور پیغام کی تابع ہے اس کے نزدیک مسلم
برائے علم اور طاقت برائے طاقت اور اتحاد برائے اتحاد کی کوئی قیمت نہیں بلکہ
اور کائنات پر فتح حاصل کرنا اور طبعی دشمنی طاقتوں کی تسخیر اگر وہ اپنی قوت یا اپنی
مادی اور علمی فتوحات کے اعجاز کے لئے ہو اس کے نزدیک ہووے عجب یا حد سے
بڑھتی ہوئی انسانیت کے سوا کچھ نہیں قرآن مجید اس کے جذبات اور سلالات کو
اس آیت سے قابو میں رکھتا ہے۔

یہ عالم آخرت میں ان لوگوں کے لئے خاص	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ
کہتے ہیں جو دنیا میں دنیا پر ہنسنا چاہتے ہیں	وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ أَجْرٌ كَبِيرٌ
اور دنیا کو ایک تیرہ تھی لوگوں کو	وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ أَجْرٌ كَبِيرٌ

(الحسن، ص ۷۰)

طاقتور، باخبر، صالح اور صالح مسلمان!

ضرورت کی حد تک اور انسانیت کے مفاد اور نیک مقاصد کے لئے اسلام زندگی
کائنات اور علم کی راہ میں جدوجہد کا ہاتھ قرار دیتا ہے بلکہ بعض اوقات اس کی تہذیب
بھی دیتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے طاقتور، باخبر و پرورش اور صالح و صالح
مومن کی مثال دی ہے جو کائنات و مادی طاقتوں کو سنبھال کر رہتا ہے اور اسباب
ووسائل کا ذخیرہ بھی جمع کرتا ہے اور اپنی فتوحات اور مہمات کا دائرہ بھی بڑھاتا

کر رہتا ہے، لیکن اپنی طاقت، سلطنت اور قیادت کے شباب میں بھی اور ظاہری دنیا پر تعزیت کے بعد بھی اپنے دلبہاؤ پر ایمان رکھتا ہے، اس کے سامنے تسلیمِ غم کرنا ہے، آخرت پر یقین رکھنا ہے اور اس کے لئے جدوجہد کرتا ہے اپنے صنعت کا معزت ہے انسانیت اور کمزور قوموں پر رحم دل اور مہربان کا سامی ہے اور اپنی مادی توانا جدوجہد، صلاحیتیں اور اپنے مادی وسائل اور ذخائر، اثر کے نام کی بلندی اور انسانوں کو غفلتوں سے نور کی طرف اور انسان کی زندگی سے اللہ کی زندگی کی طرف بلانے میں مصروف کرنا ہے، وہ میرٹ اور کردار جس کی نمائندگی سلیمان بن داؤد علیہ السلام، ذوالقرنین اور خلفاء راشدین اور اثنا عشریہ نے اپنے اپنے زمانہ میں کی ہے۔

زندگی، آخرت کے لئے ایک عبوری مرحلہ!

اس زندگی کے بارے میں اس کی پالیسی اور وقت یہ ہے کہ وہ اس کو جب بلند مقصد، آرزو اور ترقی دے گی یا اپنی کی سوانح نہیں بھٹا دے اس کو ایک ایسا عبوری مرحلہ بھٹاتا ہے جس کو پار کرنا انسان کے لئے ضروری ہے اس کے نزدیک وہ عظیم تر کامیابی، لافانی اور غیر مسترت زندگی کا ایک ذریعہ اور واسطہ ہے، قرآن مجید اس دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے خفا بل میں اس کی بے حتمی بیان کرتے ہوئے بہت وضاحت اور قوت کے ساتھ کہتا ہے۔

مَنْ لَمْ يَخُذْ بِالْآخِرَةِ لَظَنَّ أَنْ يَمُوتَ دُونَ ذَلِكَ وَلَئِنْ لَمْ يَمُوتْ لَظَنَّ أَنْ يَمُوتَ دُونَ ذَلِكَ وَلَئِنْ لَمْ يَمُوتْ لَظَنَّ أَنْ يَمُوتَ دُونَ ذَلِكَ (نور: ۲۰)

وہ جو آخرت کے لئے تیار نہ ہو گا تو یہ ظن کرے گا کہ وہ اس سے پہلے ہی مر جائے گا۔

ایک اور وقت پر آئے۔

اَلَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ
يَسْئَلُ كُلَّ اَنْفُسٍ اَمْسَتْ
فَوَيْلٌ لِلَّذِي خَلَقَ
(الحک - ۲)

میرا موت اور حیات کو پیدا کیا کرتا ہے
اور اس کے حکم میں کہتا ہے کہ تم لوگوں میں سے
کون کون کی جانیں ختم ہو چکی ہیں
(پہلے اور بعد میں دست دلا کر) کہتے
ہو گئے۔

وہ کہتا ہے کہ آخرت زیادہ بہتر اور زیادہ پائدار حقیقت ہے۔

فَمَا الْخَلْقُ اِلَّا نَسْفٌ
فَوَيْلٌ لِلَّذِي خَلَقَ
يَسْئَلُ مَا خَلَقَ
(انعام - ۳۰)

اور یہ کہ کائنات تو کچھ نہیں ہے کہ کچھ نہ ہو
میں نے تو اس کو توڑ کر پھینک دیا ہے کہ
آخرت کا گھر ہے وہ سو تو اس پر کیا تم
راتی بات کرو نہیں کہتے!

فَمَا الْخَلْقُ اِلَّا نَسْفٌ
فَوَيْلٌ لِلَّذِي خَلَقَ
يَسْئَلُ مَا خَلَقَ
(قصص - ۶۰)

اور یہ کہ تم کو پیدا کیا ہے وہ تو برباد
ہو رہا ہے کہ کچھ نہ ہو کہ جس میں کہ
(وہ تو جو خدا نے پیدا کیا ہے وہ تو برباد
ہو رہا ہے کہ کچھ نہ ہو کہ جس میں کہتے
ہو گئے کہ تم لوگوں میں سے کون کون کی جانیں ختم ہو چکی ہیں)

وہ ان لوگوں کی خدمت کرنا ہے جو اس خدائی عطا فرمائی، ناقص اور چرچہ دنیا کو
ابری ملا زوال، وسیع، ہر قسم کی کدورت اور آتش، بیماری اور نقصان سے خالی ہر چیز
سے آزاد اور ہر خطر سے پاک آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، قرآن مجید کہتا ہے۔

وَالَّذِي خَلَقَ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ
بَرَّكَ لَكُمْ فِيهَا وَلَهُ الْعِزَّةُ لَعَلَّكُمْ تَرْجِعُونَ

وَقَدْ شَفَعْتُ عَنْ تَبَرُّكِ الْمَشْهُودِ
يَبْعَثُهَا حَتَّى يَأْتِيَ بِهَا فِي
شَكْلِ الْيَوْمِ (البرہم ۳۱۶)

یہ کہہ کر وہ دعا پڑھتا تھا کہ
اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِکُلِّ شَیْءٍ
فَعَلْتَهُ (البرہم ۳۱۶)

اے خداوند! میں تجھ سے اپنا تمام
دعا کا شکر کرتا ہوں کہ تیرے
دعا کے اس کا کوئی (خود) مطلب
مقصود نہ ہو۔ اور اس کا ہم کو نہ ملے
مگر میں یہ دعا پڑھتا ہوں کہ اے خداوند
میرا دعا خوب جانتا ہے کہ میں اس کے
دست سے پہنکا ہوا ہے اور یہی اس کا
خوب جانتا ہے میرا دعا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:-

بِیْنِ الْمَوَدَّةِ وَالْمَوَدَّةِ الْمَحَابَّةِ
وَقَدْ شَفَعْتُ قَدْ رَأَيْتُکُمْ تَعْلَمُوْنَ
(البرہم ۳۱۷)

ایک اور جگہ یہ آیت ملتی ہے:-

فَلَمَّا تَخَلَّى تَحْتَ قَوْسِ قَامَرِ الْخَوْفِ ۝ برائے دل میں سے اس کو نکال دیا گیا۔

وَلَمَّا تَخَلَّى تَحْتَ قَوْسِ الْخَوْفِ ۝ اور اس کا دل ہرگز اس سے نہ نکلا کر چلا۔

(الفرقان: ۲۷-۲۸) وہ جس کو سب سے بڑا (اس کا) ٹھکانہ بن گیا۔

وہ اس شخص کی تربیت کرتا ہے جو آخرت کو ترجیح دیتے ہوئے اور دنیا کو نظر رکھتے ہوئے دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب زندگی گزارتا ہے اور کہتا ہے:-

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ يَضْحَكُوا ۝ اسے کہہ دے کہ وہ سب سے بڑا یہ بھی بھول جائے

يَضْحَكُوا إِذْ يَقُولُ أَفْلَاحٌ ۝ اسے اور آخرت میں بھی بھول جائے اور آگ

(البقرہ: ۲۱۰) کے شائبہ سے اس پر ہلکا۔

حضرت موسیٰ کی زبان سے ارشاد ہوتا ہے:-

وَالْكِتَابُ نَزَّلَ فِي الْفَجْرِ ۝ اور دعائیں اس کی زبان سے نکلیں یہ بھی ہوتے

فُتِحَ الْفَجْرُ ۝ اور اس کی کھلتی اور آخرت کے دنیا کی بھی

(الفرقان: ۱۵۷) ہوتے ہیں چھائی کو ہم نے ہی عربوں کو دیکھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:-

وَإِنَّمَا نَزَّلْنَا فِي الْقُرْآنِ كِتَابًا مُرِيدًا ۝ اسے دنیا میں بھی پیڑھیں دی اور ہم نے

فِي الْقُرْآنِ وَفِي الْحَبْلِ الْعَرَبِيِّ ۝ آخرت میں بھی اس کی جگہ دی اور ان دونوں

(الاحقاف: ۱۰۷) میں ہو گئی۔

اور نیز ان تشریلات جو اس دنیا کے بارہ میں ایک مسلمان کے موقع کو بہت کامیابی اور نراکت کے ساتھ متعین کرتی ہے وہ یہ امور حکیمانہ جملہ ہے جو جمعہ کے بعض خطبات کا جزو ہے "اِنَّ لَدُنَّا حُكْمًا ۝ لَنُفَرِّقَنَّ بَيْنَكُمْ وَلَئِنْ كُنْتُمْ عَلٰى شَكٍّ مِّنْهُ ۝ (دنیا تمہارے لئے

پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لئے پیدا کیے گئے ہو! مسلمان دنیا کے سہا ہے وسائل سے اس طرح نائدہ اٹھاتا ہے جیسے کہ یہ چیز اس کے لئے سفر کی گئی بلکہ اسی کے لئے وجود میں آئی ہے اور آخرت کے لئے وہ اس طرح کوشش کرتا ہے جیسے کہ وہ اسی کے لئے پیدا کیا ہے وہ دنیا اور اس کے سہا ہے وسائل کو ترک سمجھتا ہے، اگر نہیں غلام اور تحت سمجھتا ہے، انکار اور انکار نہیں، ذریعہ اور وسیلہ سمجھتا ہے، مقصد اور غایت نہیں، آخرت کو وہ اپنے سفر کا منزل مقصود سمجھتا ہے، جہاں اس کو پہنچنا ہے، ایسا وطن سمجھتا ہے، جہاں اس کو پناہ دینا ہے، جہاں نجد وہ اس کے لئے اپنی ساری قوت جمع کرتا ہے، قہر کم کد حمت مولیٰ اس کے اعز اور شوق کے ساتھ اپنے وسائل کو کام میں لاتا ہے اور یہ نبوت کی وہ مثال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی، آپ نے فرمایا تھا۔

ماہی علیہ السلام لا یسئل ان یطعم
میرا دنیا کا من موندنا ہے کہ میری
استغاثت غنیمت شرمناخ
شاہ میں سارے کچھ ہے جو تھوڑا ہے کہ
وہ شرمناخ
لے ایک خدمت کے کچھ ہیچ کے لئے

جنگی گھر اس کا چھوڑ کر چلا گیا

دنیا کی زندگی کے بارے میں قرآن کا یہ طرز بیان اور تشریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی آپ کی تعلیمات آپ کی گفتگو، آپ کے جذبات، آپ کی دعاؤں، آپ کی حکومت، جلوت، ہر چیز سے عیاں ہے، اس قدر ہی نفوس کی زندگی بھی اس کی تصویر پیش کرتی ہے، جنہوں نے آپ کے دامن عاطفت میں تربیت پائی اور ان کی شخصیت اور میرے کی تعمیر آپ کی تربیت میں ہوئی، پورا اسی طرح وہ تابعین اور دوسرے اہل ایمان نے

یقین جہان کے راستہ پر چلتے رہے اور ان کی ہدایت پر عمل پیرا رہے۔

یہ ان کا مزاج اور سرشت بھی گئی تھی اور ایک ایسی فکر کی حقیقت جس پر یہ فیہرہ کی کوئی گناہش نہیں رہے وہ نقطہ ہے جہاں آسمانی مذاہب اور نبوت کی تعلیمات یا (اگر یہ تعبیر صحیح ہو) اور مشن نبوت اور فلسفوں اور اس مادی فکر سے نکلا آجے جس کا اصرار یہ ہے کہ یہی دنیا سب کچھ ہے، یہی انسان کا مقصد ہے چنانچہ وہ اس کی تعریف و تقدیر میں اور اس کی عزت و محبت میں اس کو آرام دہ اور آچھے سے اچھا بنانے میں ہمالہ سے کام لیتا ہے۔

دینی و روحانی قدروں سے باغی تہذیب

یہ انسانیت کی ایک بہت بڑی ٹریجڈی اور تاریخ کا عظیم المیہ تھا کہ مغربی تہذیب اس زمانہ اور اس قوم میں وجود پائی جہاں ان باغیہ جیسی دین کی بنیادوں سے باغی تھی اور دین کے ان نام نہاد علمبرداروں سے سخت بیزار اور شہر قہمی جنہوں نے یہی کو اپنے ذاتی مصالح اور نفسانی خواہشات کو مانتی اور آئندہ کاربنا رکھا تھا ان کی بکدوبارہ ان کی دہشت و جہالت اور علم و فضل کے راستہ میں رخنہ اندازی کی کوشش سے وہ ان سے بلا فروخت و بیزار تھی چنانچہ تہذیب و صنعت اور تیز رفتاری و محنت و مادیات ان کے بڑھے یہ دھماکے یہ تھا کہ زندگی کا عظیم خاص مادی بنیادوں پر کھانسی جس میں انسانیت اور معاشرہ انسانی کا اس کے خالق و رب سے کوئی تعلق نہ ہو یہ سب ان اسباب اور یورپ کے مخصوص حالات کا نتیجہ تھا جن حالات میں اس تہذیب کا نشوونما ہوا وہ مادی اسباب اور کائناتی قوتوں پر قابو پا چکی تھی اور مافوق فطرتی علوم میں

ہوت آگے بڑھ چکی تھی یہاں تک کہ انہیں ماسخیں اور فاسقے بھی اس کے ختم ہو گئے اور وہ اس قابل ہیں جو گئی کہ وہائی کہ کویا کر سکے، غلامی آزادانہ سفر کرے اور کہے کہ وقت میں کرنا اسی کے گرد چکر لگائے اور وہ کامیابیاں حاصل کرے جو پچھلی نسلوں کے خواب خیال میں بھی نہیں آسکتی تھیں۔

مشرق اسلامی کے تجدید پسند رہنماؤں پر روایت کا غلبہ

یہادی رجحان اور نفسیات مشرق اسلامی کے تجدید پسند بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں مغرب پرست قائدین یا بیچیں شکل ہو گئی، کمال سے چل کر کمال اسلامی ممالک کے تمام رہنمادیت کے مشن میں یکساں طور پر اثر انداز نظر آتے ہیں انہوں نے بھی توت اور ترقی کو ایسا مسجود مطلق بنایا ہے جس کی پرستش واجب ہے، اور جس کے علاوہ کوئی حقیقت موجود نہیں جس کی قربان گاہ پر ساری اخلاقی و روحانی قدیم اور ہر وہ چیز جس کی ادنیٰ افادیت نہ ہو ہیضت پر اسلامی جانی چاہئیں۔

اس کے ثبوت کے لئے ان قومی رہنماؤں اور سیاسی لیڈروں کے بیانات ان کے مضامین ان کے اعلانات و منشور اور ان کی عملی کارروائیاں اور اقدامات اور وہ سالہ جو لوگ ان جماعتوں کے ساتھ کرتے ہیں جو ان رجحانات پر تنقید کرتے ہیں، بالکل کافی ہے جو شخص حکومت کے منصوبوں اور پلانوں اور اس کی سرگرمیوں کا وہی انداماد جائزہ لے گا وہ محسوس کرے گا کہ ان کے سامنے ملک کی صرف مادی ترقی و خوشحالی ہے اس کا مقصد میا پر زندگی کو بلند کرنا اور ان قوموں کی برادری میں شامل ہونا ہے جو تاہم اور محسوسات

کے سوا کسی اور چیز سے واقف نہیں اور طاقت کے سوا ان کا کوئی مجبور نہیں اور ہی ترقی اور
 ارضی خوشحالی کے سوا ان کا کوئی نصب العین اور مقصود نہیں اور معرفت انسانوں کے
 اس مجموعہ کو مستتر مانتی ہیں جس کا کوئی قوی یا سیاسی ساہدہ مربوط کرنا ہے اور وہی اس
 نزدیک عزت و احترام کا مستحق ہے اس ذہن و مزاج اور نفسیات درسا چکا تو ایسا نے
 یہودی میں دنیا کو نصیبت میں ڈالا ہے مذاہب نے اس جنگ اور مزین ذہنیت کے
 خلاف جہاد کیا ہے اسلام بھی اس کو مٹانے کے ور ہے ہے کسی اسلامی ملک کے دنیا کا
 اس ذہنیت کو اپنا نا اور اس طرز فکر کا اختیار کرنا بہت بڑے فکری انحطاط اور
 پستی کی علامت ہے جس سے ایمان کی کمزوری و تربیت کی خرابی پست ہوتا ہے جنگ فکری
 کا پتہ چلتا ہے اور یہ خود اس ملک کے لئے اور اس کے قیومین ماری دنیا کے لئے
 ایک بڑی بھری ہے۔

اپنی اسلامی شخصیت اور اس دنیا میں اس امت کے نصب و مقام کی حفاظت
 اس کا احساس کہ اس کا پیغام اور دعوت کیا ہے (خروجی زندگی و زندگی کے اخلاقی
 و روحانی پہلو پر اصرار و جدوجہد) اصل (line of demarcation) ہے جو ان دونوں پہلوؤں
 کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے ایک وہ تہذیب جس کا سرچشمہ اسلام ہے اور اس کی
 ذمہ داری اس نے قبول کی ہے اس میں اسلامی شخصیت کی خود نگری اور خود شناسی نظر
 آتی ہے اور سری تہذیب وہ ہے جس کا اسلام نے برات کا اظہار کیا ہے اور مسلمانوں
 کا اس میں نقصان ہی نقصان ہے اور اس میں ذہنی غلامی شکست خوردگی پوری طرح
 نمایاں ہے اور بندروں کی طرح نقل کرنے (copy) کا جذبہ اور طوعے کی طرح ہرجی ہول
 جیز کو دہرانے کا طریقہ اس سے صاف ظاہر ہے۔

ذہانت اور قوت ارادی کا امتحان

تہذیب کا اچھا نمونہ تیار کرنا اور تمدن کی تشکیل انسانیت کی ذہانت اس قوم کی عبقریت (Genius) اس کی قوت ارادی اور صلاحیتوں اور دین کے صحیح فہم کا امتحان ہے اور یہ جو عقل و تہذیب کا اضافہ و ترمیم کا عمل نہیں ہے اسلام نے حرام و حلال کے حدود مقرر کئے ہیں ان حدود سے لگے بڑھنا اس نے ناجائز بتایا ہے اس کے درمیان پاکیزہ اور نامناسب طریقہ پر زندگی سے تنبیہ کا وسیع میدان ہے شرط ہے کہ اس میں اسراف و بخل نہ ہو ورنہ عثر کی حق تکلفی نہ ہو گناہ میں گرتے ہوئے اور اسراف و خیر میں مبتلا ہو جانے کا ڈر ہے جو عثر کی زندگی کا ورنہ ہو جو مردانہ اوجہات اور شرفیادہ خصائص کے خلاف ہو یا سپرد باس غفلت گھراؤ گھر کے اہل اور زندگی سے لطافت اندوزی کے ہر شہید میں جاری و ساری ہے اس نے مساکین کی رعایت مسافروں و محنتوں سے احتیاط داری اور دفاعی قوت کا کمزور ہونا حصول اور غیہ اور نافع علوم سے استفادہ کی ترقیب ہی ہے بشرطیکہ وہ اس کی شخصیت کی بنیادوں کو کمزور اور اس کی اسلامی قومیت کو بھجورج نہ کرتی ہوں نیز جو قوم میں احساس کمتری ہے اعتمادی اور دوسروں کی بے ارادہ اور چند باتوں طریقہ پرانہ ہی تقلید اس کے رنگ میں رنگ جانے اور ان کے طرز حیات کو عورت و احترام کی نگاہ سے دیکھنے کا جذبہ اور خواہش پیدا نہ ہو۔

فولاد کی سختی اور ریشم کی نرمی !

یہاں تہذیب کی اساس ہے جس کا جب گڑنور کی سختی ہے دوسری طرف نرمی کی گلا

یہ تہذیب حقائق نئے مسائل اور وقت کے نئے تقاضوں کے مطابق (بغیر استغناء و غیال
 آرائی اور تخیل پسندی کے) ارتقائیک نری دکتی ہے۔ عقیدہ و اخلاق کی سرحدوں پر وہ غولہ سے
 زیادہ سخت ہے اور پہاڑوں کی طرح ثابت قدم اور خیر و دور نیک کے علوم کے بارے میں
 خواہ وہ کسی دور و ساز تک اور خط میں ہوں اپنی منیر و عقل کی آگاہ کلی رکھتی ہے اور سینہ
 کشادہ و خیزان نظیروں اور خصوصوں کو قبول کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ جو نہ دین کو بھروسہ
 کرتے ہیں نہ اس کے اخلاقی نظام میں کوئی تغیر پیدا کرتے ہیں۔

مغربی استفادہ کا حقیقی میدان اور اس کے حدود!

یہاں پر محمد اسد صاحب کی کتاب (How to read) کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا
 ہے جس میں خیالات کا لائن اور نگر و نظر کی چنگی بہت نمایاں ہو کر سامنے آئی ہے جس میں
 انھوں نے بہت خوبی کے ساتھ اس شاہکار کی نشان دہی کی ہے جس پر عالم اسلام کو مغرب کا
 استفادہ اور جدید وسائل سے کام لینے کے میدان میں چلنا چاہئے اور کہتے ہیں:-

”عالم اسلام اور یورپ کی ایک دوسرے سے اتنے قریب نہیں جتنے تھے جتنے
 آج ہیں اور یہی قرب اس ظاہری اور پوشیدہ گفتگو کا باعث ہے جو آج ان دونوں
 ممالک کے درمیان جاری ہے۔ جہاں پہلے ایک دوسرا غریب و دور تھا وہ اب دونوں کی
 روحیں مل رہی ہیں۔ ان کے اثر سے بہت آہستہ سکتا آواز مل رہی ہے۔ اس
 گزشتہ سال سے وہ دور جوتے جا رہے تھے کہ یہاں مسیحیت کے رشتہ دار اور مسلمان
 صرف انسان کے درجہ انسانیت کی اصطلاح و ترقی کا ایک ذریعہ ہے اور اس ترقی
 کے بہت کم پیش قدمی کا شکار تھے جا رہے تھے۔ اب وہ اب اس دور میں جا رہے ہیں۔“

ان لوگوں نے یہی کہہ اوقات و حالات کے بھی کہ ایک فرسودہ اور بھٹا مشرقی کہہ
چلاں لکھ کر کاتے ہیں یہ لکے کہ نہ پست نہ لے جا رہی ہے۔

میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمان مغرب کے کچھ نہ لے نہیں لے سکتے یا خصوص
مشرق و مغرب کے یہ فرق ہیں اس لئے کہ علم و ادب کا ایک اور حقیقت ہے اور
خصوصاً اس وقت کے لئے کہ ان کے ہونا نے اس کو ہرگز نہیں سے علم حاصل کر کے حکم
دیہ و علم مغرب کے یہ مشرقی اعلیٰ اکنان و حقیقتات کیلئے مسلمان کو ہی
جس کا کوئی امتیاز نہیں ہے یہی ہے تمام فرقہ واریتوں کے شرکیہ و بدوالمذہب
و اشقیات کے یہ بنیادیں پر انہیں کہ نیا اور کھلے ہو اس کے پیشروں نے
تمام کا تھیں خواہ اس کے تمام سے ملنے رکھتے ہوں یا کسی اور قوم سے اس طرح کی
انسان سے دوسرے انسان کی نسل سے دوسری نسل ایک تہذیب سے دوسری
تہذیب تک، تعمیر و اصلاح و ترقی کا کام برابر جاری رہتا ہے اس لئے اگر کسی خاص
نژاد یا خاص قوم میں یہ کام انجام نہیں دے تو یہ نقصان نہیں کہہا جاسکتا ہے کہ وہ اس
نژاد یا اس تہذیب کے ساتھ خصوصاً نہیں ہو سکتا ہے اگر کسی امتداد میں کوئی دوسری
قوم جو زیادہ باہمت اور صلاحیت و میدان علم میں موجود ہو کر حصہ لے لیکن یہ حال
سب اس کام میں برابر کے حصہ دار ہیں۔

ایک دور آیا بھی آیا تھا جب سلاطین کا تہذیب و تمدن یورپ کے تہذیب و
تمدن سے زیادہ شاندار تھا اس لئے یورپ کو بہت سی انتہائی قسم کی صنعتی و فنی ایجادات
عطا کیں اس سے بڑھ کر کہ اس نے یورپ کو اس نئی طریقہ کے اصول و ہدایا دیئے
جس میں علم جدید اور تہذیب جدید کی بنیاد ہے لیکن اس کے باوجود یورپی تہذیب کا

کیمسٹر کا علم عربی نہیں کہلایا اس طرح انجیرو اور ظلمات کو اسلامی علوم نہیں کہلایا
 حالانکہ اصل بات کہ اگر سید غلامی ہے اور وہ خدا کا بٹا ہے تو وہ سب دینوں میں سب سے
 عظیم اس طرح نہ کہے کہ کشتی لگا لی اگر نہی علم نہیں کہ کشتی لگا رہی ہے اس کا سید لکھ رہا تھا
 یہ جیسے شیعہ علمی کام نہ تھا بلکہ کاشتکاری پر مشتمل ہے۔

اس طرح اگر اسلامی اور عیسائی کے آپس میں جواب دہ (مفتی) علوم و فنون کے مسئلہ خدائے
 اپنے تئیں یہ تو صرف دیکھا اور ان کے خطری غواہش اور جذبہ سے کہ تم پر یا دوسروں کے
 تجربات اور خطرات سے فائدہ اٹھانے کے خطری غواہش اور جذبہ سے کہیں گے اور
 ان کو اس کی ضرورت کو نہیں ہے (مغربی زندگی کے اشکال) (man) کو اپنے جاننا
 (manhood) اور مروجہ اجتماعی تصورات کو اپنائے تئیں تو اس سے اس کو کچھ برابر
 بھی فائدہ نہ ہوگا اس لئے کہ یہ وہی اس کو اس میدان میں جوئے کے گاہ اور اس سے
 پہنچ نہیں ہوگا جو خود ان کی ثقافت اور ان کے دین نے ان کو دکھایا ہے۔

اگر اسلامی خدا پرست بلند کریں اور جو عمل سے کام لیں اور قرآن کو ایک ذریعہ
 احد میلہ کی حیثیت سے اپنائیں تو وہ اس طرح نہ صرف اپنی باطنی حریت کی
 مخالفت کر سکیں گے بلکہ شاید یورپ کے انسان کو زندگی کے گم شدہ مہلک کارواز
 بھی بتا سکیں گے۔

ممالک اسلامیہ میں اسلامی تمدن کی اہمیت

تمدن کی جو اس انسانی نفسیات اور قوم کے جذبات و احساسات کی گہرائمیں

تک تری ہوئی جو آپ ہی اللہ کی قوم کو اس کی مخصوص تہذیبِ تمدن سے الگ کر دینا چاہی
 دین و شریعت کے سایہ میں پرہیز پر حیا ہے اور خصوصاً دینی ماحول میں اس کا نشوونما
 ہوا ہے اسے کارزارِ حیات سے الگ اور عقیدہ و عبادت اور دینی رسوم تک محکوم کر دینے
 اور اس کے حال کو اس کے ماضی سے کاٹ فیض کے مراد ہے اس کا قیام اور
 انسانی معاشرہ پر چڑا گہرا اثر پڑا ہے اور بالآخر وہ معاشرے ان معاشرہ میں ضم
 ہو گئے ہیں جن کی تہذیب انھوں نے اپنی اپنی تخی اور اس طرح وہ آسانی کے ساتھ
 رفتہ رفتہ۔۔۔ اپنے بنیادی عقائد اور مسلک حیات سے بھی الگ ہو گئے ہیں جس کو وہ
 دانتوں سے کڑے ہوئے تھے۔

اسلامی شخصیت اور ملتِ مسلمہ کے وجود کے لئے مغربی تمدن کے خطرناک ہونے کا
 مطلب یہ نہیں ہے کہ زندگی کی سہولتوں سے استفادہ اور مغرب کی دریافت کردہ
 سائنس اور ٹکنالوجی، ایجادات و تفریح و سہولت کے وسائل کو مطلق حرام کہہ دیا
 جائے اور یہ دروازہ بالکل بند کر دیا جائے، اسلام ہمیشہ سے وسیع ذہن کا ملک اور
 ہر صانع اور مفید شئی سے استفادہ کرنے کے سلسلہ میں فراخ دل اور کٹ دوشیم رہا ہے اور
 رہے گا لیکن اس معاملہ میں مغربی تمدن کا مفہوم آکات و ایجادات اور زندگی کے مفید
 تجربات سے استفادہ سے زیادہ وسیع معنوں میں شکل ہے اور وہ انکار و انذار اور خدا ایم
 و مطالب بھی اس میں شامل ہیں جن پر مغربی تہذیب کی بنیاد ہے، پوری زندگی کو مغربی
 رنگ اور تمدنی منصوبہ بندی کا تابع کرنا اس طرزِ حیات کو اپنا ناجو اسلامی مہیا
 طہارت و نظافت اور اعتدال و پابندی کی روح سے بیگانہ ہے آدابِ شریعت
 اور سنت نبوی پر عمل کی راہ میں بھی رکاوٹ بن جاتا ہے اور اس اسلامی زندگی سے

ہیستہ وہ کہہ دیتا ہے جس کا نمودار سولی خدا صواب کلام اور ان کے صحیح فیصلوں نے دنیا کے سامنے پیش کیا وہ امت پر ایک اجنبی رنگ چڑھا دیتا ہے جس کے بعد وہ صرف اپنے ناموں یا اپنے قوی دبا سوکے (جنھیں بعض عرب و مسلم اقوام ابھی تک اپنا سے ہوئے ہوئے یا اس کی مسجدوں سے بلند ہونے والی اذانوں یا مختلف ٹکڑوں پر کم و بیش تعداد میں سجدہ جانے والوں سے پہچانی جاتی ہے) گویا اسے اسلام سے رسوم کا ایک بڑیک دھاگہ باندھے ہوئے ہے اور خدا نخواستہ اگر نہ تا تو ہر چیز ٹوٹ کر بکھرجائے گی۔

میرزا قلیچ ہے کہ بیک وقت موجود تمدنی سہولتوں، جدید آلات و ایجادات اور انسانی ترقیات سے استفادہ اور اسلامی تمدن کے حسن و سادگی، حقیقت پسندانہ طہارت و نظافت اور اسلام کے اخلاقی اصولوں اور معاشرتی تعلیمات کا کاربند رہنا ممکن اور قابل عمل ہے، مگر یہ اس وقت ممکن ہے جب اسلامی حکومتوں اور معاشروں کو آزادانہ و مجتہدانہ فکر و نظر اور جرأت مندانہ منصوبہ بندی کی توفیق ملے اور جب ان کے اندر فراست ایمانی، اصلیت پسندی، اسلامی تعلیمات و ثقافت اور شخصیت کی برتری پر ایمان ہو یہ منصوبہ بندی اتنی جاذب نظر و اغریب اور قابل قدر و قابل احترام ہوگی کہ ان اسلامی شیروں کا رخ بیرونی ممالک کے مفکر اور دانشور اس کثرت سے کریں گے جتنے آج تفرج کرنے والے بھی نہیں کرتے اور تمدن کا نقشہ جیل بہت سے مغربی ممالک کو کم سے کم اس منظر پر خندگی سے سوچنے اور اسلامی تمدن کی برتری کا اعتراف کرنے پر مجبور کرے گا، جیسا کہ اندیس کے اسلامی تمدن کے بارے میں دیکھنے میں آچکا ہے جس کا مغربی تہذیب اور اس کے ادب و فلسفہ پر گہرا اثر پڑا ہے۔

لیکن انہوں کے ساتھ کہنا چاہئے کہ مشرق و مغرب اور عرب و عجم کے کسی اسلامی ملک کو ابھی تک اس کی تفریق نہیں ہوئی، شاہی میں سے کسی ملک کو اپنی برائت ہوئی کہ وہ تجربہ کے طور پر یہاں آیا کر کے دیکھتا، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سب ممالک مغربی کتاب حدود کا ایک ناقص اور غلط ایڈیشن اور ایک دیکھی ہوئی تصویر بن کر رو گئے ہیں، جو اہل مغرب کے لئے کوئی کشش نہیں رکھتی، جب وہ بھی ان ممالک سے تفریق کا گندہ نہ ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ مبہم اختلافات قائم ہیں اور ہمارے یہی چیزیں ہیں جیسا کہ ہے۔

تہذیبی اثر عمل، محنت و ذہانت، تخلیق و اجتہاد اور حرارت و عزم کا نام ہے، وہ عقل و تقلید اور جزوی اصلاح و ترمیم کا نام نہیں، اسلام نے عقل و عمام کے حدود قائم کر کے ان کے توڑنے کی ممانعت کر دی ہے، اور پاک اور بے ضرر تفریق کے لئے (جہاں سوائے اور جن تعلق، خوش و گناہ سے خالی ہو) بڑی گنجائش دے رکھی ہے، وہ اس زندگی کو پسند کرتا ہے جو شریف و بہادر مردوں کے نمایاں نشان نہیں، اور یہی روح و لباس و غذا، معاشرت و اجتماع، تفریح و لذت اندوزی کے اسلامی احکام میں بکھر فرما ہے، اجتماعی مصالح کی رعایت، مسامحہ اور حضراتوں سے اجتناب، فوجی طاقت اور قلعہ کی تیاری اور علم و حکمت کے صالح اور نافع پہلو کو اختیار کرنے کے وہ نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب دیتا ہے، بشرطیکہ یہ چیزیں اسلامی قیامت و شخصیت کی قیمت دے کر نہ حاصل کی جائیں، جو ان سے امت میں احساس بہتری، بے اعتمادی، عاجزانہ و سطحی تقلید اور دوسروں کی عقل کا مجنونانہ شوق اور ان کی زندگی پر دھجک بے پایاں کے جذبات نہ پیدا ہوں۔

یہ ایسی تہذیب کے اصول و اساس ہیں، جن میں رستم کی نرمی بھی ہے اور

فولاد کی سختی بھی نرمی حقیقی و فطری ضرورتوں اور جائز تقاضوں کی نگین اور حقائق کو تسلیم کرنے میں ہے جو تحلیل اور بہانہ پر مبنی نہ ہوں اور سختی، عقیدہ و اخلاق کے حدود پر ثابت قدمی کے سلسلے میں ہے، اسلامی تہذیب کھلے ذہن و ضمیر کا ایک ہے وہ ان ترقی پذیر علوم و فنون اور انسانی تجربوں سے غافلہ اٹھانے میں جو کسی غلط فہمی یا کسی دور تاریخ میں کئے گئے ہوں بہت کشادہ قلب واقع ہوئی ہے بشرطیکہ وہ اس کے بنیادی اصولوں اور مقاصد کے منافی اور دین و اخلاق کے لئے نقص کا سامان نہ بنیں۔

عالم اسلام کا سب سے بڑا خلا

عالم اسلام کا اس وقت سب سے بڑا خلا اس کا دور و مصلحت انسان کا فقدان ہے جو مغربی تہذیب کا جرات اور اعتماد اور یقین کے ساتھ سامنا کرے اور اس تہذیب جدید کے مختلف سانچوں، مختلف مکاتب فکر اور راستوں کے درمیان ایک نیا راستہ پیدا کرے، ایسا راستہ جس میں وہ عقیدہ، فکری، اخلاق اور انتہا پسندی سے بالاتر نظر آئے اور ظاہری اشکال، مظاہر اور سطحی نقطہ نظر سے بلند ہو سکیں اور مسائل، قوت اور مغز کی طرف متوجہ ہو اور اس کے ظاہری غول میں نہ لپکے۔

عالم اسلام کا مردِ کامل

ایسا مردِ کامل اور عبقری (genius) جو اپنے ملک اور اپنی قوم کے لئے ایک ایسی نئی شاہراہ کھولے جس میں ایک طرف دعا و ایمان ہو جو محض نبوت کا فیض ہے اور دین ہو جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس امت کو عطا کیا۔

دوسری طرف وہ علم ہو جو کسی خاص ملک یا قوم یا نژاد کے ساتھ مخصوص نہیں، وہ دین سے نیک خواہشات اور جذبات اخذ کرے جو انسانیت کی خدمت اور تہذیب کی تشکیل و تعمیر کے لئے سب سے بڑا ذخیرہ اور سب سے بڑی دولت ہے، وہ صحیح اور صالح مقاصد حاصل کرے جو صرف آسمانی مذہب اور صحیح دینی تربیت سے حاصل ہو سکتے ہیں، اس کے ساتھ مغربی تہذیب کے وہ پیدا کردہ وسائل اور آلات حاصل کرے جو اس کو طویل علمی سفر اور مسلسل اور سخت جدوجہد کے بعد حاصل ہوئے ہیں، لیکن یہاں اور ان نیک مقاصد کے فقدان کی وجہ سے ان سے صحیح فائدہ نہیں اٹھایا جاسکا بلکہ اس کی انسانیت کشی اور تہذیب دشمنی یا بہت خیر مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

وہ مالی دماغ جو صلوات انسان جو مغربی تہذیب اور اس کے تمام نظریات، افکار، اور قوتوں کے ساتھ خام مال (raw material) کا سامنا کرے اور اس سے ایک نیا اور طاقتور تہذیب کی بنیاد تعمیر کرے جو ایک طرف ایمانی اخلاق، تقویٰ، رحم دلی اور انصاف پر قائم ہو، دوسری طرف اس میں اس کی مخصوص ذہانت، قوت ایجاد اور ہمت، فکر، جملہ گروہوں، مغربی تہذیب کو اس نظر سے نہ دیکھے کہ وہ تکمیل و ترقی کے آخری مراحل سے گزر چکی ہے اور اس پر آخری ہولنگ چکی ہے اور اب اس میں کسی ترمیم و اضافہ کی گنجائش نہیں ہے اور اس کو جوں کا توں اور اس کے سامنے عیوب کے ساتھ قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے، بلکہ وہ اس پر علاحدہ علیحدہ اجراء کی حیثیت سے نظر کرانے جس چیز کو چاہے نہ کرے اور جس چیز کو چاہے اختیار کرے اور پھر اس سے زندگی کا ایک ایسا ڈھانچہ تیار کرے جو اس کے مقاصد اس کے مقصد، اس کے بہادری اور اصول

اخلاق کے ساتھ ہم آہنگ ہو، اسلام نے اس کو زندگی کا جو ضابطہ دیا، اس کا جو مخصوص نقطہ نظر، نئی نوع انسان کے ساتھ معاملہ کرنے کے لئے جو خاص احکام، اور آخرت کے لئے مسلسل جدوجہد اور جہاد کا جو جذبہ عطا کیا ہے اس پر مبنی ہو اور اس سے وہ زندگی وجود میں آئے جس کے متعلق قرآن نے شہادت دیا ہے۔

مَنْ قَوْلٍ عَدَا لِقَوْلِهِ لَا تَقُولُوا قَوْلًا	جو شخص نیک عمل کرے گا وہ ہر امر و
عَفْوٌ مِّنْهُ وَتَقْبِلُهُ عَذَابُ	اللہ اور ان کو دکھنا ہو تو تم دنیا میں بھی
مَنْ يَتَّبِعْهُ يَكْفُرْ أَفَتَسْتَبْخِرُونَ	اس کو زندگی میں بھی بے سرکوشی گے اور
بِأَشْتَرٍ مَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۚ	ان کو آخرت میں بھی بات کے برعکس مال

(الحق۔ ۹۷) کا صلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔

ایسا طریق حیات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور اس عقیدہ پر مبنی ہو کہ وہ انسانیت کے لئے اسوۂ کامل اس کے ابدی رہنما اور قائد، اور قیامت تک کے لئے قابل تقلید نمونہ اور محبوب آقا ہیں ان کی لائی ہوئی شریعت زندگی کا دستور، قانون سازی کی بنیاد اور وہ تنہا طریق زندگی ہے جس کے ذریعہ دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے اور اس کے علاوہ اللہ کو کوئی اور طریق زندگی قبول نہیں۔ وہ مادی دماغ اور جو صلہ انسان ہی جو مغرب سے وہ علوم حاصل کرے جو اس کی قوم اور ملک کے لئے ضروری ہیں جس کے اندر کوئی عملی افادیت ہے اور جس پر مغرب و مشرق کسی کی چھاپ نہیں، وہ محض تجربی اور عملی علوم (sciences) کہے جاسکتے ہیں تو بی نظیر اور دین سے بغاوت کے دعوے درجہ اولیٰ اپنا دماغی توازن کھو چکا تھا اور دینی حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے قابل نہیں تھا، ان علوم و نظریات پر جو گرو

پر مدد گئی تو کلاس کو وہ بھاڑنے اور اس طرح ان کو صاف کر کے بے جس طرح خاک کے دھیر
 یا کچرے کے تھلے سے کوئی میرا یا بھاری بوتی حاصل کیا جاتا ہے وہ مفید علوم کو امداد و تہذیب
 پر ہرگز اور ان غلط نتائج سے پاک اور آزاد کر کے حاصل کرے جو بڑی برکتی ان کے ساتھ
 لگا دیئے گئے ہیں وہ مغرب سے جن علوم و نظریات کو اخذ کرے ان میں ایسا ہی کیوں نہیں ہوگا
 دے اور ان کو دین کے گہرے رنگ میں غوطے کر پناہ بنا لے اور ان سے عظیم اور انقلاب انگیز
 نتائج پیدا کرے جو انسانیت کے لئے زیادہ مفید اور بہتر ہوں اور ان نتائج سے کہیں زیادہ
 قیمتی ہوں جہاں اس کے مغربی استاد پہنچے تھے اور جس کے گائے ان کے فکر و تحقیق کی
 رسائی نہیں۔

وہ شخص جو مغرب کو اپنا نام و پہنا اور خود کو اس کا عقیدہ اور شاگرد اور شاہین
 تسلیم کرنا اور بلکہ سمجھے کہ وہ اس کا ایک رفیق سفر اور دوسرا ہے جو مخصوص حالات کی وجہ
 سے بعض اوجس اور اقتصادی علوم میں اس سے بہت نیچے گیا ہے اور اس کے ان تجربوں
 سے بہت نیچے لیکن نبوت نے جو روشنی اس کو عطا کی ہے اس کا اس میں اضافہ کرے اور
 یہ سمجھے کہ اگر اس کو مغرب سے بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے تو مغرب کو بھی اس نسبت کچھ
 حاصل کرنے کی ضرورت ہے بلکہ مغرب کو وہ جو مل سکتا ہے وہ اس سے کہیں افضل و
 بہتر ہے جو خود مغرب سے مل سکتا ہے وہ کوشش کرے کہ اپنی ذہانت اور شوق و
 مغرب اور اسی درد مافی تو ان کے اس حسین استخراج سے ایک ایسی شاہراہ اور
 ایک ایسا مسلک زندگی پیدا کرے جس کا احترام اور اس کی تقلید کرنے پر مغرب بھی مجبور
 اور کاتب فکر اور تہذیبی رہنماؤں میں ایک ایسے دیستان کا اضافہ کرے جو دنیا کے
 عظیم ترین حکمران کو دعوت فکر و مطالعہ اور عظیم ترین قوموں کو دعوت عمل دے۔

یہ عالم اسلام یا کسی اسلامی ملک کے وہ عالی درجہ اور حوصلہ مند رہنما کا نمونہ ہے جو عالم اسلام میں (جہاں بہ طرح کے زعماء و قائدین کثرت کے ساتھ موجود ہیں) ایسی تک ناپید ہے اور ایک حسین دل کث خواب اور غفلت کی حیثیت رکھتا ہے یہ وہ بلند پایہ دیوبندی رہنما ہے جس کے پہلو میں اگر عالم اسلام کے فروغ یا انقلاب و انقلاب فاشیہ بڑا رہنما کھڑے کر دیتے جائیں تو نہایت حقیر انسان معلوم ہوں اور فکر و نظر عوام و حوصلہ اور اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے تو نے اور بالمشق (Mansur) نظر آئیں، مشرق کے وہ زعماء و قائدین جو اس نصحت صدی کے عرصہ میں سامنے آئے ہیں کوئی اس بلند میدان پر چڑھا نہیں اترتا اور کوئی اس ضرورت کو پورا نہیں کرتا جو مصریہ مصر کی سب سے بڑی ضرورت بن گئی ہے، اقبال نے صحیح کہا ہے کہ

د مصطفیٰ زہد و شاد میں ہے اس کا نور

کہ روح شرقی بدن کی تلاش میں ہے ابھی

مسلم ممالک کا کردار اور تباہی کا جدید کاسک پڑا کا زامہ

عصر جدید میں جبکہ مغربی تہذیب اپنے ارقہا کے آخری نقطہ پر پہنچ گئی ہے، اور مسلم ممالک اپنے مخصوص حالات اور تباہی کی بنا پر اس میں مساویانہ حصہ نہیں لے سکتے اور اگر بالفرض ایسا ممکن ہو تو ان کے لئے اپنے عقیدہ، سکھ، مذہب، عقائد و خصوصاً نوعیت کی بنا پر ایسا ممکن اور جائز بھی نہیں، یہ ان کی قومیت اور اجتماعی خود کشی کے مرادوں ہے اس حالت میں تھیلہ دیوبندی اور انکار و سلطیت کے درمیان ایک محفوظ و بلند و اعزّت راہ ہے یہ نہ صرف ان ممالک کے منصبِ تمام کے خدایانِ نشان ہے

بلکہ یہ نیا ہیجہد کا سب سے بڑا انتخاب ہے۔ لیکن اقدام اور وقت کا سب سے اہم اور قدس کام ہے کہ یہ ہے خود تہذیب جدید کی رہنمائی اس میں زندگی کا نئے درجہ پہنچنا اس کو اصلاح مقاصد اور سفر کی صحیح منزل عطا کرنا اس کو نبوت کی عطا کی ہوئی ایمان و محبت کی دولت سے آشنا کرنا اور اس کی اصلاح و تکمیل کی وہ خدمت جو صرف علم ہمالہ ہی انجام دے سکتے ہیں اور جس کی اس جہد میں کوئی جرات نہیں کر رہا ہے۔



حرفِ آخر

یہ بات کتنی ہی تلخ اور ناخوشگوار ہو، لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ موجودہ عالمِ اسلامی مجموعی طور پر خود شناسی اور خود اعتمادی کی دولت سے محروم ہے اس وسیع و وسیع دنیا میں جو ملک آزاد ہیں، (خواہ وہ صدیوں سے آزاد چلے آ رہے ہوں یا انھوں نے ماضی قریب میں آزادی حاصل کی ہو) وہ بھی ذہنی اور علمی حیثیت سے مغرب کے اسی طرح سے غلام ہیں جس طرح ایک ایسا پسماندہ ملک غلام ہوتا ہے جس نے غلامی ہی کے اصول میں زندگیوں کو گھسیٹ کر ہڈیوں سے بٹھا رکھا ہے، بعض اوقات ان ملکوں کے سربراہ سیاسی میدان میں قابلِ تعریف اور بعض اوقات خطرناک حد تک جرات و ہمت کی بات کرتے ہیں، اور بعض اوقات بھر جوتی اور اپنے ملک کی بازی تک لگا دیتے ہیں، باز نہیں آتے، لیکن فکر، تہذیبی اور تعلیمی میدان میں ان سے اتنی بھی خود اعتمادی، انتخاب کی آزادی اور تہذیبی صلاحیت کا اظہار نہیں ہوتا، جتنی کہ کسی ایک عاقل بالغ انسان سے توقع کی جاتی ہے، حالانکہ خلفہِ تاریخ کا یہ ایک ستر اصول ہے کہ فکر، تہذیبی اور تعلیمی غلامی سیاسی غلامی سے زیادہ خطرناک عیسیت اور مستحکم ہوتی ہے، اور اس کی موجودگی میں ایک حقیقت پسند

تاج قوم کے نزدیک سیاسی غلامی کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اس عیسوی صدی عیسوی کی آخری دہائیوں میں جب دنیا کو عظیم عالمگیر جنگوں سے گزر چکی ہے اور تیسری جہاد سوز جنگ کے بادل امانڈر ہے یہی دور کسی ملک کا کسی ملک کو غلام بنانا اور اس کی مرضی کے خلاف اس پر قبضہ رکھنا ایک ناقابل فہم اور نامکمل اس بات سمجھ جانے لگی کہ دنیا کی بڑی طاقتیں اب روز بروز سیاسی اقتدار کے کھائے ذہنی و فہمی اقتدار اور کسانوں و ہمہ رنگی پر قائم ہوتی چلی جائیں گی۔ مغرب کے اس ذہنی و فہمی اقتدار اور اصولی و نظریاتی وحدت کو دنیا میں اگر کوئی طاقت و دعوت پہنچ کر سکتی تھی اور اس کی ماہ میں رکاوٹ بن سکتی تھی تو صرف عالم اسلام کی جہاد گارڈ شخصیت اس کی دینی و اخلاقی دعوت اور اس کا فلسفہ زندگی تھا لیکن ایک طرف ان تاریخی عوامل کی بنا پر چین کی ہم نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب ۱۲ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر میں تشریح کی ہے عالم اسلام مغرب کی ابھرتی اور پھیلتی ہوئی طاقت سے آنکھیں ملانے کے قابل نہیں رہا تھا اور جو طبقہ اس دور انقلاب میں اس کی قسمت کا مالک بنا ہوا تھا وہ جیسا کہ ہم نے ایک پچھلے باب میں بیان کیا ہے، تمام تر مغرب کا نہ صرف خوش چیں بلکہ دایہ مغرب کا شیر خوار بچہ تھا جس کا (ذہنی) گوشت پوست اسی کے دودھ اور اسی کے خون جگر سے تیار ہوا تھا، دوسری طرف ان اسلامی ملکوں کے حوام و جمہور میں ایمان و عقیدہ کا جو اثر اخلاقی رکھ رکھاؤ، معاشرتی روایات کا احترام اور نفس کی ترغیبات کا مقابلہ کرنے کی جو کچھ کچھی طاقت تھی (جس سے مغرب عرصہ عرصہ محروم ہو چکا ہے) اس کو مغرب نے

ان مختلف ذرائع سے جن میں سے بعض بظاہر نہایت معصوم اور فیاض ہیں اور بعض نہایت سموم اور مہربانہ ہیں ڈائمنسٹ کرنا شروع کر دیا ہے۔ تعلیمی میدان میں یونیورسٹی کی اعانت و سرپرستی اور ماہرین فن کی منصوبہ بندی کے ذریعہ کبھی مفسد استاد اور ماہرین تعلیم کے ذریعہ کبھی اس شکل کی انتشار پسند اور بجان انگیز لٹریچر کے ذریعہ جو ایک سیلاب کی طرح عالم اسلام میں پھیلتا جا رہا ہے۔ کبھی میدان جنگ بندی کرنے اور زندگی کو فوگلو اور پرست ہنسنے کے بہانے ٹیلی وژن کو گھر گھر عام کرنے کے ذریعہ اس طاقت کو بابر مغلوں کی جا رہا ہے کبھی ان پانچ مادہ ملکوں کو فیاضانہ امدادیں دی جاتی ہیں، ان کی شرائط کے طور پر ان ملکوں کی حکومتوں سے ایسی تبدیلیاں اور اصلاحات کا مطالبہ کیا جاتا ہے جو ان مسلم عوام کا مزاج اور ان کا نظام معاشرت بدل دینے کے لئے ایک کارگر و ثابت ہوتی ہیں عرض مغرب نے دور رہتے ہوئے بھی ان ملکوں کے گرد ایسا گھیر ڈال دیا ہے اور ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ غلامی کے کہنا اور فرسودہ طریقوں سے کہیں زیادہ یہ آزاد ملک مغربی طاقتوں کے بیڑا انتشار میں گرفتار ہیں اور انگریز رجم کے اس پرانے شعر کی ایک ایسی وسیع اور پراز حقیقت تشریح سامنے آ رہی ہے کہ شاید خود شاعر کے وہیم و گمان میں نہ تھی۔

کس نے ہی اپنے نقاروں سے مقلد جان کا

ظاہروں پر سحر ہے سمیاد کے اقبال کا

ان تبدیلیوں یا اصلاحات کے نفاذ میں ان ملکوں کے سربراہان میں سے

بعض اسلام کا دم بھی بھرتے ہیں، بعض ایک عالمگیر اسلامی طاقت اور اسلامی طاقت

کی باتیں بھی کہتے ہیں اس طرح سرگرم اور مستعد نظر آتے ہیں جس سے زیادہ خود مغرب کے تہذیبی بند نہیں ہو سکتے جس طرح بے چین و چراغ امریکہ اور دوس کے اسلامی اور قیاسی منصوبوں کو قبول کیا جا رہا ہے جس طرح ان کے ماہرین فن کو ان ملکوں کے ذہن و مزاج کی تبدیلی کا نقشہ بنانے کی اجازت دی جا رہی ہے جس جوش و خروش اور عزم و فیصلہ کے ساتھ ٹیلی ویژن کو (بہتر کسی بنیادی تبدیلی و اصلاح کے) گھر گھر پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور مختلف ذرائع سے اس کو زیادہ سے زیادہ قابل حصول بنایا جا رہا ہے جس طرح مستشرقین کے بعض مساوات مند شاگردوں کو اسلامی مسائل میں تنقید و انتقاد پیدا کرنے کے وسائل اور مواقع فراہم کئے جا رہے ہیں جس طرح مختلف ذرائع سے تفریح و تفریح کار حجام پیدا کیا جا رہا ہے عورتوں کی غیر محدود آزادی و بے پردگی مخلوط تعلیم فلم سازی کی صنعت کی بہت افزائی اور سرپرستی کی جا رہی ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ سربراہ ان مغربی طاقتوں کے راستہ یا ناکہ راستہ (آؤ کار اور ان کے تحریکی مقاصد میں ہم نوا تو نہیں بن گئے ہیں البتہ ہمیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ ان حوام کو اس دینی غیرت اخلاقی شعور و خیر و شر کی تیز اور حیا و بے حیائی کے مفہوم ہی سے نا آشنا بنا دینا چاہتے ہیں جو بعض اوقات ان کی مغرور بے داری اور تہذیب و مغرب پرستی کی راہ میں رکاوٹ بنتا رہتا ہے اور جو کسی وقت بھی ایک دینی انقلاب اور نشاۃ ثانیہ بن کر ان کے اقتدار کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں یہ جان نظر آ رہا ہے کہ اگر تبدیلی یا اصلاحات کا یہ عمل چند برس اور جاری رہا اور اخلاقی تحریک و انتشار کے ان وسائل کو کچھ نوسہ آزادی کے ساتھ اپنا کام کرنے کا موقع ملے تو ان ملکوں کی وہ نسل جس میں نئے اثرات قبول کرنے کی پوری صلاحیت ہے اتنی متاثر ہو جائیگی کہ

و اس تہود و مغزیت کے دو میں کوئی قابل ذکر راسخہ ذکر نہ کیے گی جہاں تک اس نئی نسل کا تعلق ہے جو اس ماحول میں پیدا ہو چڑھے گی تو اس کے یہاں کن مخالفت یا اختلاف نہ ملے گا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہے گا اس کا بھی قوی غلطو ہے اور اس کا آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں کہ ان ملک کا ایک جزا طبقہ بالخصوص مغربی ممالک اور بالخصوص طبقہ اس اختلافی جذام میں مبتلا ہو جائے گا جس کا مغرب پوری طرح شکار ہو چکا ہے اور پھر شاید پوری دنیا میں کوئی ایسا صحت مند معاشرہ ہی باقی نہیں رہے گا جس پر دنیا کی دوبارہ روحانی اور اخلاقی نظریہ کے کام میں اعتماد کیا جاسکے۔

جہاں تک مغرب کا تعلق ہے وہ عالم اسلام کے بارے میں کبھی غلط اور نیک نیت نہیں ہو سکا یہ اس پچھلی تاریخ کا بھی تقاضا ہے جس پر مسیحی جنگوں کے گھنے سامے پھیلے ہوئے ہیں اور سلطنت عثمانیہ اور مغربی ملک کی طویل اور خوں ریز تاریخ کی گہری چھاپ پڑی ہوئی ہے یہ حقیقت پسندی اور عقل عملی کا بھی تقاضا ہے کہ صرف عالم اسلام ہی میں مغرب کے عالمگیر اقتدار کو چیلنج کرنے اور ایک ایسا نیا ملک بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے جس کی بنیاد جدا گانہ فلسفہ زندگی اور عالمگیر دعوت پر ہو یہ ان قدرتی وسائل اور ذخائر کی قدر و قیمت کے احساس کا بھی نتیجہ ہے جو عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں بڑی افراط اور فراوانی کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور جو مغرب کے صنعتی و تجارتی نیز سیاسی اقتدار کے لئے بڑی اہمیت اور جن اوقات فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں اور آخر میں یہ انسانی فطرت کی ایک کمزوری کا تقاضا بھی ہے کہ اکثر انسان جب تک کہ علاج مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کو اس سے تسکین دیتی ہے کہ وہ سرے بھی اس کے شریک حال ہیں اور درد و است و میل کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں ہے انسانی فطرت

کی اس کڑھائی سے وہی لوگ محفوظ رہتے ہیں یا اس پر غالب آجاتے ہیں، جن کے اندر
 پیغمبروں کی تعلیم کے اثر سے کچھ خدا ترسی اور صحیح انسانیت و دوستی پیدا ہو جاتی ہے اور
 بدقسمتی سے مغرب صدیوں سے اس دولت سے محروم ہو چکا ہے، مغربی اقتصاد و فنون کا
 کیا یہ نیا صاف بتاتی ہے کہ جن ملکوں کو اس کے زیر سایہ آنے کا موقع ملا ان کو وہ
 اخلاقی چھوٹ ضرور مل گیا، جو مغرب کے تقبیروں کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور جیسا کہ
 بعض جبری اور منصف مزاج مغربی مصنفین و ناقدین کا بیان ہے، مغرب کی ساراجی
 طاقتوں نے مشرقی ممالک میں اخلاقی انتشار بھیج دیا اور تشکیک پیدا کرنے کی نظم
 کوششیں کیں، مسیحیت کا حلقہ بگوش مغرب مسیحیت کے بارے میں خواہ کتنا ہی تشکیک
 وارتقا بائی (domestic) واقع ہوا پھر کچھ حقائق کے بارے میں اس کی روشنی خیالی و وسیع
 انظری خواہ ان کا وہ مذہب کے حد تک پہنچی ہوئی ہو، لیکن مسلم اقوام اور عالم اسلام کے
 معاملہ میں وہ کفر و کفریہ واقع ہوا ہے، وہ اس کے معاملہ میں اپنے جسم دشمن اور دشمن کے
 پیادے یہودیوں تک سے صداقت کر سکتا ہے، اور ان کو مسلمانوں پر کھلی ترییح دے سکتا
 ہے، اس مذہبی تعصب کے علاوہ جو اس کی گھنٹی میں بڑا ہوا ہے اور جو تقریباً اس کا مزاج
 بن چکا ہے، اس کو اپنا مفاد ہر حال ہر چیز سے عزیز ہے یا بداد کا تجربہ ہے کہ کسی اسلامی
 طاقت کی جب کسی غیر اسلامی طاقت سے ٹکری ہوئی تو اس نے ہمیشہ غیر اسلامی طاقت کا
 کھل کر ساتھ دیا، یا اس کی دہر دہندگی جو ان عیش کے عرب و یہود و تھام نے اس
 بات کو دہر دہن کی طرح ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی کسی قوت یا جماعت کو کسی مغربی یا
 مشرقی طاقت کے کسی غمگینانہ داور کھل و طاقت کی امید نہیں رکھنی چاہئے، اس کو
 ہر اقدام اور فیصلہ کے وقت خدا کے ہمارے ہی دست و بازو اور اپنے ہی وسائل پر

اسلام کو ناپا ہے۔

جہاں تک اسلامی ملکوں کے سربراہوں اور رہنماؤں کا تعلق ہے ان کو سمجھنا چاہئے کہ اس دھارم دھند تہجد و مغربیت اور تخلیک و انتشار سے خواہ وقتی طور پر ان کو اور ان کے باغیوں کو فائدہ پہونچے، مجموعی طور پر اس کو ایسا نقصان پہونچے گا اور اس کی جڑیں اس طرح ہل جائیں گی کہ صدیوں تک اس کی تلافی نہ ہو سکے گی۔ ان قوموں میں اپنی ملی اسلامی کمزوریوں اور خرابیوں کے باوجود وہ طاقتور یا مانی جذبہ الشریعہ کے نام پر ایثار و قربانی کی صلاحیت، اخلاص اور انقیاد کا دلولہ اور خلوص و محبت کی گرم جوشی پائی جاتی ہے۔ جن سے تقریباً دنیا کی تمام مہرہ پرست قومیں محروم ہو چکی ہیں۔ اسلامی ملکوں کے یہ تمام اپنی قابل افسوس حیثیت اور پسماندگی کے باوجود وہ بہترین مواد خام ہیں جن سے بہترین انسانی نمونے اور موڈل تیار کئے جاسکتے ہیں ان کی سب سے بڑی طاقت ایمان کا ایمان و خلوص اور ان کی سادگی و گرم جوشی ہے اس طاقت نے بارہا ہجیر المشرق کا ریلے انجام دیئے ہیں اور چین اور تانگا ملکوں کو ملگن بنا دیا ہے اور جب بھی ان ملکوں پر کوئی نادر کثرت آیا ہے تو مسلم عوام کا یہی ایمانی جذبہ اور خلوص و سادگی کام آئی ہے۔ خاصہ حقیقت یہ ہے کہ اور واقعت کی بنیاد پر بھی اس طاقت کی قدر کرنی چاہئے اور اس کو اپنے ملکوں کی حفاظت و استحکام اور دنیا میں کوئی بڑا رول ادا کرنے کے لئے اپنا سب سے بڑا ہتھیار اور خیر و کھٹا چاہئے لیکن اس تہجد و مغربیت کے اثر سے ان عوام کی اس طاقت کو وہ گھٹن لگا جا رہا ہے اور ان کے اندر کیا گیا ایسا اخلاقی کیسرسر پیدا ہو رہا ہے جو ناقابل علاج ہے۔ مغرب کے ناقابل انکار علمی و فنی حقوق کو سامنے رکھ کر جس سے آنکھیں بند کر لینا درحقیقت کا اتفاق ہے مذہب کی تعلیم اور دھند ملگن عالم اسلام کے سامنے صرف

دور سے رہ جاتے ہیں ایک تو یہ کہ اس سے سچو ہو کر اس کے پورے فلسفہ زندگی اس کے
 تصور کائنات اس کے ابد الطبیعیاتی عقائد و تصورات اس کے عمرانی و اجتماعی نظریات
 اس کے اخلاقی نقطہ نظر اور اس کے مسلک زندگی کو جوں کا توں قبول کر لیا جائے اور
 (یہ) سچا کو اس کے ساتھ یہ یکسر طویل حال پیشگی کی کوشش کی جائے، اس حقیقت سے
 قطع نظر کہ یہ ایک مکمل اور ہمہ گیر ارتقاء اور روحانی و ذہنی خود کشی کے مراد ہو گا اور
 اس انسانیت کے ساتھ قدرتاں کا اور بے وفائی جس کی آخری آس نبی خاتم کی انسانیت
 سے لگی ہوئی تھی ایک ایسی غیر ضروری محنت اور سیلاب حاصل ہے، جس کا نتیجہ طویل و غلطی
 و ذہنی کشمکش اور روحانی چھٹنی انسانی طاقتوں کے ضیاع اور انسانیت و ملت کے سوا
 کچھ نہیں یہ ایک ایسی بنیادی مستحکم حمایت کی تحریک ہے جس کے طے شدہ دوسری محرک
 تعمیر کرنے کے لئے نہ مواد خام موجود ہے نہ تعمیری صلاحیتیں نہ آب و ہوا و احوال
 سے نہ سبب و فاضل سے ارتقاء، عالم اسلام کے جن جن گوشوں اور حربہ اسلامی مکوں
 میں یہ کوشش کی گئی، ان کا ہمہ ہی اور جب بھی اس صورتی و غیر طبیعی اقتدار کی گرفت نہ میلی
 ہوئی اور وہ اس کو اپنی پسند و ناپسند کے اظہار کا موقع ملا انھوں نے فوراً اس بھول کو مار
 پھینکا جو زمانہ کے جسم پر قطع ہوئی تھی اور زمانہ کے مزاج کے مطابق تھی جس طرح میں
 یہی نظر آ رہا ہے اور ضرورتاً ہم میں بھی اقرب یہی پیش آنے والا ہے۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ غریب سے علم و صنعت لیکن ان کو یہاں اور سائنس اور ان علوم کو تھمتا
 میوں کا قلعہ تجربہ، حیاتی و انسانی اور انسانی محنت و کوشش سے یہ فراخ دلی کے ساتھ
 استفادہ کیا جائے، پھر اس کو ان تمام کے لئے اپنی خدا داد ذہانت اور اجتہاد کے ساتھ
 ان اعلیٰ تمام کمالی اور تمام بنایا جائے جو آخری نبوت و خدا خیز صحیفہ نے ان کو عطا

اور جن کے جسے ان کو خیر است اور آخری است کا لقب دے، وہ اسل اور قاصد کا یہ
 خوشگوار استخراج جس سے درست مغرب بھی معلوم ہے اور شرق بھی اگر مغرب تھا تو اس
 کا سراپا دے اور صالح مقاصد یہ یعنی تہی دامن اور شرق (اسلامی) صالح مقاصد کا
 واحد اجابہ وار ہے اور دوسرے اسل سے کیے شرقی مغرب کب کب تک ہے لیکن کیا نہیں
 چاہتا اور صحیح الفاظ میں کیا نہیں جانتا اسلامی شرق کیا سب کچھ چاہتا ہے، لیکن
 اگر کچھ نہیں سکتا یہ صحت مند صالح استخراج دنیا کی قسمت بدل سکتا ہے اور اس کو خود کشی
 و خود سوزی کے راستے سے ہٹا کر غلج دارین اور مساوت ابدی کے راستے پر ڈال سکتا ہے
 یہ ایسا کا نام ہوگا جو تاریخ کے دھماکے اور دنیا کی قسمت کو بدل کر کھدے گا یہ کا نام
 وہی است انجام دے سکتے ہے جو آخری تیسری جانشین اور اس کا تعلیمات کے حال اور
 اس زمانہ پر عالم اسلام کا حقیقی نعوش سے اس کے دشت و جبل کو نچے چا نہیں رہے کہ

عالم ہمد و یار از ز چنگیزی افروغ

سار حرم باز بہ تعمیر چہاں خیز

شرق کے ایک پاست اور جو ملانہک جاپان نے اس اقدام کا ایک نہایت محدود
 اور اسلامی نقطہ نظر سے بہت پست میل کا تجربہ کیا اس نے مغرب کے علم و صنعت میں ایسا
 استفادہ کیا کہ اسل و شاگرد اس فرق کی مشکل ہو گیا، اسی کے ساتھ اس نے اپنے مقصدات
 اور اپنے تجربہ خاصائص و روایات قائم رکھے لیکن بدستی سے اس کے مذہبی مقصدات اور
 اس کی تہذیب و مذاہم اسل سے کوئی مطابقت نہ گنتی ہے نہ اس کے امداد و میت اور
 انسانی خدمت کا کوئی پہلو ہے نہ اس میں عالمگیر پیام نبی کی صلاحیت ہے یہ چند کہنے
 اور فرسودہ مقصدات و روایات کا ایک مجموعہ ہے جس کو جدید جاپان اپنے سینہ سے لگائے

ہوئے ہے اور اس کی قوت لادری اور اپنے اعضا سے وابستگی کا شرف ہے کہ اس نے اس کو اپنی تکثر کرنے میں کیا ہے لیکن اسلامی ممالک کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے ان کے پاس یہ ساریں ایسی شریعت اور ایسا قانون ہے جس کے لئے قدیم و جدید کا اصطلاح بے معنی ہے ایسی تہذیبیں ہیں کہ اس میں حقائق ابدی پر ہے یا ایک سدا بہار دوست ہے جو کسی وقت بھی خود کی طاقت اور بگ و بادل کے کی صلاحیت سے محروم نہیں ہوتا اس بناء پر ان ممالک کے لئے جدید نظم و صنعت اور اپنے اندر ہی تمام حقائق کے درمیان اتحاد و تعاون پیدا کرنے میں قطعاً کوئی ذراعت پیش نہیں آسکتی اور اس کے نتائج اس سے کہیں زیادہ انقلاب انگیز اور عالمگیر اثرات رکھنے والے نکل سکتے ہیں جتنے کہ جاپان کے اس تجربہ سے برآمد ہوئے جاپان اور ہر روایت پرست ملک میں یہ کوششیں شیش و آہن اور پنبہ و آتش کی جہم آمیزی کی کوشش کے مرادوں ہے لیکن ایک مسلمان کے نزدیک اس میں کوئی تضاد و تناقض نہیں ہے اس کے نزدیک دین صحیح اور علم صحیح کا کراؤ ممکن نہیں اور اس کے نزدیک حکمت ہوس کا گم شدہ مال ہے اور وہی اس کا حقیقی مالک ہے اس کے نزدیک وسائل کے غیر و شر ہونے کا فیصلہ اس پر منحصر ہے کہ وہ کن مقاصد کے تحت استعمال ہوتے ہیں اس کے نزدیک ہر طاقت ہر تحقیق ہر علم ہر ہوش و ذہن اس کی عطا ہے کہ وہ خدا کے دین کے لئے استعمال ہو اور مخلوق کے فائدے کے کام آئے اس کا فرض ہے کہ وہ اس کو غلط محل سے نکال کر صحیح محل میں استعمال کرے اور اس کو خیر و شر کے بجائے تمیز کا ذریعہ بنائے لیکن اس کام کے لئے وہ ذہانت و ہمت و اندیشہ اور دماغ و ظہن و نگاہ ہے جو ہر تقلید و رجحان پر چلے ہوئے فروع اور پیش اور پھر نفس و جاہ و مفاد کا مقابلہ کر سکے جس کے خاطر جانے اسلامی ملکوں کے سربراہ اس سب

ایجاد قرآنی پر آمادہ ہوں جو اس کے لئے مطلوب ہے اور جس کے تجویز انعام کے طور پر اولیٰ ان کو اپنے ملکوں میں محبوبیت کا وہ مقام حاصل ہوگا جو ان کی ذریعہ سے ان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ پھر ان کو اور ان کے ذریعہ ان کے ملکوں کو ہدایت و ملامت کا وہ منصب یعنی مہر آشنے گا جس کا وہ ابھی خواب بھی نہیں دیکھ سکتے، مغربی تہذیب کو اپنی طور پر گھس چکا ہے وہ اب بعض اپنی مساحت خود زندگی کے استحقاق کی بناء پر نہیں جی رہا ہے، بلکہ اس لئے کہ تہمتی سے کوئی دوسری تہذیب اس کی جگہ لینے کے لئے تیار نہیں اس وقت جتنی تہذیبیں یا قیادتیں ہیں یا مغربی تہذیب کی لکیر کی فقیر اور اس کی ایک رو کی پھینکی تصویر ہیں یا اتنی کمزور اور شکست خوردہ ہیں کہ اس سے آنکھیں نہیں لاسکتیں اب اگر اسلامی ممالک اور عالم اسلام مجموعی طور پر اس غلط کو پر کرنے کی صلاحیت پیدا کر سکے جو مغربی تہذیب کے خاتمہ سے عالم انسانی میں پیدا ہو گا تو اس کو دنیا کی ملامت کا دوبارہ منصب تو نصیب کیا جا سکتا ہے جو ستہ انٹر کے مطابق ایک جبری و قوی اور تازہ دم ملت یا قیادت کے سپرد کیا جائے گا ہے اب ان قائدین کو فیصلہ کرنا چاہئے کہ کیا مغرب کی دائمی غاشیہ بربادی اور گنگول گدائی مناسب ہے یا دنیا کی جمالی کا منصب ملال اور عالم انسانی کی ہدایت کی استعداد جس سے (نبوت کے بعد) جولوگوں کی سفر بازی اور سرزد کیا نہیں گئی اس کے لئے ظاہری نام و نمود عہدہ و منصب الفت و راحت اور ادبی و روحانی ترغیبات کی قرآنی کوئی حقیقت کہ جتنی ہم اگر اس کے لئے سوچاں یہ بھی قرآن کی جانب تو درحقیقت یہ گھائیے کا سوا اور زبان و نقصان کا سوا نہیں ہے۔

اے دل تمام نفع ہے مولائے مٹھی میں

اک جان کا زیاں ہے سوا یہ قرآن نہیں

اب دیکھنا ہے کہ کون سا اسلامی کلاس کا اظیم کی بہت کرتا ہے جس سے زیادہ
 انقلاب گیزر ہو۔ فرس اور ریات بخش کوئی کام اس دور میں نہیں ہو سکتا اور جب کے سامنے
 یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی تحریک (renaissance) انقلاب فرانس اور روس کا فلسفہ و فکریات
 اور اس کی دعوت ذکر کرنے کے قابل بھی نہیں اس میں ذہانت و جرات کا جو عنصر ہو جیسا کہ فرس
 و انقلاب گیزر کی جو صلاحیت ضرر ہے اور اس سے نہ صرف ان ملک کو جن میں یہ تجربہ کیا
 جائے گا، بلکہ پورے عالم انسانی کو فکر و عمل کا جو نیا میدان اختیار ہے گا اور اس قدر صلاحیت
 کی جو راہ ملے گی اس کو سامنے رکھتے ہوئے وہ پہلے انقلاب اپنے ہی کام کرنے کا نام لیا ہے
 ایک جہت زیادہ طور ایک حرکت مفکرات سے زیادہ حقیقت نہیں دیکھتے یہ کار اظیم صرف
 دیکھنا تو ام و عمل اور دینی جامعیں و افراد انجام دے سکتے ہیں جو ملت پر انہی کے
 حلقہ گوشہ ہیں اور جو تکمیل دین خود قسم نبوت کے انعام و مشورہ سے سرفراز ہو چکے ہیں اور
 عالم اسلام کے تمام قارئین کے لئے وہی مسودہ لایا ہے جس سے قرین اول کے مسلمانوں
 کے کان آشنا ہوئے۔

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كُنَّ	وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كُنَّ
تَعْبُدُونَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ	تَعْبُدُونَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ
وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كُنَّ	وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كُنَّ
تَعْبُدُونَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ	تَعْبُدُونَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ
وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كُنَّ	وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كُنَّ
تَعْبُدُونَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ	تَعْبُدُونَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ
وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كُنَّ	وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كُنَّ
تَعْبُدُونَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ	تَعْبُدُونَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ

وَأَمَّا جَدُّكَ فَإِنَّهُ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ
 وَأَمَّا جَدُّكَ فَإِنَّهُ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ
 وَأَمَّا جَدُّكَ فَإِنَّهُ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ
 وَأَمَّا جَدُّكَ فَإِنَّهُ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ



INDEX

اشارہ

(ایکس مسلم ملک میں اسلامیت و غربت کا کلکٹرم)

ترجمہ

محمد غیاث الدین ندوی

(ط) (ظ)

19a-18b-28

(ژاکل) (کامیون)

62

قلعت

204

(طوار) (میں) (ی) (کو) (میدان) (طبیعی)

22, 23, 24, 25, 26

خلف میں ایک

(ع)

11a

میدان حضرت محمد علی علیہ السلام

25b

(میدان) (میدان) (میدان)

62

میدان گیشانی

70

(میدان) (میدان) (میدان)

30

(میدان) (میدان) (میدان)

74

(میدان) (میدان) (میدان)

1-2

(میدان) (میدان) (میدان)

12d

میدان (میدان) (میدان)

1a1

میدان (میدان) (میدان)

70

میدان (میدان) (میدان)

39

میدان (میدان) (میدان)

30

(میدان) (میدان) (میدان)

100-101

(میدان) (میدان) (میدان)

18d

(میدان) (میدان) (میدان)

11

(میدان) (میدان) (میدان)

5a

(میدان) (میدان) (میدان)

20a-20b

(میدان) (میدان) (میدان)

22

(میدان) (میدان) (میدان)

23

(میدان) (میدان) (میدان)

(میدان)

(میدان) (میدان) (میدان)

22d

میدان

23d

میدان

24a-24b-24c

(میدان) (میدان) (میدان)

25

میدان (میدان) (میدان)

26a-26b

(میدان) (میدان) (میدان)

(میدان) (میدان) (میدان)

27

میدان (میدان) (میدان)

28

میدان (میدان) (میدان)

29

میدان (میدان) (میدان)

30a-30b-30c

31a-31b

ردیف	فصلی (ABSTRACT)	ABSTRACT	عنوان اصلی
	ق	۱۱۵	علمی ایستادگی
۱۱۵۱۱۱۱	کامپوزیت	۱۱۶	علمی
۱۱۵۱۱۱۱	(مرد) خطب	۱۱۷	علمی (مرد)
۱۱۵۱۱۱۱۱	(مرد) خطب	۱۱۸	علمی (مرد)
۱۱۶	قصر	۱۱۹	(مرد) علمی
	ک	۱۲۰	(مرد) علمی
۱۱۶۱۱۱۱۱	(مرد) کمر	۱۲۱	(مرد) علمی (مرد)
۱۱۶	کمر	۱۲۲	(مرد) علمی
	ج	۱۲۳	نظریات
۱۱۶	گامی	۱۲۴	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۲۵	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۲۶	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۲۷	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۲۸	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۲۹	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۳۰	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۳۱	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۳۲	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۳۳	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۳۴	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۳۵	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۳۶	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۳۷	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۳۸	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۳۹	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۴۰	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۴۱	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۴۲	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۴۳	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۴۴	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۴۵	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۴۶	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۴۷	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۴۸	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۴۹	(مرد) (مرد)
۱۱۶	گامی (مرد)	۱۵۰	(مرد) (مرد)

۱۳۴-۱۳۶	تقریر قرآن	۲۵۸	اشراپ مسکنی
۴۰	تذکرہ مولانا محمد رفیع الدین	۱۸۴	مذہب انصاری و احمدیہ
۲۳۲	الترویج فی الترویج انصاری	۱۵۴	ایام
۵۹۱-۵۰	تذکرہ مشرق و مغرب کا نگار	۲۳۲	ایک پانچواں مرکز
۲۸۷	(مغربی) تہذیب	(ب)	
۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸	تکلیف جدیدہ الہیات اسلامیہ	۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸	بدر بھٹو
۲۵۳-۱۳۸	تقیات	۱۷۹	ایضے میں مذکور
۲۳۳-۱۳۴	تورات	۲۷	بخاری و شریف
۹۷	تہذیب و تمدن	۱۷۹	البدایہ والنہایہ
(ج) (ج)		۱۰۰	تغییر ایمان القرآن
۱۱۹-۱۱۷	جاوید نامہ	(پ)	
۱۳۶	پراخ و نامور پاکستانی نثر	۲۵۳	پیر
(ح) (ح)		۱۱۴	پیام مشرق
۲۳۰-۲۱۹	حاضر زمانہ اسلام	(ت)	
۱۹۵-۱۹۳	انکسوت اسلامیہ	۱۵۷	تاریخ افغان السیاح
۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۱۰۳	حیات جاوید	۲۵۷	تاریخ الشیخ
۹۲-۹۰	حیات نبوی	۱۷۹	تاریخ مذہب و تربیت
۹۴	خطبات و دعائیں	۲۵۸	تاریخ طبری
		۲۵۸	تاریخ کائنات

(۵) (۶)

۲۹۴

طوائف سے حاصل کی گئی

درائے اہل عدو کے لئے یہ کتاب

(ع) (غ)

۲۹۳

اسلام اور جہانیت فی المقام

۱۸۶/۱۸۷

۸۸

علی گڑھ یونیورسٹی

۱۸۴

ذکر بنی الہی السلام

۱۸۴

علی ہاشمی

(س) (سن)

۹۴

الغزالی

۱۳۵

الرد علی الکفریین

(ف) (ق)

۱۳۷

ربا اور التوحید

۹۴

الحافظ

۱۳۷/۱۳۴

زعم الامم

۱۴

فتاویٰ مرزا

(ح)

۲۵۸

فتوح البلدان

۲۱۹

اسلامیت دین و دولت

۱۳۵

انکار اسلام فی العصر

۸۹/۱۸۸

سوانح قاسمی

۲۳۱/۲۳۰/۲۲۹

انکار اسلام کی صورت

۹۴

سیرۃ ابنی

۱۵۴

فی الحدیث النہائی

(م) (من)

۱۸۱

فی سیرۃ النبی

۲۶

صحیح مسلم

۱۵۴

فی الشعر النہائی

انصاف میں انکار اسلامیت و انکار التوحید

۲۵۴

قرآن اور علم جدید

۹

فی التعلیم الاسلامیہ

(ک)

۲۳۵/۱۸۷-۱۹/۱۱۴

مترجمہ

۲۰۹

انکشاف من حقان اسفین احمدیہ

(ط)

۲۲۴

انکشاف الآخر

۲۵۸

طبقات ابن سعد

۲۸۵	مصابیح	۲۵۸	کتاب الجند
۲۸۶	مشکوٰۃ المصابیح	۲۶	کتاب فناء الکفوف
۲۰۲	الغریب المسلم عند الذی یفریقه	(۳)	
۹۲	مکاتیب العرب	۱۰	اذا غرر العالم بالغیر والمسلمین
۵۹	الاعتقاد من اعتقاد	۱۳	شکوہ پرچہ یادگار
	موقف اسلام اسلامی تہذیب و اخلاق و افواج		مجموعہ صحابہ و صحابہ کرام اب تک کی گزشتہ
۱۳		۱۶	محمّد علی زکّی الدّین
۹۳	سورۃ الجلالہ و الجبروت	۲۵۴-۲۵۲-۲۵۱	الدّخول فی حقّیہ العالم
۱۶۲	المیشاق الوطنی	۲۶	ذکرانہ سانچہ فی الشّرق العربی
	(۵) (۴) (۵)	۲۵۹	مرقاۃ
۱۵۳	الربیع النّور	۱۶۲	المرآۃ الجدیدۃ
۱-۲۱۸۸	ہندوستانی سلطان	۱۶۳	المرآۃ المسلمۃ
۳۱	ایمن	۱۵۳-۱۵۱	مستقبل الدّولۃ فی مصر
FROM JEREN ON THE THRESHOLD			مسلم ہاگ میں مسلمانیت و غیرت کی انگلیش

A STORY OF HISTORY	83
A LITERARY HISTORY	227
ATATÜRK	72, 74, 83, 85
ENCYCLOPEDIA OF ISLAM	227
FOUNDATION OF TURKISH NATIONALISM	6
DESKRIPTIE DER ISLAMISCHEN WELKEINER STADTEN NORDEN	113, 227
EMET WOLF	72, 81
GREAT BRITAIN	138
HISTORY OF ARABIS	227
ISLAM AT THE CROSS ROAD	242, 223
ISLAM IN MODERN HISTORY	122, 123, 242
MIDDLE EGYPT	138, 142
MYLPA A PARADISE	242
PROBLEMS OF MODERN ISLAMIC CONSTITUTION	103
ROAD TO MECCA	22, 23, 232, 234
SUCCEEDS SHAD-ALAH HANNAH ALI JINNAH	12
THE CHALLENGE OF MODERN TURKEY	88
THE EARL OF CAMBER MIDDLE EGYPT	142
THE HISTORY OF ARAB LITERATURE	227
THE MIDDLE EAST TODAY	22, 24, 22
THE MIDDLE EAST VERSUS THE WEST	121
THE MIDDLE EAST IN WORLD AFFAIRS	127, 11
THE ORIGIN OF MUHAMMADIAN JURISPRUDENCE	227
THE STORY OF ISLAMISM	117, 138
TOWARDS UNDERSTANDING ISLAM	242, 224
TURKEY FACES WEST	2
TURKISH NATIONALISM AND WESTERN CIVILIZATION	22, 22, 22
WESTERN CIVILIZATION ISLAM AND MUSLIMS	11
WHETHER ISLAM	142

اخبارات و رسائل

۱۰۴	ملی گزٹ	۲۱۵-۲۰۵	الأمارات
۲۳۴	فلسطین	۲۰۵	برلین
۲۰	المسلمون	۲۳۳/۱۳	ابجست الاسلامی
۱۲۳	نوائے وقت	۶۰	پیام
۶۰	PEOPLE	۶۹	تصویر افکار
۲۲۹	ISLAMIC REVIEW	۲۳۴	تغیر حیات
۲۰	JEWISH OBSERVER	۲۱۲/۳	مائیں آفت انبار
۲۵۱	JOURNAL OF NEAR EAST	۱۸۴/۱۸۳	پیش انتخاب
۲۰۱	LE MENDE	۱۸۴/۱۸۰	المنبر
۲۵۱	LE MENDE MUSULMANE	۱۸۵	الرائد
۲۱۹	MUSLIM WORLD	۵۰	روزنامہ صحت
۲۲۱	NATIONAL HERALD	۲۰۶	اشیاب
۲۲۵	SUNDAY TELEGRAPH	۲۰۷	اصحاب
۲۵۱	THE MUSLIM WORLD	۲۱۹	صدق جدید
		۱۰۰	العروۃ الوثقی

۴۴۱ (۴۴۱) ۴۴۲ (۴۴۲) ۴۴۳ (۴۴۳) ۴۴۴ (۴۴۴) ۴۴۵ (۴۴۵)

۴۴۶ (۴۴۶) ۴۴۷ (۴۴۷) ۴۴۸ (۴۴۸) ۴۴۹ (۴۴۹) ۴۵۰ (۴۵۰)

۴۵۱ (۴۵۱) ۴۵۲ (۴۵۲) ۴۵۳ (۴۵۳) ۴۵۴ (۴۵۴) ۴۵۵ (۴۵۵)

۴۵۶ (۴۵۶) ۴۵۷ (۴۵۷) ۴۵۸ (۴۵۸) ۴۵۹ (۴۵۹) ۴۶۰ (۴۶۰)

۴۶۱

۴۶۲

۴۶۳

۴۶۴ (۴۶۴) ۴۶۵ (۴۶۵) ۴۶۶ (۴۶۶) ۴۶۷ (۴۶۷) ۴۶۸ (۴۶۸)

۴۶۹ (۴۶۹) ۴۷۰ (۴۷۰) ۴۷۱ (۴۷۱) ۴۷۲ (۴۷۲) ۴۷۳ (۴۷۳)

۴۷۴ (۴۷۴) ۴۷۵ (۴۷۵) ۴۷۶ (۴۷۶) ۴۷۷ (۴۷۷) ۴۷۸ (۴۷۸)

۴۷۹ (۴۷۹) ۴۸۰ (۴۸۰) ۴۸۱ (۴۸۱) ۴۸۲ (۴۸۲) ۴۸۳ (۴۸۳)

۴۸۴ (۴۸۴) ۴۸۵ (۴۸۵) ۴۸۶ (۴۸۶) ۴۸۷ (۴۸۷) ۴۸۸ (۴۸۸)

مستقرات

جامعات اور دیس گاہیں:

۴۶۴ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۶۵ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۶۶ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۶۷ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۶۸ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۶۹ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۷۰ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۷۱ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۷۲ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۷۳ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۶۴ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۶۵ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۶۶ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۶۷ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۶۸ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۶۹ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۷۰ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۷۱ جامعات اور دیس گاہیں:

۴۷۲ جامعات اور دیس گاہیں:

۱۷۵۱-۱۷۶۳	جنگ بحر ہند	۱۷۵۸-۱۷۶۴-۱۷۶۵-۱۷۶۶	برطانوی انڈیا حکومت
۱۷۶۱-۱۷۶۹	سائڈیچ کی جنگ (مصر)	۱۷۶۱	فریدی حکومت
۱۷۶۲	مقوط ہندو	۱۷۶۸	غلات اسلامی
۱۷۶۳	میرکا ستان	۱۷۶۳	سامراج
۱۷۶۱	میرکا سوز جنگ	۱۷۶۱	سوری حکومت
۱۷۶۳	میرکا گیلانی	۱۷۶۲	سلطنت دوم
۱۷۷۱-۱۷۷۹	فردیگار جنگ (ہند)	۱۷۷۱-۱۷۷۲-۱۷۷۳-۱۷۷۴	سلطنت عثمانی
۱۷۸۰	فریدی لڑائی	۱۷۸۰-۱۷۸۱	

دیگر متفرقات:

۱۷۸۵	آناکو (Anaco)	۱۷۸۵-۱۷۸۶-۱۷۸۸	طواری دوم
۱۷۸۵	انجائیش جنگ	۱۷۸۵-۱۷۸۶-۱۷۸۸	عہد فرعون
۱۷۸۵	انگلینڈ فرانس	۱۷۸۵-۱۷۸۶-۱۷۸۸	فرانسیس اتحاد
۱۷۸۵-۱۷۸۶-۱۷۸۸	انگلینڈ فرانس	۱۷۸۵	مغل سلطنت
۱۷۸۵	بائسک	۱۷۸۵	جنگ و معرکے اور حوادث:
۱۷۸۵-۱۷۸۶-۱۷۸۸	پارول	۱۷۸۵	جنگ ایران جنگ
۱۷۸۵-۱۷۸۶	پاکستان	۱۷۸۵	جنگ بنگال
۱۷۸۵	پشید	۱۷۸۵	جنگ ملیر
۱۷۸۵	پشید	۱۷۸۵-۱۷۸۶-۱۷۸۸	جنگ عظیم
۱۷۸۵	پشید	۱۷۸۵	جنگ ملیر

۵۲	قصر (مجزیه) (مجلس)	۳۳۲	زیم (اسرائیلی شپا سوری)
۵۹	کتاب و کتابت	۳۳۲	اسناد (اسرائیلی) (مستور)
۶۱	مقبر و سلطان محمود	۳۳۲/۳۳۹	مصابحه (کتاب)
۳۳۳	نویس (پاک)	۳۱	کوک
۶۹	موسیقی (مقام)	۳۱	کتابت
۸۲/۸۹	کتابت	۳۱	کتاب (مستورات)
		۳۱	کوک

مسلم مالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش

”مہ مصنف کی طرح اس کتاب کے مصنف کا دل بھی کتاب کی اشاعت و مقبولیت سے قدرتی طور پر سروا اور مالکیت کے فکر کے جذبہ سے مودہ غور ہے، ہر مصنف کو شاعر کی طرح جس کو اپنی ہر غزل عزیز ہوتی ہے (اپنی ہر تصنیف اہم اور مفید معلوم ہوتی ہے، لیکن اس کے کہنے میں کوئی بالکل نہیں کہ اس کا نظریہ یہ کتاب بہت اہم، فکر انگیز اور توجہ طلب ہے اس لئے کہ وہ ایک ایسے مسلم پرکھی گئی ہے جو وقت کا اہم ترین اور ناگزیر ترین مسئلہ ہے، طبع اولیٰ کے حرف آغاز میں لکھا گیا تھا کہ:-

”میرے نزدیک یہی اس وقت مسلم مالک کا سب سے بڑا اور حقیقی مسئلہ ہے.... اور اسی سوال کا مغربی تہذیب کے بارے میں یہ مالک کیا رویہ اختیار کرتے ہیں اور اپنے معاشرہ کو موجودہ زندگی سے ہم آہنگ بنانے اور زمانہ کے تاہر نفاذاتوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کون سی راہ اختیار کرتے ہیں اور اس میں کس حد تک ذہانت و جرأت کا ثبوت دیتے ہیں؟“ کے جواب پر اس بات کا انحصار ہے کہ دنیا کے نئے نئے میں ان قوموں کی نوعیت کیا قرار پاتی ہے اور ان ملکوں میں اسلام کا کیا مستقبل ہے؟“

بہت سے اہل ذوق و اہل نظر کا احساس ہے کہ فکر و نظر اور مسلمانوں میں احساس غوی پیدا کرنے اور ان کی شخصیت کو ابھارنے کے جس سلسلہ کا آغاز ”انسانی و دنیا پسندانوں کے عروج و زوال کا اثر“ سے کیا گیا تھا، اس کی اس کتاب مسلم مالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش کے ذریعہ تکمیل کی گئی، اس طرح وہ اس سلسلہ کی پہلی اور یہ اس کی دوسری کڑی ہے۔

مصنف کی کتابوں میں اس کتاب کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ہر ایڈیشن کے وقت اس پر نظر ثانی اور ان مالک کی تبدیلیوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، جن کا اس کتاب میں ذکر آیا ہے اس لئے کہ یہ مالک ابھی سفر میں تبدیلی و ارتقا کا عمل ان میں جاری ہے، نئی تحریکیں اور کوششیں، طاقتور فکری اور سیاسی عوامل (FACTORS) کام کرتے رہتے ہیں..... چنانچہ ان تغیرات پر ہر مالک پر ضروری نوٹس لکھوا کر ان پر نظر ڈال کر ان کو کتاب میں شامل کیا، اور اب اس کو یہ اطمینان ہو گیا کہ یہ کتاب ان مالک کے بارے میں اپٹو ڈیٹ (UP TO DATE) ہے“ و نعل ادفع

جدت بعد ۱۳۵۵ھ (از مقدمہ مصنف)

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام آباد لکھنؤ